راہِ عمل
مولانا جلیل احسن ندوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

''پس جو شخص امیدوار ہے اپنے ربّ کی ملاقات کا، اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے'' (الکہف ۱۸:۱۱۰)

راہِ عمل

مولانا جلیل احسن ندوی

اسلامک پبلی کیشنز

نام کتاب	:	راہِ عمل
مصنف	:	مولانا جلیل احسن ندوی
اشاعت	:	ستمبر ۲۰۰۹ء
ایڈیشن	:	۷۷
تعداد	:	۳۱۰۰
اہتمام	:	پروفیسر محمد امین جاوید (منیجنگ ڈائریکٹر) اِسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۔کورٹ سٹریٹ، لوئر مال لاہور، پاکستان ہیڈ آفس: منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان
فون	:	042-7248676-7320961، فیکس: 042-7214974
ویب سائٹ	:	www.islamicpak.com.pk
ای میل	:	islamicpak@yahoo.com
مطبع	:	رضا پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	160/- روپے

فہرستِ مضامین

عرضِ ناشر ۲۹

صراحت برائے اشاعتِ نو ۳۰

نقشِ خیال ۳۱

باب ۱: اخلاصِ نیت ۳۳

نیت کے مطابق اجر ۳۳

نیکی کا معیار ۳۴

فاسد نیت ۳۴

باب ۲: ایمانیات ۳۷

ایمان کی بنیادیں ۳۷

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب: ۳۹

ایمان باللہ اور اس کے اثرات ۳۹

ایمان باللہ کا مفہوم ۴۰

ایمان کا اثر معاملاتِ زندگی پر ۴۱

ایمان کا اثر اخلاق پر ۴۱

ایمانِ کامل کی علامات ۴۲

حلاوتِ ایمان کا حصول ۴۲

رسولؐ پر ایمان لانے کا مطلب: ۴۳

گفتار و کردار کا بہترین معیار ۴۳

سنت اور پاکیزگی دل ۴۳

اطاعتِ رسولؐ کا صحیح طریقہ	۴۳
پسند و ناپسند کا پیمانہ	۴۴
محرف کتابوں سے اجتناب کی ہدایت	۴۵
ایمان کی کسوٹی	۴۶
ایمان اور حُبِّ رسولؐ	۴۶
محبتِ خدا و رسولؐ کے تقاضے	۴۷
محبتِ رسولؐ اور آزمائش	۴۷
قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب:	۴۹
اتباعِ کتاب اللہ کی برکات	۴۹
قرآن پاک سے استفادہ کرنے کا طریقہ	۴۹
قرآن پر ایمان لانے کا مطلب	۵۰
تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب:	۵۱
اعمال کی توفیق	۵۱
قضائے مبرم	۵۲
نفع و نقصان کا اصل سرچشمہ	۵۲
اگر مگر کا چکر	۵۳
آخرت پر ایمان لانے کا مطلب:	۵۵
آخرت کی ہول ناکی اور اس سے نجات کا ذریعہ	۵۵
آخرت کا منظر	۵۵
زمین کا بے لاگ بیان	۵۶
اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کی نوعیت	۵۶

منافقت کا انجامِ بد ۵۷
آسان محاسبہ اور اس کے لیے دعا ۵۸
قیامت کی شدت میں مومن سے نرم سلوک ۵۹
مومن کے لیے غیر معمولی اُخروی انعامات ۶۰
جنت کی شان ۶۰
آخرت کے عذاب وثواب کی حقیقت ۶۱
جنت ودوزخ کے راستے کیسے ہیں ۶۱
دوزخ اور جنت سے غافل نہ رہنا چاہیے ۶۲
اِحداث فی الدین کا مرتکب کوثر سے محروم رہے گا ۶۲
شفاعتِ رسولؑ کے مستحق ۶۳
روزِ قیامت قرابت کام نہ آئے گی ۶۴
خائن کا حشر ۶۴

باب ۳: عبادات ۶۷

نماز: ۶۷
نماز گناہوں کو مٹاتی ہے ۸
نماز گناہوں کا کفارہ ۶۷
کامل نماز باعثِ مغفرت ہے ۶۸
حفاظتِ نماز کی اہمیت ۶۹
منافق نمازِ عصر تاخیر سے پڑھتا ہے ۷۰
فجر وعصر کی نمازوں میں محافظ فرشتوں کا تبادلہ ہوتا ہے ۷۰
ضیاعِ نماز سے احساس ذمہ داری ختم ہو جاتا ہے ۷۱

قیامت کے روز سایۂ خداوندی سے بہرہ مند ہونے والے	۷۱
ریا شرک ہے	۷۲
نماز با جماعت:	۷۳
نماز با جماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے	۷۳
نماز با جماعت افضل ہے	۷۳
جماعت کے عدمِ قیام کا نقصان	۷۴
بلا عذر ترکِ جماعت کا انجام	۷۴
مومن اور نماز با جماعت کا اہتمام	۷۵
امامت:	۷۷
امام و موٴذن کی ذمہ داری	۷۷
مقتدیوں کی رعایت	۷۷
مختصر قراءت	۷۸
زکوٰۃ، صدقہ، فطر، عشر	۸۰
زکوٰۃ ـــــ معاشی توازن کے لیے	۸۰
زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام	۸۰
عدم ادائیگیِ زکوٰۃ مال کی بربادی کا موجب ہے	۸۱
صدقہ فطر کا مقصد	۸۱
اناج کی زکوٰۃ	۸۲
روزہ:	۸۳
رمضان کی فضیلت	۸۳

قیامِ رمضان کا اجر ـــــــ مغفرت ۸۴
روزے کے مفسدات ۸۴
روزے کی شفاعت ۸۵
روزے کی روح ۸۵
بدقسمت روزے دار ۸۵
نماز، روزہ اور زکوٰۃ گناہوں کا کفارہ ہیں ۷۶
ریا سے پرہیز ۸۶
سحری کی تاکید ۸۷
تعجیل فی الافطار کی تاکید ۸۷
سفر میں رخصت ۸۷
روزہ اور دیگر عبادات میں اعتدال ۸۸
نوافل میں اعتدال ۸۸
ایامِ اعتکاف ۹۱
رمضان کا آخری عشرہ ۹۱
حج: ۹۲
فرضیتِ حج ۹۲
حج ولادتِ نَو ہے ۹۲
جہاد کے بعد بہترین عمل ۹۲
تعجیل فی الحج ۹۳

مسلمان اور ترکِ حج	۹۳
حج کا اجرا ابتدائے سفر سے شروع ہو جاتا ہے	۹۳
باب ۴: معاملات	۹۵
حلال کمائی:	۹۵
ہاتھ کی کمائی کی فضیلت	۹۵
قبولیتِ دعا میں رزقِ حلال کا اثر	۹۵
حلال و حرام سے لاپروائی	۹۶
حرام کمائی کا نتیجہ	۹۶
مصوری کی کمائی	۹۷
تجارت:	۹۸
دیانت دارانہ تجارت	۹۸
خرید و فروخت میں نرمی کا حکم	۹۸
صادق و امین تاجر کا رُتبہ	۹۸
متقی تاجروں کا انجام	۹۹
ناجائز حربوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے	۹۹
تجارت میں جھوٹی قسمیں	۹۹
تجارتی لغزشوں کا کفارہ بذریعہ صدقہ	۱۰۰
تجارتی کاروبار کی نزاکت	۱۰۱
حرمتِ اِحتکار	۱۰۱
اِحتکار پر لعنت	۱۰۲

محتکر کی کج فطرتی ۱۰۲
خراب مالِ تجارت کا عیب بیان کرو ۱۰۲
قرض: ۱۰۴
تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کا اجر ۱۰۴
قیامت کے دن غم اور گھٹن سے بچنے کا طریقہ ۱۰۴
مسلمان بھائی کے قرض کی ادائیگی ۱۰۴
قیامت میں مقروض کی معافی نہیں ۱۰۵
حسنِ ادائیگی ۱۰۶
مال دار کی ٹال مٹول ظلم ہے ۱۰۶
ادائیگیِ قرض میں نیت کا اثر ۱۰۷
ٹال مٹول کی قانونی سزا ۱۰۷
غصب وخیانت: ۱۰۸
ظلم کی سزا ۱۰۸
غصب کی حرمت ۱۰۸
مختلف مالی معاملات میں ارشادات ۱۰۸
خائن سے بھی خیانت کرنے کی ممانعت ۱۰۹
خیانت میں شیطان کے لیے کشش ۱۰۹
کھیتی اور باغ بانی: ۱۱۰
کسان کا صدقہ ۱۱۰
اللہ کے مغضوب بندے ۱۱۰

مزدور کی اجرت:	۱۱۱
مزدور کے حقوق	۱۱۱
مزدور کی وکالت اللہ کرے گا	۱۱۱
ناجائز وصیت:	۱۱۲
ناجائز وصیت کی سزا دوزخ ہے	۱۱۲
وراثت سے محروم کرنا	۱۱۳
وارث کے حق میں وصیت کا جائز نہ ہونا	۱۱۳
وصیت کی آخری حد	۱۱۳
سود اور رشوت:	۱۱۵
سودی کاروبار میں حصہ لینے والوں پر لعنت	۱۱۵
راشی و مرتشی پر لعنت	۱۱۵
مشتبہات سے پرہیز	۱۱۶
تقویٰ کا جوہر	۱۱۷
باب ۵: معاشرت	۱۱۹
نکاح:	۱۱۹
نکاح کی ترغیب	۱۱۹
دین دار بیوی کا انتخاب	۱۱۹
بیوی کے انتخاب کا اصل معیار	۱۲۰
فساد کا سبب	۱۲۰
خطبۂ نکاح	۱۲۱
فرضیتِ مہر	۱۲۲

قلیل مہر ۱۲۳
معمولی مہر کی افضلیت ۱۲۳
ولیمے میں مفلسوں کو دعوت نہ دینا معیوب ہے ۱۲۴
فاسق کی دعوت سے اجتناب ۱۲۴
باب ۶: حقوق العباد ۱۲۵
والدین کے حقوق: ۱۲۵
والدہ سے حسن سلوک ۱۲۵
خدمتِ والدین کا صلہ جنت ہے ۱۲۶
والدین کی نافرمانی حرام ہے ۱۲۶
موت کے بعد والدین کے حقوق کیا ہیں؟ ۱۲۶
رضاعی ماں کی تعظیم ۱۲۷
مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک ۱۲۷
اصل صلہ رحمی ۱۲۸
برائی کے مقابلے میں بھلائی ۱۲۸
بیویوں کے حقوق: ۱۲۹
بیوی سے حسنِ سلوک ۱۲۹
بدزبان بیوی کے ساتھ سلوک ۱۲۹
بیوی کو مارنا خوبی نہیں ۱۳۰
بیوی سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش ۱۳۰
حقوق الزوجین ۱۳۱
بیوی کا نفقہ صدقہ ہے ۱۳۲

اہلِ خانہ کی اہمیت ۱۳۲

بیویوں کے درمیان عدل کا حکم ۱۳۲

شوہر کے حقوق: ۱۳۳

کون سی عورت جنت میں جائے گی ۱۳۳

اچھی بیوی کی صفات ۱۳۳

نفلی عبادت کے لیے شوہر کی اجازت ۱۳۳

خاوند کی ناشکری ۱۳۵

بہترین دولت ـــــ مومن بیوی ۱۳۵

عورت گھر کی نگران ہے ۱۳۶

اولاد کے حقوق: ۱۳۷

اولاد کی تربیت ۱۳۷

نماز کی عادت ڈالنا ۷

نیک اولاد ـــــ صدقہ جاریہ ۱۳۷

لڑکیوں کی تربیت کا صلہ ۱۳۸

بیٹی کی تکریم و تربیت کا صلہ ۱۳۹

بیٹی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے ۱۳۹

اولاد میں انصاف ۱۴۰

اولاد پر خرچ کرنا ۱۴۱

بہترین صدقہ ۔ بے سہارا بیٹی کی کفالت ۱۴۱

یتیم بچوں کی پرورش کے لیے نکاح ثانی سے پرہیز ۱۴۲

یتیم کے حقوق: ۱۴۳

یتیم کی کفالت ۱۴۳

بہترین اور بدترین گھر ۱۴۳
یتیم کی سرپرستی کے اخلاقی فوائد ۱۴۳
کم زوروں کے حقوق ۱۴۴
مالِ یتیم میں کفیل کا حق ۱۴۴
زیرِ سرپرستی یتیم کو ڈانٹنا ۱۴۵
مہمان کے حقوق: ۱۴۶
مہمان نوازی ایمان کا تقاضا ہے ۱۴۶
مہمان نوازی کی مدت ۱۴۶
پڑوسیوں کے حقوق: ۱۴۷
اذیتِ ہم سایہ منافیٔ ایمان ہے ۱۴۷
پڑوسی کا مقام ۱۴۷
مومن کا پڑوسی بھوکا نہ رہے ۱۴۷
پڑوسیوں کی خبر گیری ۱۴۷
پڑوسیوں کے مابین تحائف کی اہمیت ۱۴۸
مستحق ترین پڑوسی ۱۴۸
پڑوسی کے ساتھ احسان کا رویہ ۱۴۸
پڑوسی کے ساتھ سلوک کا نتیجہ —— جنت یا جہنم ۱۴۹
قیامت کا پہلا مقدمہ —— پڑوسیوں کا جھگڑا ۱۴۹
فقرا و مساکین کے حقوق: ۱۵۰
مفلسوں کے ساتھ خدا کا تعلق ۱۵۰
بھوکے کو کھانا کھلانا ۱۵۰

سائل کے ساتھ سلوک ۱۵۰
ہم دردی کا مستحق مسکین ۱۵۱
مسکین و بیوہ کی نگاہ داشت کی فضیلت ۱۵۱
خادموں کے حقوق: ۱۵۲
سکت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا ۱۵۲
خادم کا طعام ولباس کیسا ہونا چاہیے ۱۵۲
کھانے میں خادم کی شرکت ۱۵۳
خادموں کے ساتھ حسنِ سلوک ۱۵۳
غلام کو مارنے کی ممانعت ۱۵۳
رفقائے سفر کے حقوق: ۱۵۴
لوگوں کی خدمت کرنے میں مسابقت ۱۵۴
زائد از ضرورت چیزیں رفیقِ سفر کو دینا ۱۵۴
شیطان کے گھر اور سواریاں ۱۵۵
راستہ روکنے کی مذمت ۱۵۵
بیمار کی عیادت: ۱۵۶
عیادت اور تعلق باللہ ۱۵۶
مریض، بھوکے اور قیدی سے حُسنِ سلوک ۱۵۶
غیر مسلم کی عیادت ۱۵۶
عیادت کے آداب ۱۵۷
مسلمان پر مسلمان کے حقوق ۱۵۸
مسلمانوں کے باہمی حقوق ۱۵۸

درگزر ۱۵۸
جان و مال کی حرمت ۱۵۹
مسلمان کی خیر خواہی ۱۵۹
مسلمانوں میں باہمی رحمت و مودّت ۱۶۰
اخوت ایک مستحکم عمارت ۱۶۰
مومن کا آئینہ ۱۶۱
مسلمان کی مدد ـــــ وہ ظالم ہو یا مظلوم ۱۶۱
مسلمان کی مشکل کشائی و پردہ پوشی ۱۶۲
مسلمان بھائی کے لیے پسند و ناپسند کا پیمانہ ۱۶۲
اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کا مرتبہ ۱۶۳
قطعِ تعلق کی مدت ۱۶۴
اجتماعی اخلاق ۱۶۵
مسلمانوں کی پردہ دری سے بچو ۱۶۵
غیبت کا انجام ۱۶۶
غیر مسلم شہریوں کے حقوق: ۱۶۷
معاہد پر ظلم کی ممانعت ۱۶۷
باب ۷: حیوانات کے حقوق ۱۶۹
جانوروں سے نرمی ۱۶۹
جانوروں کا آرام ۱۶۹
سفر میں جانور کے حقوق ۱۷۰
ذبح و قتل کے آداب ۱۷۰

جانور کے چہرے پر مارنے کی ممانعت	۱۷۱
جانور کو ناحق ذبح کرنا	۱۷۱
جانوروں کی تکلیف کا خیال رکھنا	۱۷۱
جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت	۱۷۲
جان داروں کو پانی پلانا	۱۷۲
باب ۸: اخلاقی برائیاں	۱۷۳
تکبر:	۱۷۳
تکبر اور جمال پسندی ـــــ دو مختلف چیزیں	۱۷۳
متکبر کا حشر	۱۷۳
مغرورانہ لباس ـــــ تکبر کی علامت	۱۷۴
کھانا، پہننا اور تکبر و اسراف	۱۷۵
ظلم:	۱۷۵
قیامت اور ظلم کی تاریکیاں	۱۷۵
ظالم سے تعاون اسلام سے بغاوت ہے	۱۷۵
حقیقی مفلس	۱۷۵
مظلوم کی فریاد	۱۷۶
غصہ:	۱۷۷
غصے پر قابو رکھنا	۱۷۷
غصے کا علاج	۱۷۷
قدرت کے باوجود معافی کا اجر	۱۷۸
غصہ اور زبان پر قابو پانا	۱۷۸

مومنانہ اخلاق	۱۷۸
رسولؐ اللہ کی نصیحت ـــــ غصہ نہ کرو	۱۷۹
کسی کی نقل اتارنا	۱۷۹
دُوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا	۱۷۹
جھوٹ:	۱۸۰
جھوٹ اور نفاق	۱۸۰
سب سے بڑا جھوٹ	۱۸۰
جھوٹا تکلف	۱۸۰
عظیم خیانت	۱۸۱
بچوں سے کِذب بیانی	۱۸۱
جھوٹ کسی حالت میں جائز نہیں	۱۸۲
مذاق میں جھوٹ	۱۸۲
جنت میں مدارج	۱۸۲
فحش گوئی اور بدزبانی	۱۸۳
دو رُخا پن:	۱۸۴
بدترین عادت	۱۸۴
آگ کی دو زبانیں	۱۸۴
غیبت:	۱۸۵
غیبت اور بہتان کا فرق	۱۸۵
غیبت زنا سے بدتر ہے	۱۸۵
غیبت کا کفارہ	۱۸۶

مُردوں کو بُرا بھلا کہنا	۱۸۶
بے جا حمایت اور طرف داری	۱۸۷
غیر کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کی تباہی	۱۸۷
قومی عصبیت	۱۸۷
بے جا حمایت ہلاکت ہے	۱۸۷
منہ پر بے جا تعریف کی مذمت	۱۸۸
منہ پر تعریف	۱۸۸
فاسق کی تعریف	۱۸۹
جھوٹی شہادت:	۱۹۰
جھوٹی گواہی اور شرک برابر ہیں	۱۹۰
بُرا مذاق، وعدہ خلافی، جھگڑا اور مناظرہ	۱۹۰
ایفائے عہد کی نیت	۱۹۱
عیب چینی	۱۹۱
بلا تحقیق بات کو پھیلانا	۱۹۲
چغلی کھانا:	۱۹۳
جنت سے محرومی	۱۹۳
عذاب میں گرفتاری	۱۹۳
عیب اور چغلی کی ممانعت	۱۹۳
حسد ــــــ نیکیوں کے لیے آگ	۱۹۳
بدنگاہی:	۱۹۴
پہلی نظر	۱۹۴

دوسری نظر ۱۹۴

باب۹: اَخلاقی خوبیاں ۱۹۵

بعثتِ نبوی کا مقصد ۱۹۵
اسوۂ نبویؐ ۱۹۵
اخلاقِ حسنہ کی نصیحت ۱۹۶
وقار و سنجیدگی ۱۹۶
سادگی وصفائی ۱۹۷
سلیقہ وصفائی ۱۹۷
پراگندہ بال شیطانی طریقہ ہے ۱۹۷
دولت اور پراگندہ حالی ۱۹۸
بہترین اسلام ـــــ کثرت سلام ۱۹۸
محبت کا گر ـــــ سلام کرنا ۱۹۹
زبان اور شرم گاہ کی حفاظت ۱۹۹
غیر ذمہ دارانہ باتیں ۲۰۰

باب۱۰: دعوت وتبلیغ ۲۰۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کیا تھی؟ ۲۰۱
عمرو بن عبسہ کے سوالات ۲۰۲
دین سیاسی نظام کی حیثیت میں: ۲۰۵
کام یابی آزمائشوں کی راہ سے ۲۰۵
ہجرت اور جہاد ۲۰۶

التزامِ جماعت:	۲۰۹
سفر میں تنظیم	۲۰۹
جماعت سے علیحدگی	۲۰۹
حصولِ جنت ــــــ جماعت کے ذریعے	۲۱۰
امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت:	۲۱۱
امیرِ جماعت کی ذمہ داری	۲۱۱
خیانت کار امیر	۲۱۱
غیر مخلص و کاہل امیر	۲۱۱
خویش پرور امیر	۲۱۲
امیر کا ایثار	۲۱۲
بردبار امیر	۲۱۳
سمع واطاعت کی حدود	۲۱۳
قائد و عوام کی خیر خواہی	۲۱۴
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:	۲۱۸
بدعتی کی تعظیم	۲۱۸
منافق کی سیادت	۲۱۸
شرابی کی عیادت	۲۱۹
دین میں مداہنت کا انجام	۲۱۹
نہی عن المنکر ــــــ ایک فریضہ	۲۲۰
پڑوسی کو دین کی تعلیم دینا	۲۲۰
دعوت بلا عمل:	۲۲۳

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ۲۲۳

آگ کی قینچیاں ۲۲۳

کرنے کے کام ۲۲۴

دعوت کی ابتدا ـــــ اپنی ذات سے ۲۲۴

علم اور عمل ۲۲۵

حصولِ علم دین: ۲۲۶

دین کا فہم ۲۲۶

طلبِ علم کا صلہ ۲۲۶

ذکر و علم کا موازنہ ۲۲۷

دعوت و تبلیغ کے اہم اصول: ۲۲۸

ہفتے میں ایک مرتبہ وعظ ۲۲۸

کثرتِ وعظ کے نقصانات ۲۲۸

دین میں سہولت ۲۲۹

اندازِ گفتگو ۲۳۰

جذبات و رجحانات کا خیال ۲۳۱

بیم و رجا ۲۳۱

دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے خوش خبری: ۲۳۲

محافظینِ دین، اللہ کی حفاظت میں ۲۳۲

محبانِ رسولؐ ۲۳۲

دین و اہل دین کی اجنبیت ۲۳۲

باب ۱۱: داعیانہ صفات

شکر: ۲۳۳

شکر بحیثیت کفارۂ گناہ	۲۳۴
نئے لباس پر شکر گزاری	۲۳۵
سوار ہوتے وقت شکر ادا کرنا	۲۳۵
سوتے اور جاگتے وقت کی دعائیں	۲۳۶
نعمتِ اسلام پر شکر	۲۳۶
بیت الحمد	۲۳۷
صبر و شکر ـــــــ خیر کثیر	۲۳۸
جذبہ شکر پیدا کرنے کی تدبیر	۲۳۸
حیا	۲۳۸
صبر و استقامت:	۲۴۰
صبر ـــــــ بہترین نیکی	۲۴۰
فطری رنج اور صبر	۲۴۰
صبر ـــــــ گناہوں کا کفارہ	۲۴۱
آزمائش میں تسلیم و رضا	۲۴۱
استقامت ـــــــ ایک جامع ہدایت	۲۴۲
صابر ـــــــ خوش بخت انسان	۲۴۲
صبر کی مشکلات	۲۴۳
توکل:	۲۴۴
توکل کی حقیقت	۲۴۴
تدبیر و توکل	۲۴۵
توکل ـــــــ ذریعۂ اطمینان	۲۴۵

توبہ واستغفار: ۲۴۶
توبہ پر اللہ کی خوشی ۲۴۶
توبہ کی مدت ۲۴۶
استغفار کی حد ۲۴۷
صرف اللہ سے مانگو ۲۴۷
محبتِ خلق ۲۴۸
غلام آزاد کرنا ۲۴۹
نیکی کا تصور اور معیار ۲۴۹
اخلاصِ عمل ۲۵۰
باب ۱۲: اصلاح وتربیت کے ذرائع ۲۵۳
خدا کی صفات کا تذکر ۲۵۳
دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت: ۲۵۷
شرح صدر کی علامت ـــــ موت کی تیاری ۲۵۷
خطرے کی گھنٹی ۲۵۸
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو ۲۵۸
موت کی یاد ۲۵۹
قبروں کی زیارت ۲۶۰
قبرستان کے آداب ۲۶۱
عیش کوشی ۲۶۲
دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ـــــ ذلت کا سبب ۲۶۲
دنیا وآخرت کا موازنہ ۲۶۳
عقل مند کون؟ ۲۶۳

محرومِ رحمت	۲۶۴
حقیقی حیا	۲۶۴
جامع نصیحت	۲۶۵
پانچ باتوں کی جواب طلبی	۲۶۵
جنت غافل کے لیے نہیں	۲۶۶
تلاوتِ قرآن مجید:	۲۶۷
شفاعتِ قرآن	۲۶۷
قرآن مجید کے آداب	۲۶۷
تلاوتِ قرآن سے نورِ الٰہی کا حصول	۲۶۸
دل کے زنگ کا علاج	۲۶۸
نوافل اور تہجد:	۲۶۹
تقرب الی اللہ کے ذرائع	۲۶۹
تہجد کی ترغیب	۲۷۰
پابندیٔ عمل	۲۷۱
نزولِ رحمت کا وقت	۲۷۲
انفاق:	۲۷۲
افضل دینار	۲۷۲
افضل صدقہ	۲۷۲
فرشتوں کی دعائیں	۲۷۳
زائد از ضرورت مال خرچ کرو	۲۷۳
انفاق کا بدلہ	۲۷۴
بخیل اصحابِ ثروت کی ہلاکت	۲۷۴
ذکرو دُعا:	۲۷۵

اللہ کی معیت	۲۷۵
ذکر زندگی ہے	۲۷۵
ذکر کی تعلیم	۲۷۵
سیدالاستغفار	۲۷۶
سونے کا طریقہ اور دعا	۲۷۷
پریشان کی دعا	۲۷۷
پریشانی اور غم کی دعا	۲۷۸
تمام بھلائیوں کی دعا	۲۷۹
دعائے خیر	۲۷۹
نومسلم کی دعا	۲۸۰
دعا بعد از نماز	۲۸۰
فرض نماز کے بعد کی دعا	۲۸۱
باب ۱۳: اُسوۂ رسول	۲۸۳
عملی نمونہ:	۲۸۳
نماز اور خطبے میں میانہ روی	۲۸۳
مقتدیوں کا لحاظ	۲۸۳
لمبی نماز	۲۸۴
طریقہ تعلیم:	۲۸۴
ذمہ داری کسے دی جائے؟	۲۸۴
آدابِ نماز کی تعلیم	۲۴۸
دین میں آسانی	۲۸۵
جذبات کا احترام	۲۸۶
شفقت علی الخلق:	۲۸۷

بھوکوں کو کھانا کھلانا	۲۸۷
دو کے کھانے میں تیسرے کی شرکت	۲۸۹
تالیفِ قلب	۲۹۰
اقامتِ دین کی راہ میں:	۲۹۱
مخالفین کے لیے دعا	۲۹۱
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دِہ موقع	۲۹۱
باب ۱۴: اصحابِ نبیؐ کا حال	۲۹۳
ابنِ عمرؓ اور نمازِ تہجد	۲۹۳
انفاق اور ذکر	۲۹۳
افلاس میں مہمان نوازی	۲۹۵
حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شان	۲۹۷
اصحابِ صفہ کی شان	۲۹۸
خبیبؓ کے متعلق دشمن کی شہادت	۲۹۸
حضرت عائشہؓ کا ابنِ زبیرؓ سے مقاطعہ	۳۰۰
غلاموں پر سختی کرنے کا احساس	۳۰۲
فکرِ آخرت:	۳۰۵
عذاب کا مستحق کون؟	۳۰۵
قبولِ اسلام سے پہلے کے گناہ	۳۰۶
نمازوں کی کثرت	۳۰۷
شہادت کا اجر	۳۰۸
صغیرہ گناہ	۳۰۹
اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت	۳۰۹

عرضِ ناشر

مولانا جلیل احسن صاحب ندوی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دینی، علمی اور ادبی حلقوں میں آپ صرف معروف ہی نہیں، بلکہ ایک اونچا مقام رکھتے ہیں۔ الانصاف، دعوت اور زندگی (بھارت) میں آپ کے بلند پایہ مضامین، ہر ایک سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کرنا، اسلام کی حقانیت کو بدلائل ثابت کرنا اور اسلامی تعلیمات کو ہر خاص و عام تک آسان اور دل نشین انداز میں پیش کرنا آپ کا خاصہ ہے۔ زیرِ نظر تالیف راہِ عمل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آپ نے یہ مجموعہ خالص تربیتی نقطۂ نظر سے مرتب کیا ہے، تاکہ مسلمان، ہادیٔ اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال و افعال کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو مرتب کریں۔

ہم اس کتاب کا تازہ اڈیشن نظرثانی کے بعد نئی ترتیب اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ چند برسوں میں اس کے کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ہم اس قبولیتِ عام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور فضلِ مزید طلب کرتے ہیں۔

پچھلے اڈیشنوں میں جو غلطیاں اور خامیاں نظر آئی ہیں انھیں اس جدید اڈیشن میں دور کر دیا گیا ہے۔ بعض عنوانات کو بھی تبدیل کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ موجودہ اڈیشن اُن غلطیوں سے پاک ہوگا۔

تصحیح و نظرثانی کے لیے ہم محترم عبدالوحید خاں صاحب اور حافظ عبدالشکور صاحب کے ممنون و شکر گزار ہیں۔ ان دونوں حضرات نے کمال محنت و جاں فشانی سے اس دشوار کام کو انجام دیا ہے۔

مینجنگ ڈائریکٹر

۲۸۔فروری ۲۰۰۶ء

صراحت برائے اشاعتِ نَو

زیرنظر اشاعت میں راہِ عمل کی بیشتر احادیث کا اصل کتب احادیث سے تقابل کیا گیا ہے تا کہ احادیث کے متون، حوالے اور اعراب کی صحت کو یقینی بنایا جا سکے۔ ضرورت کے تحت بعض احادیث کے تراجم اور تشریحات کی جزوی تلخیص بھی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ راہِ عمل کے ابواب میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کی اشاعتوں میں راہِ عمل بارہ (۱۲) ابواب پر مشتمل تھی۔ نئی اشاعت میں ابواب کی تعداد چودہ (۱۴) ہوگئی ہے۔ اضافے کی وجہ یہ ہے کہ کتاب کے سب سے پہلے عنوان: حسنِ نیت پر مشتمل احادیث کو پہلا باب بنایا گیا ہے۔ اسی طرح حیوانات کے حقوق سے متعلق احادیث کو بھی الگ باب کی شکل دے دی گئی ہے۔ یوں یہ کتاب ایک نئی تدوین میں قارئین واحباب کے پیش خدمت ہے۔

خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ راہِ عمل تدوین نو کے بعد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے مہینے ربیع الاول میں اشاعت پذیر ہورہی ہے۔

راہِ عمل میں تحقیق و تلخیص اور تدوین کا یہ سارا کام شعبہ تحقیق و تصنیف اسلامک پبلی کیشنز کے نئے رکن عبدالجبار بھٹی نے انجام دیا ہے۔ ادارہ ان کے علم اور صلاحیتوں میں اضافے اور عمل کی توفیق کے لیے دعا گو ہے۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین اور احباب ـــــ خصوصاً علمائے کرام ـــــ ہماری اس نئی پیش کش کا خیر مقدم کریں گے اور اپنے مشوروں اور تجاویز سے بھی نوازتے رہیں گے۔

والسلام

نیازکیش

جنرل منیجر

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

مطابق، ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء

نقشِ خیال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بڑی اہمیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے کہ جو شخص ہدایت کا پیاسا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت کی راہ پر لگاتا ہے، اور جس کے اندر ہدایت کی پیاس نہیں ہوتی، اُسے ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرتا کہ مچھلی مانگنے والے کو سانپ دے دے، اور سانپ کے طلب گار کو مچھلی بخش دے۔ جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ اسے ہدایت ملے تو اللہ اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ فرماتا ہے جس طرح کا معاملہ والد اپنے بچے اور شفیق استاد اپنے محنتی شاگرد کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی راہ پر لگاتا ہے، اور راہ پر لگا کر چھوڑ نہیں دیتا، بلکہ اُسے برابر اپنی طرف کھینچتا اور آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس، جس کے اندر ہدایت کی طلب نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اس سے بے پروا ہو جاتا ہے، اُسے چھوڑ دیتا ہے کہ جس راہ پر چاہے چلے اور جس کھڈ میں چاہے گرے۔

قرآن مجید، انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، اس سے روشنی صرف وہی پاتا ہے جس کے اندر ہدایت کی پیاس ہوتی ہے، لیکن جو شخص اپنی ہدایت کے لیے قرآن کے پاس نہیں جاتا، بلکہ محض ''علمی سیر'' کے طور پر اور ''معلومات میں اضافے'' کی غرض سے جاتا ہے تو ایسے آدمی کو قرآن سے کوئی راہ نمائی نہیں ملتی۔ یہی خاصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

اگر کوئی ہدایت کی نیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھتا ہے تو اُسے روشنی ملتی ہے، لیکن

اگر کوئی حدیث کا مطالعہ ''علمی سیر'' اور ''معلومات میں اضافے'' کی غرض سے کرتا ہے تو اُسے یہاں سے کوئی روشنی نہیں ملتی۔ ہدایت اور ضلالت کے بارے میں اللہ کی سنت یہی ہے، اور اللہ کی سنت نہیں بدلتی۔

یہ کتاب راہِ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا مجموعہ ہے اور اسے اصلاح وتربیت کے مقصد سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ علمی سیر کے طور پر یا محض معلومات بڑھانے کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے۔ احادیثِ نبیؐ کو اس طرح پڑھنے میں بڑا گھاٹا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صرف ترجمہ اور توضیح کا پڑھنا اور احادیث کے الفاظ نہ پڑھنا بڑی محرومی کی بات ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ جو حدیث سامنے آئے اس پر ٹھہر کر غور کرلیا جائے تو یقین ہے کہ اصلاح وتربیت کے بہت سے ایسے پہلو بھی سامنے آئیں گے جو تشریح وتوضیح کے ضمن میں بیان نہیں ہوسکے ہیں۔

اصلاح وتربیت کے محتاج یوں تو ہم سارے ہی مسلمان ہیں، لیکن اس کے سب سے زیادہ محتاج وہ لوگ ہیں جو دین کا کام کرنے اٹھیں، جنھوں نے یہ طے کیا ہو کہ بگاڑ کے اس زمانے میں اور بگڑے ہوئے ماحول میں حق کی شہادت کا کام کریں گے۔ یہ حق کی شہادت اور دین کی اقامت کا کام بڑی تیاری چاہتا ہے۔

کتاب کے سب پڑھنے والوں سے ــــــ خصوصاً حضرات علما واساتذۂ حدیث سے ــــــ درخواست ہے کہ اس مجموعے میں جہاں کہیں کوئی غلطی نظر آئے، اس کی نشان دہی فرمائیں۔ میں ان کا بہت ممنون ہوں گا اور اللہ تعالیٰ انھیں اس کا اجر دے گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

عاجز مرتب

جلیل احسن ندوی عفا اللہ عنہ

۱

اخلاصِ نیت

نیت کے مطابق اجر

۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّانَوٰی، فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ. وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَأَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیْہِ. (متفق علیہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔ (مثلاً) جس نے اللہ اور رسولؐ کے لیے ہجرت کی ہوگی، واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔

یہ حدیث اصلاح و تربیت کے باب کی نہایت اہم حدیث ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر نیت ٹھیک ہے تو اس کا ثواب ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا۔ کوئی عمل چاہے وہ دیکھنے میں نیک ہو، اس کا اجر آخرت میں صرف اسی صورت میں ملے گا جب کہ وہ خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔ اگر اس عمل کا محرک دنیا طلبی ہو، اگر اسے کسی اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے ہی انجام دیا گیا ہو تو آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہ لگے گی، اس کا یہ عمل وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا۔ اس حقیقت کو آپؐ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح فرمایا کہ دیکھو! ہجرت جتنا بڑا نیکی کا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں، بلکہ اپنی دنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے ہجرت (ترکِ وطن) کرتا ہے تو آخرت میں اسے اس عمل کا

جو بظاہر بہت بڑی نیکی ہے، کچھ ثواب نہ ملے گا، بلکہ الٹا اس پر جعل سازی اور فریب دہی کا مقدمہ قائم ہوگا۔

نیکی کا معیار

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمھاری شکل وصورت اور تمھارے مال کو نہ دیکھے گا، بلکہ تمھارے دلوں کو اور تمھارے اعمال کو دیکھے گا۔

فاسد نیت کا وبال:

۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ ن اسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ،

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِیْکَ الْقُرْاٰنَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ هُوَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ،

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ مَا تَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَکَ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَّادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: قیامت کے

دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا جس نے شہادت پائی ہوگی۔ اسے خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔ پھر خدا اسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ انھیں تسلیم کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتیں پا کر کیا کام کیے؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری خوشنودی کی خاطر (تیرے دین سے لڑنے والوں کے خلاف) جنگ کی، یہاں تک کہ میں نے اپنی جان دے دی۔ خدا اس سے کہے گا: تو نے یہ بات غلط کہی کہ میری خاطر جنگ کی، تو نے صرف اس لیے جنگ کی (اور جاں بازی دکھائی) کہ لوگ تجھے جری اور بہادر کہیں۔ سو! دُنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس ''مردِ شہید'' کو منہ کے بل گھسیٹتے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک اور شخص خدا کی عدالت میں پیش کیا جائے گا جو دین کا عالم و معلم ہوگا۔ خدا اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ انھیں تسلیم کرے گا۔ تب اس سے کہے گا: ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا عمل کیے؟ وہ عرض کرے گا: خدایا! میں نے تیری خاطر دین سیکھا اور تیری خاطر دوسروں کو اس کی تعلیم دی، اور تیری خاطر قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ کہا۔ تم نے تو اس لیے علم سیکھا تھا کہ لوگ تمھیں عالم کہیں، اور قرآن مجید اس غرض سے تم نے پڑھا تھا کہ لوگ تمھیں قرآن کا جاننے والا کہیں۔ سو! تمھیں دنیا میں اس کا صلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو۔ چنانچہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

تیسرا آدمی وہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسے شخص کو خدا کی جناب میں پیش کیا جائے گا اور وہ اُسے اپنی سب نعمتیں بتائے گا۔ وہ ساری نعمتوں کا اقرار کرے گا کہ ہاں! یہ سب نعمتیں اسے دی گئی تھیں۔ تب اس سے اس کا رب پوچھے گا: میری نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کیے؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا، ان سب راستوں میں، میں نے تیری خوشنودی کے لیے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جھوٹ کہا تو نے۔ یہ سارا مال تو نے اس لیے لٹایا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو!

یہ لقب دنیا میں تجھے مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے لے جا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اوپر کی تینوں روایتیں جس حقیقت کو وضاحت سے سامنے لاتی ہیں، وہ یہ ہے کہ آخرت میں کسی نیک کام کی ظاہری شکل پر کوئی انعام نہیں مل جائے گا۔ وہاں تو صرف وہی کام اجر و ثواب کا مستحق ہوگا جسے خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہوگا۔ بڑے سے بڑا نیکی کا کام اگر اس لیے کیا گیا ہے کہ دوسرے اس سے خوش ہوں یا لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت بڑھے، تو خدا کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ ایسا عمل خدا کی میزان میں کھوٹا بلکہ جعلی سکہ قرار پائے گا۔ نہ ایسا ایمان وہاں کام آئے گا اور نہ ایسی عبادت۔

۲

ایمانیات

ایمان کی بنیادیں

۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ...... **قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔** (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''بتائیے ایمان کیا ہے؟''

آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ خیر ہو، چاہے شر۔

یہ ایک لمبی حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے جو حدیث جبرائیلؑ کے نام سے مشہور ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی شکل میں آئے اور اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔ آپؐ نے سب کے جواب دیے۔ ان میں سے ایمان کے متعلق سوال وجواب یہاں نقل کیا گیا ہے۔

ایمان کے اصل معنی ہیں: کسی پر اعتماد کرنا اور اس کی وجہ سے اس کی بات کو سچ ماننا۔ جب آدمی کو کسی کی سچائی کا یقین ہوتا ہے تب ہی اس کی بات مانتا ہے۔ ایمان کی اصل روح یہی اعتماد و یقین ہے، اور آدمی کے مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کے ذریعے آتی

ہیں۔ان میں سے جن بنیادی ایمانیات کا ذکر اس حدیث مبارکہ میں آیا ہے، ان کی الگ الگ مختصر تشریح یہ ہے:

۱۔ ایمان باللہ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہمیشہ سے موجود مانا جائے۔ اسے کائنات کا پیدا کرنے والا اور کائنات کا تنہا انتظام کرنے والا مانا جائے۔ تسلیم کیا جائے کہ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، نہ دنیا کو پیدا کرنے میں اور نہ دنیا کا انتظام چلانے میں۔ یہ بھی مانا جائے کہ اس کی ذات ہر طرح کے عیب اور ہر قسم کی کمی سے پاک ہے اور وہ تمام اچھی صفتوں کا مالک اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق ہیں۔ وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ہر وقت خدا کی بندگی میں لگے رہتے ہیں۔ وفادار غلام کی طرح مالک کا ہر حکم بجا لانے کے لیے ہاتھ باندھے، اس کے حضور میں کھڑے رہتے ہیں، دنیا میں نیک کام کرنے والوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

۳۔ کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے رسولوں علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعے وقتاً فوقتاً جو ہدایت نامے بھیجے، سب کو سچا مانا جائے۔ ان میں آخری ہدایت نامہ قرآن مجید ہے۔ پہلی اُمتوں نے اپنی کتابیں بگاڑ ڈالیں، تب آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آخری کتاب بھیجی جو صاف اور واضح ہے۔ جس میں کوئی نقص نہیں اور جو ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ ہے اور اب اس کتاب کے سوا، دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کے ذریعے خدا تک پہنچا جا سکتا ہو۔

۴۔ رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنے رسول علیہم الصلوۃ والسلام خدا کی طرف سے آئے، سب سچے ہیں۔ ان سب رسولوں نے بلا کسی کمی بیشی کے خدا کی باتیں لوگوں تک پہنچائیں۔ اس سلسلے کی آخری کڑی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب انسانوں کی نجات صرف آپؐ کے طریقے کی پیروی میں ہے۔

۵۔ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ ایک ایسا دن

آنے والا ہے جس میں انسانوں کی زندگی کے پورے ریکارڈ کی جانچ پڑتال ہوگی تو جس کے اعمال پسندیدہ ہوں گے، وہ انعام پائے گا اور جس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں گے، وہ سزا پائے گا۔ سزا بھی لامحدود ہوگی اور انعام بھی لامحدود۔

۶۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، سب خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔ یہاں صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو، اور دنیا کا کارخانہ کسی اور ڈھب سے چل رہا ہو۔ ہر خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کا ایک قانون ہے جسے اس نے پہلے سے بنا دیا ہے۔ خدا کے شکر گزار بندوں پر جو مصیبت آتی ہے وہ جن مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اور جو آزمائش ان پر آتی ہے، یہ سب حالات ان کے رب کے حکم اور پہلے سے طے کیے ہوئے قانون کے تحت آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب

ایمان باللہ اور اس کے اثرات

۵۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اِلَّا مُؤْخِرَۃُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَقُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ. قَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَاحَقُّ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی عِبَادِہٖ قَالَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَ یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ هَلْ تَدْرِیْ مَاحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَھُمْ. (بخاری و مسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک سفر میں) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوے کا صرف پچھلا حصہ حائل تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے کہا: حضور! غلام حاضر ہے، فرمایئے۔ (آپؐ نے سکوت اختیار فرمایا) پھر کچھ دُور چلنے کے بعد پکارا: اے معاذ بن جبل! میں نے وہی لفظ دہرائے جو پہلی بار کہے تھے۔ (لیکن آپؐ نے کچھ نہیں کہا)۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد آپؐ نے پکارا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: حضور! غلام حاضر ہے، ارشاد فرمایئے۔ تب آپؐ نے فرمایا: تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر علم رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی بندگی کریں اور بندگی میں کسی غیر کو ذرا سا بھی ساجھی نہ بنائیں۔

پھر آپؐ نے تھوڑی دُور چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: ارشاد ہو، یہ غلام آپؐ کی بات غور سے سنے گا (اور وفادارانہ آپ کی اطاعت کرے گا) آپؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی بندگی کرنے والے بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ میں آپؐ کے بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا، سننے اور سنانے میں کوئی دقت نہ تھی۔ آپؐ کے ارشاد کو بڑی آسانی سے سُن سکتا تھا۔ لیکن جو بات آپؐ فرمانا چاہتے تھے، بڑی اہم تھی۔ اس لیے آپؐ نے دو بار پکارا، اور کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ یہ اس لیے کیا کہ مجھ پر اس بات کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے اور میں خوب کان لگا کر سنوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے توحید کی اہمیت معلوم ہوئی کہ یہ جہنم کے عذاب سے بچانے والی ہے۔ جو چیز خدا کے غضب سے بچانے والی ہو، اور جنت کا حق دار بنانے والی ہو، اس سے زیادہ قیمتی چیز بندے کی نگاہ میں اور کیا ہوگی۔

ایمان باللہ کا مفہوم:

۶۔ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامُ رَمَضَانَ۔ (مشکوٰۃ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کی نمایندگی کرنے والے لوگوں سے) پوچھا: جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر علم رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک طریقے پر ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔

ایمان کا اثر معاملاتِ زندگی پر

۷۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّاقَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ. (مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خطبہ دیا، اس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں اور جسے عہد کا پاس نہیں، اس کے پاس دین نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق، جن کی پوری فہرست اللہ کی کتاب میں ہے، ادا نہیں کرتا وہ ایمان کی پختگی سے محروم ہے، اور جو شخص کسی بات کو نبھانے کا قول وقرار دے، پھر اسے نہ نبھائے، اس عہد کو پورا نہ کرے، وہ دین داری کی نعمت سے محروم ہے۔ جس کے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوطی سے جمی ہوتی ہیں، وہ تمام حقوق کی ادائیگی میں امین ہوتا ہے۔ کسی حق کی ادائیگی میں وہ خیانت نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ آدمی جس کے اندر دین داری ہوگی، وہ عہد کو مرتے دم تک نبھاہے گا۔ یاد رہے کہ سب سے بڑا حق اللہ کا ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اس کی بھیجی ہوئی کتاب کا ہے، اور سب سے بڑا عہد وہ ہے جو آدمی اپنے خدا سے اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اور نبی کے لائے ہوئے دین سے کرتا ہے۔

ایمان کا اثر اخلاق پر

۸۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْاِیْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَۃُ. (مسلم)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ایمان نام ہے صبر اور سماحت کا۔

یعنی ایمان یہ ہے کہ آدمی خدا کی راہ اپنے لیے پسند کرے اور اس راہ میں جو مصیبت پیش آئے، اسے برداشت کرے اور خدا کے سہارے آگے بڑھتا جائے۔ یہ صبر ہے۔ نیز آدمی اپنی کمائی خدا کے محتاج و بے سہارا بندوں پر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے اور خرچ کرکے خوشی محسوس کرے یہ سماحت ہے۔ نیز یہ لفظ نرم خوئی اور عالی ظرفی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

ایمان کامل کی علامات

۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ. (بخاری، عن ابوامامہؓ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے لیے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک رکھا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنی تربیت کرتے کرتے اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ جس سے جڑتا ہے اور جس سے کٹتا ہے، اللہ کی خاطر جڑتا اور کٹتا ہے، خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس سے جڑتا اور کٹتا ہے۔ دین کی خاطر کسی سے محبت کرتا ہے اور کسی سے نفرت۔ اس کی محبت اور نفرت اپنی کسی ذاتی غرض اور دنیاوی مفاد کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر ہوتی ہے۔ جب آدمی کی یہ حالت ہو جائے تب سمجھو کہ اس کا ایمان مکمل ہوا۔

حلاوتِ ایمان کا حصول

۱۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَّضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا. (بخاری و مسلم عن عباسؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب ماننے اور اسلام کو اپنا دین ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کرنے پر راضی ہوگیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اپنے آپ کو دے کر اور اسلامی شریعت کی پیروی کرکے اور اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نمائی میں دے کر پوری طرح مطمئن ہے، اس کا فیصلہ ہے کہ مجھے کسی اور کی بندگی نہیں کرنی ہے اور ہر حال میں اسلام کی راہ پر چلنا ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے انسان کی راہ نمائی میں

زندگی نہیں گزارنی ہے۔ جس شخص کا یہ حال ہو جائے تو سمجھ لو کہ ایمان کی مٹھاس اُس نے پالی۔

۲۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب

گفتار و کردار کا بہترین معیار

۱۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھُدٰی ھَدْیُ مُحَمَّدٍ. (مسلم عن جابرؓ)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین کلام اللہ کی کتاب اور بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے (جس کی پیروی کی جانی چاہیے)۔

سُنّت اور پاکیزگیٔ دل

۱۲۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَابُنَیَّ وَذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو اس طرح زندگی گزار سکے کہ تیرے دل میں کسی کی بدخواہی نہ ہو تو ایسی زندگی بسر کر۔ پھر فرمایا: یہی میرا طریقہ ہے (کہ میرے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہیں) اور جس نے میری سنت (طریقے) سے محبت کی تو بلاشبہ اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

اطاعتِ رسولؐ کا صحیح طریقہ

۱۳۔ جَاءَ ثَلَاثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِھَا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا

فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا

فَجَآءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَیْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَ کَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ لَهٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ (مسلم عن انسؓ)

تین آدمی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس آئے۔ جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے آپؐ کی عبادت کے مقابلے میں اپنی عبادت کی مقدار کو کم تصور کیا۔ کہنے لگے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا کیا مقابلہ، ان سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ہوں گے (اور ہم معصوم نہیں ہیں۔ پس ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے) چنانچہ ان میں سے ایک نے اپنے لیے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ نفلی روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے صاحب نے کہا: میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ (جب آپؐ کو اطلاع ملی) تو آپؐ ان کے پاس گئے اور فرمایا: کیا وہ تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں۔ لیکن دیکھو! میں (نفلی) روزے کبھی رکھتا ہوں، کبھی نہیں رکھتا۔ اسی طرح میں (رات میں) نوافل بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور دیکھو! میں بیویاں بھی رکھتا ہوں (سو تمھارے لیے خیریت میرے طریقے کی پیروی میں ہے) جو شخص میری سنت سے بے رخی برتے یعنی جس کی نگاہ میں میری سنت کی وقعت نہیں، وہ میرے گروہ میں سے نہیں ہے۔

پسند و ناپسند کا پیمانہ

۱۴۔ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَیْئًا فَرَخَّصَ فِیْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَنَزَّهُوْنَ

عَنِ الشَّیْ ءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللهِ اِنِّی لَاَ عْلَمُهُمْ بِاللهِ وَاَشَدُّ هُمْ لَهُ خَشْیَةً. (بخاری ومسلم عن عائشہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام اختیار فرمایا اور اس کے اندر لوگوں کو رخصت کا پہلو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس رخصت کو اختیار کرنے سے احتراز کیا۔ جب آپؐ کو ان کے اس طرزِ عمل کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: کیوں کچھ لوگ اس کام کے کرنے سے بچ رہے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں ان سب سے زیادہ خدا کا علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

مُحَرَّف کتابوں سے اجتناب کی ہدایت

۱۵۔ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَکْتُبَ بَعْضَهَا قَالَ اَمُتَهَوِّ کُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَهَوَّکَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِهَا بَیْضَآءَ نَقِیَّةً وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِیْ. (مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمرؓ آئے اور کہا کہ ہمیں یہودیوں کی کچھ باتیں اچھی معلوم ہوئی ہیں تو آپؐ کی کیا رائے ہے؟ کیا ان میں سے کچھ ہم لکھ لیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم بھی گمراہی کے کھڈ میں گرنا چاہتے ہو جیسے یہود و نصاریٰ (اپنی کتابوں کو چھوڑ کر) کھڈ میں گر گئے تھے؟ میں تمھارے پاس وہ شریعت لایا ہوں جو سورج کی طرح روشن اور آئینے کی طرح صاف ہے اور آج اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کرنی پڑتی۔

یہودیوں نے اپنی کتاب تورات کی تعلیم کو بگاڑ ڈالا تھا، لیکن اس میں بگاڑ ہی بگاڑ نہ تھا، کچھ سچی باتیں بھی تھیں جنھیں مسلمان سنتے اور پسند کرتے تھے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر عمل کرنے کی اجازت دے دیتے تو دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی۔ کون سا مذہب ہے جس میں کچھ سچی اور اچھی باتیں نہیں پائی جاتیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صاف و شفاف چشمہ جس کے اپنے گھر میں موجود ہو، اسے گدلے حوض کی طرف رخ نہ کرنا چاہیے۔

ایمان کی کسوٹی

۱۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا نے کہ: کوئی شخص (مطلوبہ درجے کا) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ارادہ اور اس کے نفس کا میلان میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہیں ہوجاتا۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش، اپنے ارادے اور اپنے قلبی رجحانات کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے تابع کردے۔ قرآن مجید کے ہاتھ میں اپنی خواہش کی لگام دے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے کوئی معنی نہیں۔

ایمان اور حُبِّ رسولؐ

۱۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (انس۔ بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (مطلوبہ درجے کا) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کی نگاہ میں اُس کے باپ، اُس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مومن تب ہی بنتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے دین کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ بیٹے کی محبت کسی اور راستے پر چلنے کو کہتی ہے، باپ کی محبت کسی اور راستے پر چلانا چاہتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے راستے پر چلنے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو جب آدمی ساری محبتوں اور ان کے تقاضوں کو ٹھکرا کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کو تیار ہوجائے تو وہ پکا مومن ہے، محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایسا ہی آدمی اسلام کو درکار ہے اور ایسے ہی آدمی دنیا کی تاریخ بناتے ہیں۔ کچا ایمان، بیوی، بچوں اور باپ اور بھائی کی محبتوں پر قینچی کہاں چلا سکتا ہے۔

محبتِ خدا و رسولؐ کے تقاضے

۱۸۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْیُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔ (مشکوٰۃ، عن عبدالرحمان بن ابی قرادؓ)

ایک دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو آپؐ کے کچھ اصحاب آپؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، تو آپؐ نے پوچھا: تمھارے اس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

آپؐ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت پر مسرت ہوتی ہو، یا وہ یہ پسند کرے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اسے (بہ حفاظت) مالک کے حوالے کر دے اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

آپؐ کے وضو کا پانی لے کر برکت کے لیے چہرے اور ہاتھ پر ملنا آپؐ سے محبت کی وجہ سے تھا۔ یہ کوئی بُرا کام نہ تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ڈانٹتے، البتہ آپؐ نے انھیں بتا دیا کہ محبت کا اونچا مقام یہ ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیے ہیں، ان پر عمل کیا جائے۔ آپؐ جو دین لائے ہیں، اسے اپنی زندگی کا دین بنایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سب سے اونچا مقام ہے، بشرطیکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی لگاؤ کے ساتھ کی جائے۔

محبتِ رسولؐ اور آزمائش

۱۹۔ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّکَ قَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ

اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَهَاهُ. (ترمذی۔ عن عبداللہ بن مغفل)

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مَیں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: جو تم کہتے ہو، اس پر غور کرلو۔ اس نے تین بار کہا کہ بخدا! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر و فاقے کا مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار فراہم کرلو کیونکہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں، ان کی طرف فقر و فاقہ سیلاب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا ہے۔

کسی سے محبت کرنے اور اُسے محبوب بنانے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ اس کی پسند کو اپنی پسند اور اس کی ناپسندیدگی کو اپنی ناپسندیدگی بنا دیا جائے۔ محبوب جس راستے پر چلتا ہے، اس راستے کو اپنی زندگی کا راستہ بنا لیا جائے، اس کی قربت و محبت اور اس کی خوشنودی کی خاطر ہر چیز قربان کی جائے اور قربان کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا ایک ایک نقشِ قدم اور ایک ایک نشانِ راہ معلوم کیا جائے اور اس پر چلا جائے۔ آپؐ نے جس راہ میں چوٹیں کھائی ہیں، اس راہ میں چوٹیں کھانے کا دم داعیہ پیدا کیا جائے۔ غارِ حرا بھی آپؐ کی راہ ہے اور بدر و حنین بھی آپؐ کی راہ ہے۔ دین کی راہ پر چلنے کے نتیجے میں فقر و فاقے کی مار پڑے گی اور یہ بات معروفِ عام ہے کہ معاشی مار سب سے بڑی مار ہے۔ اس کا مقابلہ صرف توکل اور محبت الٰہی کے ہتھیار سے کیا جا سکتا ہے۔ مومن ایسے وقت میں یہ سوچتا ہے کہ اللہ میرا وکیل ہے، میں بے سہارا نہیں ہوں اور یہ کہ میں غلام ہوں۔ غلام کا کام صرف اپنے مالک کی مرضی پوری کرنی ہے اور یہ کہ میں جس کے کام پر لگا ہوا ہوں وہ رحیم و عادل ہے اس کے ہاں میری محنت ماری نہیں جا سکتی۔ اس کا اس ڈھنگ پر سوچنا ہر مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔ شیطان کے ہر ہتھیار کو بے کار کر دیتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب

اِتباعِ کتابُ اللہ کی برکات

۲۰۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنِ اقْتَدٰی بِکِتَابِ اللّٰہِ لَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا وَلَا یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا، وہ نہ تو دنیا میں بے راہ ہوگا اور نہ آخرت میں اس کے حصے میں محرومی آئے گی۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی. (طٰہٰ ۲۰:۱۲۳)

جو شخص میرے ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا، وہ نہ تو دنیا میں بھٹکے گا اور نہ آخرت میں بدبختی سے دوچار ہوگا۔

قرآن پاک سے استفادہ کرنے کا طریقہ

۲۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی خَمْسَۃِ اَوْجُہٍ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّمُحْکَمٍ وَّمُتَشَابِہٍ وَّاَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْکَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِہِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ. (مشکوٰۃ، عن ابو ہریرہؓ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن پاک میں پانچ چیزیں ہیں: حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔ پس حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام قرار دو، محکم (قرآن مجید کا وہ حصہ جس میں عقیدے اور قانون وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے) پر عمل کرو اور متشابہ (قرآن کا وہ حصہ جس میں آخرت، جنت، دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ کی باتیں بیان ہوئی ہیں) پر ایمان رکھو (اور اس کی کرید میں مت پڑو) اور امثال (قوموں کی تباہی کے عبرت ناک قصوں) سے عبرت حاصل کرو۔

۲۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ

غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْھَا. (مشکوٰۃ عن جابرؓ)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، انھیں برباد نہ کرنا اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے، ان کا ارتکاب نہ کرنا، اور کچھ حد بندیاں ہیں، انھیں پھلانگ کر آگے نہ بڑھنا، اور کچھ چیزوں سے اس نے بلا بھولے خاموشی اختیار کی ہے، تم ان کی کرید میں نہ پڑنا۔

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب

۲۳۔ عَنْ زِیَادِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَقَالَ ذٰلِکَ عِنْدَ اَوَانِ ذَھَابِ الْعِلْمِ. قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَذْھَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُہٗ اَبْنَاءَ نَا وَیُقْرِئُہٗ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَائَھُمْ فَقَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ زِیَادُ اِنْ کُنْتُ لَاَرَاکَ مِنْ اَفْقَہِ رَجُلٍ بِالْمَدِیْنَۃِ اَوَلَیْسَ ھٰذِہِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ لَایَعْمَلُوْنَ بِشَیْءٍ مِّمَّا فِیْھِمَا. (ابن ماجہ)

حضرت زیاد بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوف ناک چیز کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ: ایسا اُس وقت ہوگا جب دین کا علم مٹ جائے گا۔ تو مَیں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! علم کیوں کر مٹ جائے گا جب کہ ہم قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولادوں کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنی اولادوں کو پڑھاتے رہیں گے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب اے زیاد! میں تمھیں مدینہ کا انتہائی سمجھ دار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل مقدس کی کتنی تلاوت کرتے ہیں؟ لیکن ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔

۴۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب

اعمال کی توفیق

۲۴۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ فَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَۃِ ۔ ثُمَّ قَرَءَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ○ (بخاری، مسلم ۲)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ لکھی جا چکی ہے۔ لوگوں نے اس پر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! پھر ہم اپنے لکھے ہوئے کا کیوں نہ سہارا لیں اور عمل چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، عمل کرو، کیوں کہ ہر شخص کو اسی چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو خوش نصیب ہو، اُسے جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بدنصیب (جہنمی) ہے، اُسے جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے۔

اس کے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ واللیل کی درج بالا دو آیتیں پڑھیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: جس نے مال خرچ کیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (یعنی اسلام لایا) تو ہم اسے اچھی زندگی (یعنی جنت) کی توفیق دیں گے، اور جس نے اپنا مال دینے میں بخل سے کام لیا اور (خدا سے) بے پروا رہا اور اچھی زندگی کو جھٹلایا تو ہم اسے تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے۔ (اللیل ۹۲: ۵۔۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی اپنے کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوگا اور کن اعمال

کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ خدا نے اس "تقدیر" کو بڑی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ اب یہ آدمی کا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہے یا جنت کی راہ پر۔ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ اس کی ذمہ داری اس لیے ہے کہ خدا نے اسے ارادے کی آزادی بخشی ہے اور راستے کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے۔ یہی آزادی اسے سزا دلوائے گی اور اسی کی بدولت وہ جنت پائے گا، لیکن بہت سے کند ذہن آدمی اپنی ذمہ داری خدا کے سر ڈال کر اپنے کو مجبور سمجھ لیتے ہیں۔

قضائے مبرم

۲۵۔ عَنْ اَبِیْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِهٖ وَتُقَاةً نَتَّقِیْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَیْئًا قَالَ هِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ. (ترمذی)

ابوخزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ دعا و تعویز جسے ہم اپنی بیماریوں کے سلسلے میں کرتے ہیں، اور یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دُور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر جو ہم دکھوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، یہ اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس خدا نے کوئی بھی بیماری ہمارے لیے لکھی، اسی خدا نے یہ بھی طے کیا کہ فلاں دوا سے اور فلاں تدبیر سے فلاں بیماری دُور کی جا سکتی ہے۔ خدا بیماری کا خالق بھی ہے اور اُسے دُور کرنے والی دوا کا بھی۔ سب کچھ اس کے طے شدہ ضابطے اور قاعدہ و قانون کے تحت ہے۔

نفع ونقصان کا اصل سرچشمہ

۲۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ اِنِّیْ اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَکَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی

اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْئٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب میں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سُن)۔ دیکھ! تُو خدا کو یاد رکھ، تو خدا تجھے یاد رکھے گا۔ تُو خدا کو یاد رکھ، تو خدا کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو خدا سے مانگ۔ جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو، تو خدا سے مدد طلب کر، خدا کو اپنا مددگار بنا، اور اس بات کا یقین کر کہ لوگ متحدہ طور پر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ (یعنی کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو خدا کا ہے، وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے، اتنا ہی ملتا ہے، چاہے جس ذریعے سے ملے) اور اگر لوگ اکٹھا ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کر دیا ہے (تو پھر اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہیے)۔

اگر مگر کا چکر

۲۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰہُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ۔ (مشکوٰۃ، عن ابو ہریرہؓ حدیث نمبر ۵۰۶۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقت ور مومن بہتر، اور خدا کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت کمزور مومن کے، اور دونوں ہی میں خیر و منفعت ہے۔ تُو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن، اور اپنی مشکلات میں خدا سے مدد طلب کر، اور ہمت نہ ہار، اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آپڑے تو یوں مت سوچ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا، بلکہ یوں سوچ کہ اللہ نے یہ مقدر فرمایا، جو اس

نے چاہا، وہ کیا، اس لیے کہ ''لَو'' (اگر کہنا) شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔

اس حدیث کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو وہ مومن ہے جو جسمانی اور فکری قوت زیادہ رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی ساری قوت خدا کی راہ میں خرچ کرے گا تو دین کا کام اس کے ہاتھوں زیادہ انجام پائے گا، بہ نسبت اس شخص کے جو کم زور ہے، جس کی صحت خراب ہے، یا فکری لحاظ سے بہتر نہیں تو خدا کی راہ میں وہ بھی اپنی قوتوں کو لگائے گا، مگر اتنا کام تو نہیں کرسکتا جتنا پہلا آدمی کرتا ہے۔ اس لیے اسے دوسرے کے مقابلے میں انعام زیادہ ہی ملنا چاہیے، البتہ چوں کہ دونوں ایک ہی راہ ——— خدا کی راہ ——— کے مسافر ہیں، اس لیے اس کم زور مومن کو تھوڑا کام کرنے کی وجہ سے انعام سے محروم نہ کیا جائے گا۔ اصل میں قوت والے مومن کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اپنی قوت کی قدر کرو۔ اس کے ذریعے جتنا آگے بڑھ سکتے ہو، بڑھو کیونکہ کم زوری آجانے کے بعد آدمی کچھ کرنا بھی چاہے تو نہیں کر پاتا۔ آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی ذہانت اور تدبیر وقوت کو سہارا نہیں بناتا، بلکہ اس پر جب مصیبت آتی ہے تو اس کا ذہن یوں سوچتا ہے کہ یہ مصیبت میرے ربّ کی طرف سے آئی ہے، یہ تو میری تربیت کے کورس کا ایک حصہ ہے۔ اس طرح یہ مصیبت اس کے توکل بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے بقولِ شاعر

آلامِ روزگار کو آسان بنا دیا
جو غم ہوا اُسے غمِ جاناں بنا دیا

۵۔ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب

آخرت کی ہولناکی اور اس سے نجات کا ذریعہ

۲۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَاذَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. (ترمذی، عن ابوسعید خدریؓ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عیش و آرام اور بے فکری سے زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جب کہ حال یہ ہے کہ اسرافیل منہ میں صور لیے، کان لگائے، پیشانی جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے صور[1] پھونکنے کا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ پڑھتے رہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ "اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہتر کارساز و سرپرست ہے"

لوگ آپؐ کی بے چینی اور فکر کو دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئے اور پوچھا کہ جب آپؐ کا یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ بتایئے کہ ہم کیا کریں کہ اس دن کام یاب ہوں؟ آپؐ نے انھیں بتایا کہ خدا پر بھروسا رکھو، اس کی ولایت اور سرپرستی میں زندگی گزارو، اس کی بندگی میں جینے والے کام یاب ہوں گے۔

آخرت کا منظر

۲۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّهٗ رَاْیُ عَیْنٍ فَلْیَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ.

(ترمذی، عن ابن عمرؓ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ یہ تین سورتیں پڑھے: اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ

---

[1] صور بگل کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے فوج کو خطرے کی خبر دی جاتی ہے یا انھیں اکٹھا کرنے کے لیے بجایا جاتا ہے۔ قیامت کے صور کی حقیقت کون جان سکتا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ کہ وہ کیسا ہے۔

اِنفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۔''(ان تینوں سورتوں میں قیامت کا نہایت موثر انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے)

زمین کا بے لاگ بیان

۳۰۔ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآیَةَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَیَّ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا. (ترمذی، عن ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (الزلزال ۹۹:۴)

اس دن زمین اپنے سارے احوال بیان کرے گی۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: جانتے ہو، احوال بیان کرنے کا مطلب کیا ہے''؟ انھوں نے کہا: اللہ ورسولؐ ہی کو علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا: زمین قیامت کے دن گواہی دے گی، بیان کرے گی کہ فلاں مرد اور فلاں عورت نے، میری پیٹھ پر، فلاں دن، فلاں وقت برا یا اچھا کام کیا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا۔ (لوگوں کے اعمال کو آیت میں ''اخبار'' کہا گیا ہے)

اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کی نوعیت

۳۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حَاجِبٌ یَّحْجُبُهٗ فَیَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَهٗ مِنْ عَمَلِهٖ وَیَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا یَرٰی اِلَّا مَا قَدَّمَ وَیَنْظُرُ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَا یَرٰی اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. (متفق علیہ، عن عدیؓ)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ براہِ راست گفتگو کرے گا (حساب لے گا)۔ اس وقت وہاں نہ تو اس کا کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی اوٹ ہوگی جو اُسے چھپا لے۔ یہ شخص اپنی داہنی جانب دیکھے گا (کہ شاید کوئی سفارشی اور مددگار مل جائے) تو سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی اسے دکھائی نہ دے گا۔ پھر بائیں طرف تاکے گا تو ادھر بھی سوائے اپنے

اعمال کے اور کوئی دکھائی نہ دے گا۔ پھر سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا تو اُدھر بھی صرف دوزخ دیکھے گا (جو اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ ماحول کو دہشت زدہ کیے ہوئے ہوگی)۔ تو اے لوگو! آگ سے بچنے کی فکر کرو، ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی دے کر سہی۔

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو انفاق (خدا کے دین اور خدا کے بے سہارا بندوں پر خرچ کرنے) کی تعلیم دے رہے ہیں، اس لیے صرف اسی کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک کھجور ہے اور وہ اسی کا آدھا حصہ دے دیتا ہے تو یہ بھی خدا کی نگاہ میں قیمتی ہے۔ وہ مال کی کمی بیشی نہیں دیکھتا، بلکہ خرچ کرنے والے کے جذبے کو دیکھتا ہے۔

منافقت کا انجامِ بد

۳۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَلْقَی الْعَبْدُ رَبَّہٗ فَیَقُوْلُ اَیْ فُلَانُ اَلَمْ اُکْرِمْکَ وَاُسَوِّدْکَ وَاُزَوِّجْکَ وَاُسَخِّرْلَکَ الْخَیْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْکَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّکَ مُلَاقِیَّ فَیَقُوْلُ لَا. فَیَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاکَ کَمَا نَسِیْتَنِیْ ثُمَّ یَلْقَی الثَّانِیَ فَذَکَرَ مِثْلَہٗ. ثُمَّ یَلْقَی الثَّالِثَ فَیَقُوْلُ لَہٗ مِثْلَ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اٰمَنْتُ بِکَ وَبِکِتَابِکَ وَ بِرُسُلِکَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَیَقُوْلُ ھٰھُنَا اِذًا، ثُمَّ یَقُوْلُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاھِدًا عَلَیْکَ فَیَتَفَکَّرُ فِیْ نَفْسِہٖ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْھَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْہِ وَیُقَالُ لِفَخِذِہٖ اَنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُہٗ وَلَحْمُہٗ وَعِظَامُہٗ بِعَمَلِہٖ وَذٰلِکَ لِیُعْذَرَ مِنْ نَفْسِہٖ فَذٰلِکَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِکَ الَّذِیْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْہِ.

(مسلم، عن ابوہریرہؓ الترغیب والترغیب: ج ۴ حدیث نمبر ۵۵۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (قیامت کے دن) ایک بندہ خدا کے حضور آئے گا۔ خدا اس سے کہے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت و شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا تیرے قبضے میں گھوڑے اور اُونٹ نہیں دیے تھے؟ اور کیا ہم نے تجھے مہلت نہیں دی تھی، تو اپنی حکومت کو چلاتا اور لوگوں سے مال وصول کرتا تھا؟ وہ ان نعمتوں کا اقرار

کرے گا۔ پھر اللہ اس سے پوچھے گا: کیا تو سمجھتا تھا کہ ایک دن ہمارے سامنے پیش ہوگا؟ وہ کہے گا: نہیں، تو اللہ اس سے کہے گا کہ جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلائے رکھا، اسی طرح آج میں تجھے بھلا دوں گا۔

پھر ایسا ہی ایک دوسرا (منکرِ قیامت) خدا کے حضور آئے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال ہوگا۔

پھر ایک تیسرا شخص پیش ہوگا اور اللہ اس سے وہی سوالات کرے گا جو پہلے دو آدمیوں سے کیے تھے (جو کافر تھے)۔ یہ جواب میں کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسولوںؑ پر ایمان لایا تھا، میں نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، تیری راہ میں اپنی دولت خرچ کرتا تھا۔ پھر اسی طرح پوری قوت سے وہ اپنے دیگر بہت سے "نیک کام" گنائے گا۔ تب اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: بس رُک جاؤ۔ پھر اللہ فرمائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف گواہی دینے والا بلاتے ہیں۔ وہ اپنے جی میں سوچے گا کہ بھلا وہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا۔ (اسی لمحے) اس کے منہ کو مہر لگا کر بند کر دیا جائے گا (کیوں کہ یہ اللہ کے حضور بھی جھوٹ بولنے سے نہ شرمائے گا، جس طرح دنیا میں نبیؐ اور مومنین کے سامنے بے شرمی سے جھوٹی پاک بازی کا ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا)۔ پھر اس کی ران، گوشت اور ہڈیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ سب اس شخص کے ایک ایک مکارانہ عمل کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں گے اور اس طرح اللہ باتیں بنانے کا دروازہ بند کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ آدمی ہے جس نے دنیا میں منافقت برتی اور یہ وہ شخص ہے جس پر خدا غصے ہوا۔

آسان محاسبہ اور اس کے لیے دُعا

۳۳۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا قُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ مَاالْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يُّنْظَرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيُتَجَاوَزَ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ ـــــ يَاعَائِشَةُ ـــــ هَلَكَ۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نمازوں میں یہ دُعا کرتے سنا:

اے اللہ! مجھ سے آسان محاسبہ کیجیو، تو میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! آسان محاسبے کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آسان محاسبہ یہ ہے کہ اللہ بندے کا اعمال نامہ دیکھے اور اس کی برائیوں سے درگزر کرے۔ پھر فرمایا۔ اے عائشہؓ! جس کا حساب لیتے وقت ایک ایک چیز کرید کی گئی تو اس کی خیر نہیں۔

قرآن مجید اور دوسری احادیث میں صاف طور پر یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ پر چلتے ہیں اور بدی کی طاقتوں سے لڑتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے ان کی زندگی کی مہلت ختم ہو جاتی ہے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو معاف کر دے گا اور نیک کاموں کی قدر فرماتے ہوئے انھیں جنت میں داخل کرے گا۔ لیکن جس شخص کے چھوٹے چھوٹے کاموں کی پڑتال اور پوچھ گچھ شروع ہوگئی تو وہ عذاب میں لازماً مبتلا ہو جائے گا۔

قیامت کی شدت میں مومن سے نرم سلوک:

۳۴۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ مَنْ یَّقْوٰی عَلَی الْقِیَامِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ یُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْهِ کَالصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ۔

(مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۳۲۶)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا کہ اس دن کون لوگ کھڑے رہ سکیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (المطففین ۸۳:۶)

اے مخاطب! تو اس دن کا تصور کر جب لوگ حساب کتاب کے لیے رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے (جبکہ وہ دن ایک ہزار برس کا ہوگا)

آپؐ نے فرمایا: وہ دن مومن کے لیے ہلکا ہوگا، فرض نماز کی طرح۔

جس طرح مصیبت میں گرفتار آدمی کی راتیں اور دن بہت طویل اور کٹھن ہوتے ہیں۔ کاٹے نہیں کٹتے۔ اسی طرح مجرموں اور باغیوں کو قیامت کا دن بہت طویل یعنی ایک ہزار برس کا معلوم ہوگا۔ لیکن مومنین کے لیے قیامت کا دن اتنا مختصر اور ہلکا ہوگا جیسے ایک فرض نماز ادا کر لی

جائے۔ ہلکا اور مختصر ہی نہیں، بلکہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، جسمانی اور روحانی طمانیت اور قلب و جسم کے لیے مسرت، آسودگی اور سکون کا باعث ہوگا۔

مومن کے لیے غیر معمولی اُخروی انعامات

۳۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اِقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ۔ (بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے، جس کے بارے میں کسی کان نے سنا نہیں اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے۔ تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ۔ (السجدۃ ۳۲:۱۷)

پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں، ان کے لیے چھپا کر رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔

جنت کی شان

۳۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْضَعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا. (بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دنیا کے سروسامان سے بہتر ہے۔

"کوڑا رکھنے کی جگہ" سے مراد وہ مختصر جگہ ہے جہاں آدمی اپنا بستر بچھا کر پڑ رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ خدا کے دین پر چلنے میں کسی کی دنیا تباہ ہو جائے، وہ تمام ساز و سامان سے محروم ہو جائے اور اس کے بدلے جنت کی مختصر اور تھوڑی سی زمین مل جائے تو یہ بڑا سستا سا سودا ہے۔ فانی چیز کی قربانی کے نتیجے میں اللہ نے اسے وہ چیز دی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

آخرت کے عذاب وثواب کی حقیقت

۳۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِى النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِى الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِى الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَه يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَامَرَّبِىْ بُؤْسٌ وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ. (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) دنیا کے سب سے زیادہ خوش حال اور جہنم رسید ہونے والے ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی، تب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی خوشحالی دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش وآرام کا زمانہ آیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں تیری قسم اے میرے ربّ! کبھی نہیں۔

پھر دنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گزارنے والے ایک مومن کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا (یعنی وہ جنت سے فیض یاب ہوگا) تو اس سے پوچھا جائے گا کہ: تو نے کبھی تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکالیف کا دَور گزرا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں کبھی تنگ دستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا، میں نے تکلیف کا کبھی کوئی دَور نہیں دیکھا۔

جنت ودوزخ کے راستے کیسے ہیں؟

۳۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کو لذتوں اور نفس کی خواہشوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جنت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

مطلب یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی پوجا کرے گا اور دنیا کی لذتوں میں پڑا رہے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور

جسے جنت لینے کی تمنا ہو تو وہ کانٹوں بھری راہ اختیار کرے۔ اپنے نفس کو شکست دے کر اسے ہر مشقت اور ناگواری کو اللہ کی خاطر گوارا کرنے پر مجبور کرے کیونکہ جب تک کوئی شخص اس دشوار گزار گھاٹی کو پار نہیں کرتا، آرام اور راحت کی جنت میں کیسے پہنچے گا؟

دوزخ اور جنت سے غافل نہ رہنا چاہیے

۳۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا. (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے جہنم کی آگ سے زیادہ خطرناک چیز کوئی نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور جنت سے زیادہ عمدہ چیز نہیں دیکھی جس کا چاہنے والا بھی سو رہا ہے۔

مطلب یہ کہ کسی خطرناک چیز کو دیکھنے کے بعد آدمی کی نیند اُڑ جاتی ہے۔ وہ اس سے بھاگتا ہے، اور جب تک اسے اطمینان نہ ہو جائے یعنی اس سے محفوظ نہ ہو جائے، سوتا نہیں۔ اسی طرح جسے کسی اچھی چیز کی طلب اور فکر ہوتی ہے، جب تک وہ اُسے مل نہ جائے، وہ سوتا ہے نہ چین سے بیٹھتا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو جنت کی تمنا کرنے والے سو کیوں رہے ہیں؟ یہ جہنم سے بھاگنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ جسے کسی چیز کا ڈر ہوتا ہے، وہ بے خبر نہیں سوتا، اور جس کے اندر اچھی چیز کی تڑپ ہوتی ہے، وہ چین سے نہیں بیٹھتا۔

اِحداث فی الدین کا مرتکب کوثر سے محروم رہے گا

۴۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَیَعْرِفُوْنِیْ ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّیْ. فَیُقَالُ اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ. (بخاری، مسلم، عن سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی اُمت کو خطاب کر کے) ارشاد فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچ کر تمھارا استقبال کروں گا اور تمھیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔ جو شخص میرے پاس آئے گا، کوثر کا پانی پیے گا اور جو پیے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں

گے، میں انھیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، لیکن انھیں میرے پاس پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ تو میں کہوں گا، یہ میرے آدمی ہیں (انھیں مجھ تک آنے دو)، تو جواب میں مجھ سے کہا جائے گا کہ آپؐ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے دین میں کتنی نئی چیزیں (بدعات) داخل کردی تھیں۔ میں (یہ سُن کر) کہوں گا: دُوری ہو، دُوری ہو، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے میرے بعد دین کے نقشے کو بدل ڈالا۔

یہ حدیث اپنے اندر سب سے بڑی بشارت بھی رکھتی ہے اور بہت بڑا ڈراوا بھی۔ بشارت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا استقبال فرمائیں گے جنھوں نے آپؐ کے لائے ہوئے دین کو بلا کمی وبیشی کے قبول کیا اور اس پر عمل کیا اور جو لوگ جان بوجھ کر دین میں دین کے نام پر نئی چیزیں داخل کردیں جو دین سے ٹکراتی ہوں تو ایسے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے اور کوثر کا پانی پینے سے محروم رہ جائیں گے۔

شفاعتِ رسولؐ کے مستحق

۴۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ اَوْنَفْسِہٖ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قیامت کے دن میری شفاعت وہ حاصل کرسکے گا جس نے دل کے پورے خلوص کے ساتھ کلمہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہایت مختصر ہے لیکن اپنے معنی کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے توحید اختیار نہ کی، جس نے اسلام قبول نہ کیا، جو شرک کی گندگی ہی میں پڑا رہا، اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔ اسی طرح جس نے زبان سے تو کلمہ کہا اور دین میں داخل ہوا لیکن دل سے اسے سچا نہ جانا، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اُن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے جو دل سے ایمان لائے ہوں۔ جو توحید کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوں جیسا کہ دوسری حدیث میں مُسْتَیْقِنًا بِھَا قَلْبُہٗ (دل کے اطمینان اور یقین کے ساتھ) کے الفاظ آئے ہیں۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ یقین، عمل پر اُبھارتا ہے۔ کسی آدمی کو کنوئیں میں اپنے

بچے کے گرنے کی اطلاع ملتی ہے اور جوں ہی اسے اس خبر پر یقین آتا ہے، اسی وقت وہ فکر مند ہو کر اس کی جان بچانے کے لیے دوڑ پڑتا ہے۔ یہی حال قلبی ایمان کا ہے۔ یہ آدمی کے اندر نجات کی فکر پیدا کرتا اور عمل پر اُبھارتا ہے۔

روزِ قیامت قرابت کام نہ آئے گی

۴۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا. وَیَابَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا. یَاعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَااُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا. یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا. وَ یَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا. (بخاری، باب تفسیر سورۃ الشعراء، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" (الشعراء ۲۶:۲۱۴) "اپنے قریبی اہل خاندان کو ڈراؤ" نازل ہوئی تو آپؐ نے (قریش کو جمع کیا اور) فرمایا: اے گروہِ قریش! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو، مَیں خدا کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے عبد مناف کے خاندان والو! مَیں تم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب (حقیقی چچا) مَیں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اے صفیہؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی! مَیں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! تُو میرے مال میں سے جتنا مال مانگے، مَیں دے سکتا ہوں، لیکن اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتا۔ (پس اپنے آپ اللہ کے عذاب سے بچانے کی فکر کرو کہ ایمان اور عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔)

خائن کا حشر

۴۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَكُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ بَعِیْرٌ لَهٗ رُغَآءٌ. یَقُوْلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ

لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ، لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَرَسٌ لَہٗ حَمْحَمَةٌ، یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ، فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ، لَااُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ شَاةٌ لَّھَا ثُغَاءٌ، یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَغِثْنِیْ، فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ، لَااُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ یَجِیُٔ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ نَفْسٌ لَّھَا صِیَاحٌ فَیَقُوْلُ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ، فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ، لَااُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ یَجِیُٔ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ رِقَاعٌ تَخْفُقُ، فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ،فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ لَااُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِہٖ صَامِتٌ فَیَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ دیا، جس میں مالِ غنیمت کی چوری کے مسئلے کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا۔ پھر فرمایا:

۱۔ ''مَیں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اُونٹ ہے جو زور سے بلبلا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ: اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد فرمایئے۔ (اِس گناہ کے وبال سے بچایئے)، تو مَیں کہوں گا کہ مَیں تیری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا۔ میں نے تو تجھے یہ بات دنیا میں پہنچا دی تھی۔

۲۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کوئی گھوڑا ہے جو ہنہنا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد کو دوڑیے، تو مَیں کہوں: ''مَیں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا، مَیں نے تجھے دنیا میں یہ بات پہنچا دی تھی۔

۳۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی بکری سوار ہے اور وہ ممیا رہی ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے: اے اللہ کے رسولؐ! میری مدد کو آیئے تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تو دنیا میں تجھے بات پہنچا دی تھی۔

۴۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت والے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی

انسان سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اے اللّٰہ کے رسولؐ! میری مدد کو پہنچیے تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا میں نے تو دنیا میں تجھے بات پہنچادی تھی۔

۵۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں گا کہ اس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لہرا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے: اے اللّٰہ کے رسولؐ! میری مدد فرمایئے، تو مَیں اس کے جواب میں کہوں: میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا، مَیں نے تجھے بات پہنچادی تھی۔

۶۔ مَیں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر سونا چاندی سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے: اے اللّٰہ کے رسولؐ! میری مدد فرمایئے تو میں اس کے جواب میں کہوں: میں تیرے گناہ کی پاداش کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ مَیں نے تو تجھے دنیا میں بات پہنچادی تھی۔

اس حدیث میں جانوروں کے بولنے اور کپڑے کے لہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی یہ چوریاں قیامت کے دن چھپائی نہ جاسکیں گی۔ ہر گناہ چیخ چیخ کر متعلقہ شخص کے مجرم ہونے کا اعلان کرے گا۔ واضح رہے کہ یہ صرف مالِ غنیمت کی چوری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر بڑے گناہ کا یہی حال ہوگا۔ اللہ اس برے انجام سے ہر مسلمان کو بچائے اور برا وقت آنے سے پہلے توبہ کی توفیق نصیب ہو۔

۳

عبادات

ا۔ نماز

نماز گناہوں کو مٹاتی ہے

۴۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْاَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَایَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ. قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا. (بخاری، مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ بار غسل کرتا ہو تو بتاؤ اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: نہیں! اس کے جسم پر ذرا بھی میل کچیل نہیں رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا: یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے، اللہ ان نمازوں کے ذریعے گناہوں کو مٹاتا ہے۔

اس حدیث کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ نمازیں انسان کے گناہوں کے معاف کیے جانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ آپؐ نے اس بات کو ایک محسوس مثال کے ذریعے سمجھایا تاکہ لوگ آسانی سے بات کو سمجھ جائیں۔ نماز سے انسان کے دل میں شکر کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ خدا کی اطاعت کی راہ میں برابر بڑھتا جاتا ہے اور نافرمانیوں سے اس کا ذہن دور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس سے کبھی کوئی غلطی ہوتی بھی ہے تو جان بوجھ کر نہیں ہوتی، وہ فوراً اپنے ربّ کے سامنے گر پڑتا ہے اور رو رو کر معافی مانگتا ہے۔

نماز گناہوں کا کفارہ

۴۵۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَۃٍ قُبْلَۃً فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِیْ ھٰذَا قَالَ لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّھِمْ. (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو اس گناہ کے بارے میں بتایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط (ہود ۱۱:۱۱۴) دن کے دونوں کناروں پر نماز قائم کرو اور کچھ رات گزرنے پر بھی۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

یہ سن کر اُس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ میرے لیے خاص ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! میری اُمت کے سب لوگوں کے لیے ہے۔

یہ حدیث اُوپر کی حدیث کی مزید تشریح کرتی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ نماز گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اس حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے، وہ ایک صاحب ایمان آدمی تھا، وہ جان بوجھ کر گناہ نہیں کرتا تھا، لیکن انسان ہی تھا۔ راستے میں جذبات کی رَو میں بہہ کر اس نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا۔ اس پر اسے اتنی پریشانی ہوئی کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے یہ کہا کہ مَیں نے ایک قابل سزا کام کیا ہے، مجھ پر حد جاری ہونی چاہیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہود کے آخری رکوع کی وہ آیت اسے سنائی جو اوپر درج ہوئی جس میں اللہ نے مومنین کو دن اور رات کے اوقات میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر فرمایا: ''اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ'' یعنی نیکیاں برائیوں کو ختم کرتی ہیں اور اُن کا کفارہ بنتی ہیں۔ اس پر اس شخص کو اطمینان ہوا اور اس کی پریشانی دُور ہوئی۔ اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ گناہ سرزد ہو جانے پر کس قدر پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

کامل نماز باعثِ مغفرت ہے

۴۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ افْتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ ھُنَّ وَصَلَّاھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَھُنَّ وَخُشُوْعَھُنَّ کَانَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَہٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَہٗ. (ابوداؤد، عن عبادہ بن صامت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے، تو جس شخص نے بہتر طریقے پر وضو کیا اور ان نمازوں کے مقررہ وقتوں میں انھیں ادا کیا، اور رکوع وسجود ٹھیک سے کیے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازوں میں جھکا رہا تو اللہ نے اس کی مغفرت اپنے ذمے لے لی، اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے، اگر چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔

حفاظتِ نماز کی اہمیت

۴۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً. (مشکوٰۃ)

عبداللہ ابنِ عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ آپؐ نے ایک دن نماز پر تقریر کی اور فرمایا: جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے گا تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن روشنی اور دلیل بنیں گی اور باعثِ نجات ہوں گی، اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا تو ایسی نماز اس کے لیے نہ تو روشنی بنے گی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

اس حدیث میں ''محافظت'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی: دیکھ بھال اور نگرانی کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے ٹھیک سے وضو کیا ہے یا نہیں، وقت کے اندر نماز پڑھ رہا ہے یا نہیں، اور رکوع وسجود کا کیا حال رہا ہے۔ آخری بات یہ کہ نماز میں اس کے دل کی کیا کیفیت رہی ہے اور کیا وہ دنیا کے کاروبار اور خیالات کی وادیوں میں بھٹکتا رہا ہے، یا اپنے خدا کی طرف متوجہ رہا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ جس نے ٹھیک طرح سے نمازیں پڑھی ہوں اور نمازوں کے دوران میں اس کا دل بھی خدا کی طرف متوجہ رہا ہو، تو وہ زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی لازماً خدا کا بندہ بننے کی کوشش کرے گا۔ پھر آخرت میں ضرور کامیاب ہوگا۔

منافق نماز عصر تاخیر سے پڑھتا ہے

۴۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا. (مسلم عن انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے ڈوبنے) کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس میں زردی آجاتی ہے (اور مشرکین کی سورج پوجا کا وقت آجاتا ہے) تب یہ اُٹھتا ہے اور جلدی جلدی میں چار رکعتیں مار لیتا ہے (ایسے جیسے کہ مرغی زمین پر چونچ مارتی ہے اور پھر اٹھالیتی ہے) یہ شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی نماز میں ذرا بھی یاد نہیں کرتا۔

اس حدیث کے ذریعے مومن اور منافق کی نماز کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ منافق اپنی نماز وقت پر نہیں پڑھتا اور رکوع وسجدہ ٹھیک سے نہیں کرتا، اور اس کا دل خدا کے حضور متوجہ نہیں ہوتا۔ ویسے تو ہر نماز اہم ہے لیکن فجر وعصر کی اہمیت اور فضیلت زیادہ ہے۔ عصر کا وقت غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ بالعموم لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ رات آنے سے پہلے خرید وفروخت کرلیں اور اپنے پھیلے ہوئے کاموں کو سمیٹ لیں۔ اس لیے اگر مومن کا ذہن بیدار نہ ہو تو عصر کی نماز خطرے میں پڑ سکتی ہے اور صبح کی نماز کی اہمیت اس لیے ہے کہ نیند کا وقت ہوتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ رات کے آخری حصے میں نیند بڑی گہری اور میٹھی ہوتی ہے۔ اگر انسان کے دل میں ایمان زندہ نہ ہو تو اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر خدا کی یاد کے لیے نہیں اُٹھ سکتا۔

فجر وعصر کی نمازوں میں محافظ فرشتوں کا تبادلہ ہوتا ہے

۴۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلٰٓئِکَۃٌ بِالَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ. (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات اور دن کے وقت فرشتے جو زمین کے انتظام پر مامور ہیں، وہ اپنی ڈیوٹی بدلتے ہیں اور فجر وعصر کی نماز میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ پھر جو فرشتے تمھارے اندر

رات گزارتے ہیں، وہ اپنے ربّ کے حضور جاتے ہیں تو وہ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو انھیں نماز پڑھتے پایا تھا، اور جب ہم نے انھیں چھوڑا ہے تو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے۔

یہ حدیث نماز فجر وعصر کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہے۔ فجر کی نماز میں رات کے وقت ڈیوٹی دینے والے فرشتے شرکت کرتے ہیں اور وہ فرشتے بھی جنھیں دن میں اپنا کام کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز میں بھی فرشتے مومنین کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔ مومنین کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ انھیں فرشتوں کا ساتھ نصیب ہو اور وہ ان کی نمازوں کی گواہی دیں۔

ضیاعِ نماز سے احساسِ ذمہ داری ختم ہو جاتا ہے

۵۰۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّهٗ کَتَبَ اِلٰی عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِی الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ: تمھارے سارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ جو شخص اپنی نماز کی حفاظت کرے گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو وہ اپنے پورے دین کی حفاظت کرے گا، اور جو نماز کو ضائع کرے گا تو وہ دیگر ساری چیزوں کو بدرجہ اولیٰ برباد کر دینے والا ثابت ہوگا۔

قیامت کے روز سایۂ خداوندی سے بہرہ مند ہونے والے

۵۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ۔ (متفق علیہ عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا، اس دن جس دن سوائے اللہ کے سائے کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا:

۱۔ منصف سربراہِ مملکت

۲۔ وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی بندگی میں گزری ہو۔

۳۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے۔ وہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو پھر مسجد میں دوبارہ داخل ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔

۴۔ وہ دو آدمی جن کی دوستی کی بنیاد اللہ اور اللہ کا دین ہے، اسی جذبے کے ساتھ وہ اکٹھا ہوتے اور یہی جذبہ لیے جدا ہوتے ہیں۔

۵۔ وہ آدمی جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

۶۔ وہ آدمی جسے کسی اُونچے خاندان کی حسین وخوب صورت عورت نے بدکاری کی دعوت دی اور اُس نے محض خدا کے خوف کی بنا پر اس کی دعوت کو رد کر دیا۔

۷۔ وہ آدمی جس نے اس طرح صدقہ کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔

ریا شرک ہے

۵۲۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ. (مسند احمد)

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی، اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا تو اس نے بھی شرک کیا۔

اس ارشاد کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جو بھی نیکی کا کام کیا جائے، خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ نیت یہ ہو کہ یہ میرے مالک کا حکم ہے اور مجھے اسی کی خوشنودی کی فکر ہے۔ دوسروں کی نگاہ میں پارسا بننے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے جو نیکی کا کام کیا جائے گا، اس کی کوئی قیمت نہیں۔ قیمت تو صرف اس نیکی کی ہے جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کی گئی ہو۔

نماز باجماعت

نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے

۵۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔ (بخاری، مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بلاعذرِ شرعی) مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلگ اور اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

اصل حدیث میں فذ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی: الگ تھلگ رہنے والے کے ہیں۔ جماعت کی نماز میں ہر طرح کے مسلمان شریک ہوتے ہیں، امیر بھی، غریب بھی، خوش پوشاک بھی اور پھٹے پُرانے کپڑے پہننے والے بھی، تو جن لوگوں کے اندر بڑائی کا غرور ہوتا ہے اور مال داری کے نشے میں بدمست ہوتے ہیں وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ کوئی اور کھڑا ہو، اس لیے وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہنی بیماری کا علاج یہ بتایا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اپنے کمروں یا مسجد میں تنہا نماز نہ پڑھو۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ بالعموم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شیطانی وساوس کم پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کا خدا سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نماز باجماعت کا درجہ ستائیس گنا زیادہ ہے۔ یہی حقیقت اگلی حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے۔

نماز باجماعت افضل ہے

۵۴۔ اِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتُہٗ مَعَ رَجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا اَکْثَرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ (ابوداؤد عن ابی بن کعب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز جو وہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر پڑھتا ہے، زیادہ ایمانی نشوونما کا باعث بنتی ہے، اس نماز کے مقابلے میں جو وہ اکیلے پڑھتا ہے، اور وہ نماز جو اس نے دو آدمیوں کے ساتھ مل کر پڑھی، وہ ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز کے مقابلے

میں ایمان کی زیادتی کا باعث بنتی ہے، اور پھر جتنی ہی زیادہ تعداد میں لوگ باہم مل کر نماز پڑھیں تو وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہے (اتنا ہی خدا سے تعلق مضبوط ہوگا)۔

جماعت کے عدم قیام کا نقصان

۵۵۔ مَامِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍلَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ۔ (ابوداؤد عن ابودرداءؓ)

جس کسی بستی یا گاؤں میں تین مسلمان ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو ان پر شیطان غلبہ پالیتا ہے۔ تو (اے مخاطب!) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو اپنے اُوپر لازم کرلے، کیوں کہ بھیڑیا صرف اس بکری کو کھاتا ہے جو اپنے چرواہے سے دُور اور اپنے گلّے سے الگ ہوجاتی ہے۔

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں جماعت قائم نہ کی جائے تو اللہ اپنی حفاظت ونگرانی کا ہاتھ ان سے کھینچ لیتا ہے اور وہ شیطان کے قابو میں چلے جاتے ہیں۔ پھر وہ انھیں جس طرح چاہتا ہے، شکار کرلیتا ہے اور جس راہ پر چاہتا ہے چلاتا ہے جیسے بکریوں کا ریوڑ، جو اپنے چرواہے کے قریب رہتی ہیں تو دہری حفاظت میں رہتی ہیں، ایک: مالک کی حفاظت، دوسرے: باہمی اتحاد کی۔ ان دونوں صورتوں میں بھیڑیا انھیں شکار نہیں کرپاتا۔ لیکن اگر کوئی بے وقوف بکری اپنے چرواہے کی منشا کے خلاف گلّے سے نکل کر پیچھے رہ جائے یا آگے نکل جائے تو بھیڑیا نہایت آسانی سے اس کا شکار کرلیتا ہے، کیوں کہ یہ کمزور بھی ہے اور مالک کی حفاظت سے بھی اس نے اپنے آپ کو محروم کرلیا ہے۔

بلا عذر ترکِ جماعت کا انجام

۵۶۔ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَاالْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْمَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی۔ (ابوداؤد عن ابن عباسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس شخص نے (خدا کے بلانے والے مؤذّن) کی آواز سنی اور اسے کوئی ایسا عذر بھی لاحق نہیں ہے جو اس کی پکار پر دوڑ پڑنے سے روکتا ہو تو اس کی

وہ نماز جو اس نے اکیلے پڑھی ہے (قیامت کے دن) قبول نہ کی جائے گی۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عذر سے کیا مراد ہے اور کون کون سی چیزیں عذر بنتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ڈر اور بیماری۔

''ڈر'' سے مراد جان کی ہلاکت کا ڈر ہے۔ کسی دشمن کی وجہ سے یا درندے اور سانپ کی وجہ سے۔

''مرض'' سے مراد وہ حالت ہے جس کی وجہ سے آدمی مسجد تک نہیں جا سکتا، مثلاً: شدید طوفانی ہوا، بارش اور معمول سے زیادہ سردی ہو۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ ٹھنڈے ممالک کی سردی عذر نہیں ہے، بلکہ گرم علاقوں میں بعض اوقات سخت سردی آجاتی ہے اور یہ اُن کے لیے مہلک ہوتی ہے، ایسی سردی بلاشبہ عذر بن سکتی ہے۔ اسی طرح نماز کے عین وقت پر آدمی کو اگر پیشاب یا پاخانے کی حاجت محسوس ہو تو یہ بھی عذر میں شامل ہے۔

مومن اور نماز باجماعت کا اہتمام

۵۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ. (مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (حضورؐ کے زمانے میں) ہمارا حال یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا، سوائے اُس شخص کے جو منافق ہو، اور اس کا نفاق معلوم تھا، اور سوائے مریض کے (بلکہ اس زمانے کے لوگوں کا حال یہ

تھا) کہ اگر کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے تو پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچتے اور جماعت میں شرکت کرتے۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی سلسلے میں مزید کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سُنّت الھدیٰ سکھائی اور سُنّت ہدیٰ میں سے نماز بھی ہے جو اس مسجد میں پڑھی جائے جس میں اذان ہوتی ہے۔ (سنن الھدیٰ ان سنتوں کو کہا جاتا ہے جنھیں دین اسلام میں قانونی حیثیت حاصل ہے اور امت کو حکم دیا گیا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہوں)

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اُنھوں نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ مطیع و فرماں بردار بندے کی حیثیت سے کل قیامت میں اللہ سے ملے، تو اسے ان پانچوں نمازوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور انھیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سننِ ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسے کہ یہ منافق لوگ اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑا تو صراطِ مستقیم کو گم کردو گے۔

امامت

امام و مؤذن کی ذمہ داری

۵۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ. (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: امام ذمہ دار ہے اور مؤذّن امانت دار۔ اے اللہ! امامت کرنے والوں کو نیک بنا اور اذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔

امام کے ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نماز کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ نیک اور صالح نہ ہو تو سب کی نماز خراب کردے گا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اماموں کو نیک و صالح بنا اور موذن کے امانت دار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں نے اپنی نماز کے معاملے کو اس کے حوالے کردیا ہے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ وقت پر اذان دے، تاکہ اذان سن کر لوگ تیاری کریں اور اطمینان سے جماعت میں شریک ہوسکیں۔ اگر وقت پر اذان ممکن نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ بہت سے لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں یا دو ایک رکعت چھوٹ جائے۔

یہ حدیث ایک طرف تو ائمہ کرام اور موذنوں کو یہ ہدایت دیتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔ دوسری طرف اُمت کو بتایا جارہا ہے کہ امامت کے لیے صالح و پرہیزگار آدمی کا انتخاب کرے اور اذان کے لیے ایسے آدمی کو مقرر کرے جس کے اندر ذمہ داری کا احساس ہو۔

متقدیوں کی رعایت

۵۹۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَاءَ

(بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص امامت کرے تو (حالات کا اندازہ کرکے اور نمازیوں کا لحاظ کرتے ہوئے) ہلکی نماز پڑھائے۔ اس لیے کہ تمھارے پیچھے کمزور

بھی ہوں گے، بیمار بھی اور بوڑھے لوگ بھی۔ (ہاں البتہ) جب تم میں سے کوئی شخص اپنی (انفرادی) نماز پڑھے تو جتنی لمبی نماز پڑھنی چاہے، پڑھے۔

۶۰۔ عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ قَطُّ اَشَدُّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ، یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَرَائِہِ الْکَبِیْرَ وَالصَّغِیْرَ وَذَاالْحَاجَۃِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ: فلاں امام فجر کی نماز لمبی پڑھاتا ہے، اس کی وجہ سے صبح کی نماز باجماعت میں، میں دیر سے پہنچتا ہوں۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی وعظ و تقریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ کرتے نہیں دیکھا جتنا اس دن کی تقریر میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے بعض امامت کرنے والے افراد اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت سے بدکاتے اور متنفر کرتے ہیں، (خبردار!) تم میں سے جو بھی امامت کرے، اختصار سے کام لے کیوں کہ اس کے پیچھے بوڑھے بھی ہوں گے، بچے بھی اور کام کاج پر نکلنے والے ضرورت مند بھی۔

اختصار سے کام لینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُلٹی سیدھی، جلدی جلدی نماز پڑھ پڑھا دی جائے اور چار رکعت نماز ڈیڑھ منٹ میں اُڑا دی جائے۔ ایسی نماز اسلام کی نماز نہیں ہے، البتہ نمازیوں کا اور وقت و حالات کا ضروری حد تک لحاظ کیا جانا چاہیے۔

مختصر قرأت

۶۱۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَاْتِیْ فَیَؤُمُّ قَوْمَہٗ فَصَلّٰی لَیْلَۃً مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰی قَوْمَہٗ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰی وَحْدَہٗ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَہٗ اَنَافَقْتَ یَافُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰہِ لَاٰتِیَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّھَارِ وَاِنَّ مُعَاذًا صَلّٰی مَعَکَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰی قَوْمَہٗ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مُعَاذٍ فَقَالَ یَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی. (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجد نبوی میں نفل کی نیت سے) نماز پڑھتے۔ پھر جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے، انھوں نے ایک رات عشاء کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اور پھر جا کر امامت کی اور نماز میں سورہ بقرہ پڑھنا شروع کی، تو ایک آدمی نے سلام پھیر دیا اور الگ اپنی نماز پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔ دوسرے روز نمازیوں نے نماز پڑھنے کے بعد اس سے کہا: تو نے نفاق کا کام کیا۔ اس نے کہا: نہیں! میں نے منافقانہ حرکت نہیں کی۔ بخدا! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا (اور معاذ کی لمبی نماز کا قصہ بیان کروں گا)۔ چنانچہ اس نے آکر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم آب پاشی کے اونٹ رکھتے ہیں (اجرت پر لوگوں کے باغات اور کھیتوں کی سینچائی کا کام کرتے ہیں) دن بھر کام میں لگے رہتے ہیں، اور معاذ کا حال یہ ہے کہ عشا کی نماز آپؐ کے ساتھ پڑھ کر گئے اور سورہ بقرہ شروع کر دی۔ (ہم دن بھر کے تھکے ماندے کیسے اتنی دیر تک کھڑے رہ سکتے ہیں)۔

آپؐ یہ سن کر معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے معاذؓ! کیا تم (لمبی قراءت کر کے) لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہو۔ نماز میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھتے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور پاکؐ کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہوتے۔ پھر امامت کے لیے اپنی مسجد کی طرف چل پڑتے۔ مسجد ذرا فاصلے پر تھی، اس لیے وہاں پہنچنے میں ذرا دیر ہو جاتی تھی۔ نماز میں وہ سورہ بقرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں پڑھتے، اچھا خاصا وقت اس میں لگتا، اور اُدھر یہ لوگ دن بھر کھیتوں اور باغوں میں کام کرتے، تھک کر چُور ہو جاتے، ایسے حالات اور ایسے لوگوں کے درمیان لمبی نماز پڑھانے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو متنبہ کیا کہ نماز میں لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ حضرت معاذ بن جبلؓ سے راضی ہو کہ ان کے عمل سے اُمت کے اماموں کو کتنی بڑی ہدایت ملی۔

۲۔ زکوٰۃ، صدقہ، فطر، عشر

زکوٰۃ۔ معاشی توازن کے لیے

۶۲۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ ھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِ ھِمْ. (متفق علیہ)

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللّٰہ نے لوگوں پر صدقہ فرض کیا ہے جوان کے مال دارلوگوں سے لیا جائے گا اور اسے ان کے ضرورت مندوں کولوٹایا جائے گا۔

صدقہ کا لفظ زکوٰۃ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس کا ادا کرنا قانوناً ضروری ہے، اور یہاں یہی مراد ہے اور اس کا اطلاق ہر اس مال پر ہوتا ہے جو بطور خود آدمی اپنی خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث کا لفظ تُرَدُّ (لوٹایا جائے گا) صاف صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ جو مال داروں سے وصول کی جائے گی، وہ دراصل سوسائٹی کے غریبوں اور حاجت مندوں کا ''حق'' ہے جو انھیں دلوایا جائے گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام

۶۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ یَأْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ. ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ اَلْاٰیَۃَ. (صحیح بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللّٰہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اس کا یہ مال قیامت کے دن نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کے سر پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (یہ انتہائی زہریلے ہونے کی علامت ہے) وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ پھر اس کے دونوں جبڑوں کو یہ سانپ پکڑے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، مَیں تیرا خزانہ ہوں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (آل عمران ۳:۱۸۰)

یعنی وہ لوگ جو اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، وہ یہ نہ خیال کریں کہ ان کا یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہوگا بلکہ وہ بدتر ثابت ہوگا۔ ان کا یہ مال قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا یعنی وہ ان کے لیے سخت تباہی کا باعث ہوگا۔

عدم ادائیگی زکوٰۃ۔ مال کی بربادی کا موجب ہے

۶۴۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَاخَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ. (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: جس مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور اسی میں ملی جلی رہے تو وہ مال کو تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔

تباہ کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو کوئی شخص زکوٰۃ نہ دے اور خود ہی کھائے، تو لازماً ہر حالت میں اس کا پورا سرمایہ تباہ ہو جائے گا، بلکہ ''تباہی'' سے مراد یہ ہے کہ وہ مال جس سے فائدہ اُٹھانے کا اسے حق نہ تھا اور جو غربا کا حصہ تھا، اس نے اسے کھا کر اپنے دین و ایمان کو تباہ کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے یہی تشریح منقول ہے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ زکوٰۃ مار کھانے والے کا پورا سرمایہ آناً فاناً تباہ ہو گیا۔

صدقۂ فطر کا مقصد

۶۵۔ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنَ. (ابوداؤد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو اُمت پر فرض (واجب) کیا، تاکہ وہ روزے کی حالت میں روزے دار سے سرزد ہونے والی غلطیوں کا کفارہ بنے اور غریبوں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ صدقۂ فطر جو شریعت میں واجب کیا گیا ہے، اس کے اندر دو مصلحتیں کام کر رہی ہیں:

ایک یہ کہ روزہ دار سے روزے کی حالت میں باوجود کوشش کے جو کوتاہی و کمزوری رہ جاتی ہے، اس مال کے ذریعے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ جس دن سارے مسلمان عید کی خوشی منا رہے ہوتے ہیں، اس دن سوسائٹی کے غریب لوگ فاقے سے نہ رہیں بلکہ ان کی خوراک کا کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ گھر کے سارے ہی لوگوں پر فطرانہ واجب کیا گیا ہے اور نماز عید سے پہلے دینے کی تاکید آئی ہے۔

اناج کی زکوٰۃ

۶۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْکَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ وَمَاسُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. (بخاری عن ابن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زمینیں بارش کے پانی سے، یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہوں، یا دریا کے قریب ہونے کی وجہ سے انھیں پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو، ان کی پیداوار کا دسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ نکالا جائے گا، اور جنھیں مزدور لگا کر سینچا جائے، ان میں بیسواں حصہ ہے۔

۳۔ روزہ

رمضان کی فضیلت

۶۷۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں فرمایا: اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا، بڑی برکت والا مہینا قریب آ گیا ہے۔ وہ ایسا مہینا ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس مہینے کی راتوں میں تراویح پڑھنا نفل کر دیا ہے (یعنی فرض نہیں ہے بلکہ سُنّت ہے، جسے اللہ پسند فرماتا ہے)۔ جو شخص اس مہینے میں کوئی ایک نیک کام اپنے دل کی خوشی سے بطور خود کرے گا تو وہ ایسا کرے گا کہ رمضان کے سوا دیگر مہینوں میں فرض ادا کیا ہو، اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا تو وہ ایسا کرے گا جیسے کہ رمضان کے سوا کسی دوسرے مہینے میں کسی نے (۷۰) فرض ادا کیے ہوں۔ یہ صبر کا مہینا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینا سوسائٹی کے غریب اور حاجت مندوں کے ساتھ مالی ہم دردی کا مہینا ہے۔

صبر کا مہینا ہونے سے مطلب یہ ہے کہ روزوں کے ذریعے مومن کو خدا کی راہ میں جمنے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ آدمی ایک مقررہ وقت سے لے کر دوسرے مقررہ وقت تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ بیوی کے پاس جاتا ہے۔ اس سے اس کے اندر خدا کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اس بات کی بھی مشق ہوتی ہے کہ موقع پڑنے پر وہ اپنے جذبات و خواہشات پر اور اپنی بھوک پیاس

پر کتنا قابو رکھ سکتا ہے۔ دنیا میں مومن کی مثال میدان جنگ کے سپاہی کی سی ہے جسے شیطانی خواہشوں اور بدی کی طاقتوں سے لڑنا ہے۔ اگر اس کے اندر صبر کی صفت نہ ہو تو حملے کی ابتدا ہی میں اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کردے گا۔

''ہم دردی کا مہینا'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزے دار جن کو اللہ تعالیٰ نے کھاتا پیتا بنایا ہے، انھیں چاہیے کہ بستی کے حاجت مندوں کو خدا کے دیے ہوئے انعام میں شریک کریں اور ان کی سحری اور افطاری کا انتظام کریں۔ اصل حدیث میں ''مواساۃ'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں: مالی ہم دردی کرنا، جس میں زبانی ہم دردی بھی شامل ہے۔

قیامِ رمضان کا اجر مغفرت

۶۸۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (متفق علیہ)

جس شخص نے ایمانی کیفیت کے ساتھ اور اجرِ آخرت کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ان گناہوں کو معاف کردے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔ جس نے رمضان کی راتوں میں ایمانی کیفیت اور اجرِ آخرت کی نیت کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی تو اس کے ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔

روزے کے مفسدات

۶۹۔ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ (بخاری و مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اپنی زبان سے فحش بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے، اور اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اسے یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ (بھلا میں کس طرح گالی دے سکتا ہوں اور لڑ سکتا ہوں)

روزے کی شفاعت

۷۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ. (بیہقی، مشکوٰۃ، عبداللہ بن عمر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن مجید مومن کے لیے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رُکا، تو اے میرے رب! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔ قرآن مجید کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روکا (یہ اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر نماز میں یا پھر ویسے ہی قرآن مجید پڑھتا رہا) تو اے خدا! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش قبول فرمائے گا۔

روزے کی رُوح

۷۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ. (بخاری، عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (روزہ رکھنے کے باوجود) جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی دل چسپی نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔

یعنی روزہ رکھوانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود انسان کو مطیع و فرماں بردار اور نیک بنانا ہے۔ اگر وہ نیک ہی نہ بنا اور سچائی پر اس نے اپنی پوری زندگی کی عمارت نہیں اُٹھائی، رمضان میں بھی باطل اور ناحق بات کہتا اور کرتا رہا اور رمضان کے علاوہ بھی اس کی زندگی میں سچائی نہیں دکھائی دیتی تو ایسے شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ آخر کیوں صبح سے شام تک کھانے پینے سے رُکا رہا۔ اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ روزہ دار کو روزہ رکھنے کے مقصد اور اس کی اصل روح سے واقف ہونا چاہیے اور ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس نے کھانا پینا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔

بدقسمت روزے دار

۷۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَّیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا

الظَّمأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهْرُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کتنے ہی (بدقسمت) روزے دار ایسے ہیں جنھیں اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ نہیں حاصل ہوتا، اور (کتنے ہی رمضان کی راتوں میں) تراویح پڑھنے والے ہیں جنھیں اپنی تراویح میں سوائے جاگنے اور تھکاوٹ کے اور کچھ نہیں ہاتھ آتا۔

(یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح یہ سبق دیتی ہے کہ آدمی کو روزے کی حالت میں روزے کے مقصود کو سامنے رکھنا چاہیے)

نماز، روزہ اور زکوٰۃ گناہوں کا کفارہ ہیں

۷۳۔ قَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ. (بخاری باب الصوم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: آدمی کچھ اپنے گھر والوں، مال اور پڑوسی کے سلسلے میں غلطی کرتا ہے تو نماز، روزہ اور صدقہ ان غلطیوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنے بیوی بچوں کی خاطر گناہ میں پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح تجارت میں اور پڑوسیوں کے حقوق میں بالعموم کوتاہی ہوجاتی ہے تو نماز، روزے اور صدقہ وخیرات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کوتاہیوں کو معاف فرمادے گا۔ بشرطیکہ گناہ جان بوجھ کر نہ کیے گئے ہوں، بلکہ ہوگئے ہوں۔ زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہا جاتا ہے۔

ریا سے پرہیز

۷۴۔ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِذَا صَامَ فَلْيَدَّهِنْ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ الصَّوْمِ. (الادب المفرد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آدمی جب روزہ رکھے گا تو اسے چاہیے کہ سر وغیرہ کو تیل لگائے (تاکہ) اس پر روزے کا اثر ونشان دکھائی نہ دے۔

مطلب یہ ہے کہ روزے دار کو چاہیے کہ اپنے روزے کی نمائش سے بچے۔ نہا دھولے، تیل لگالے تاکہ روزے کی وجہ سے پیدا ہونے والی سستی اور اضمحلال دور ہوجائے اور ریا کے پیدا ہونے کا دروازہ بند ہوجائے۔

سحری کی تاکید

۷۵۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

مطلب یہ کہ سحری کھا کر روزہ رکھو گے تو دن آسانی سے کٹے گا۔ خدا کی عبادات اور دوسرے کاموں میں کمزوری اور سستی نہ آئے گی۔ سحری نہ کھاؤ گے تو بھوک کی وجہ سے سستی اور کمزوری آئے گی، عبادت میں جی نہ لگے گا اور یہ بڑی بے برکتی کی بات ہوگی۔ چنانچہ دوسری حدیث میں فرمایا:

اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِقَيْلُوْلَةِ النَّهَارِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ۔ (الترغیب والترہیب)

دن کو روزہ رکھنے میں سحری سے مدد لو اور قیامِ لیل کے لیے اُٹھنے میں دن کے قیلولے سے مدد لو۔

تعجیل فی الافطار کی تاکید

۷۶۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (بخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: لوگ (یعنی مسلمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔

مطلب یہ کہ یہود کی مخالفت کرو۔ وہ اندھیرا چھا جانے کے بعد روزہ کھولتے ہیں تو اگر تم سورج ڈوبتے ہی افطار کرو گے اور یہود کی پیروی نہ کرو گے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ تم دینی لحاظ سے اچھی حالت پر ہو۔

سفر میں رُخصت

۷۷۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ہم (رمضان کے مہینے میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر جاتے تو (کچھ لوگ روزہ رکھ لیتے اور کچھ لوگ روزہ چھوڑ دیتے، لیکن) نہ تو روزے دار کسی روزہ نہ رکھنے والے پر اعتراض کرتا اور نہ ہی کوئی روزہ نہ رکھنے والا کسی روزے دار کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات کہتا۔

مسافر کو قرآن مجید میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو شخص سفر میں بہ آسانی روزہ رکھ سکے تو اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے اور جسے سفر میں روزہ رکھنے سے زحمت ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ کسی کو کسی پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

روزہ اور دیگر عبادات میں اعتدال

۷۸۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّھَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ، فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ بِحَسْبِکَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ۔ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا یہ بات جو مجھے بتائی گئی ہے صحیح ہے کہ تم پابندی سے دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! حضورؐ یہ بات صحیح ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو بلکہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی کھاؤ پیو۔ اسی طرح سوؤ بھی اور تہجد بھی پڑھو، کیوں کہ تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے، اور تمھارے ملاقاتیوں اور مہمانوں کا تم پر حق ہے۔ تم ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو، اتنا تم کو کافی ہے۔

مسلسل روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے صحت برباد ہو جائے گی اور خصوصیت سے روزہ رکھنے کی وجہ سے آنکھ پر نہایت خراب اثر پڑتا ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مسلسل روزے رکھنے اور ساری ساری رات نفل پڑھنے سے منع کیا۔ مومن کو ہر کام میں توازن اور اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے۔

نوافل میں اعتدال

۷۹۔ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَۃً فَقَالَ مَاشَاْنُکِ قَالَتْ

اَخُوکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَ لَہٗ کُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ، قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ ،فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُوالدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ، فَقَالَ لَہٗ نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَھَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ لَہٗ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ ،فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَہٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَاِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ. (بخاری)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آنے کے بعد) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آپس میں بھائی بنایا تھا۔ (ایک دفعہ) سلمان رضی اللہ عنہ ابوالدرداء کے ہاں ملاقات کو گئے تو اُمِّ الدرداء رضی اللہ عنہ، (ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی) کو معمولی لباس میں دیکھا (کوئی بناؤ سنگھار نہیں تھا)۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے یہ اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ (کیوں بیوہ عورتوں جیسا حلیہ بنایا ہوا ہے) انھوں نے کہا: تمھارے بھائی ابوالدردا رضی اللہ عنہ کو دنیا سے تو کوئی مطلب رہا نہیں (پھر بناؤ سنگھار کس کے لیے کروں۔) اسی دوران ابوالدرداء گھر آئے اور مہمان بھائی کے لیے کھانا تیار کرایا اور کہا: کھاؤ میں تو روزہ سے ہوں۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہیں کھاؤں گا تو انھوں نے (روزہ توڑ کر) ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر جب رات آئی تو نوافل کے ارادے سے اُٹھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سو جاؤ تو وہ (گھر میں) جا کر سو گئے۔ پھر نوافل کے لیے اُٹھے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''سو جاؤ۔ رات کے آخری حصے میں سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُٹھو۔ چنانچہ دونوں نے اکٹھے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دیکھو تم پر تمھارے ربّ کا حق ہے، تمھارے نفس کا حق ہے۔ تمھاری بیوی کا حق ہے تو سب کا حق ادا کرو۔ سلمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: سلمان رضی اللہ عنہ نے صحیح بات کہی۔

۸۰۔ عَنْ مُجِیْبَۃَ الْبَاھِلِیَّۃِ عَنْ اَبِیْھَا اَوْعَمِّھَا اَنَّہٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالَتُه' وَهَيْئَتُه' فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِيْ قَالَ وَ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ قَالَ فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ قَالَ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ ثُمَّ قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِيْ فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا. (ابوداؤد)

(جو قبیلہ باہلہ کی ایک خاتون) حضرت مجیبہؓ نے اپنے باپ یا چچا کے بارے میں بتایا کہ وہ (دین سیکھنے کے لیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، پھر واپس گھر آئے۔ایک سال کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (ان دنوں ان کی صحت کچھ اچھی نہ تھی) انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے مجھے نہیں پہچانا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، (تم اپنا تعارف کراؤ) کون ہو؟ انھوں نے کہا: حضورؐ! میں قبیلہ باہلہ کا آدمی ہوں۔گزشتہ سال بھی حاضر ہوا ہے تھا۔آپؐ نے پوچھا: تمھارا یہ کیا حال ہوا؟ گزشتہ سال جب تم آئے تو بہت اچھی شکل وصورت میں تھے۔انھوں نے بتایا: جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں، اس وقت سے اب تک (مسلسل روزے رکھ رہا ہوں اور) صرف رات کو کھانا کھاتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا: تم نے اپنے آپ کو عذاب میں کیوں ڈال رکھا ہے (یعنی مسلسل نفلی روزے رکھ کر جسم کو گھلا ڈالا۔) پھر آپؐ نے انھیں ہدایت کی کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ ہر مہینے ایک روزہ رکھ لیا کرو۔انھوں نے کہا: حضورؐ! اس پر اضافہ فرمادیں، میرے اندر طاقت ہے (ایک سے زیادہ روزہ رکھنے کی)

آپؐ نے فرمایا: اچھا ہر مہینے دو دن روزہ رکھ لیا کرو۔انھوں نے کہا: کچھ اور اضافہ۔آپؐ نے فرمایا: اچھا ہر مہینے تین دن۔انھوں نے کہا: کچھ اور بڑھا دیجیے۔آپؐ نے فرمایا: اچھا ہر سال محترم مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، ایسا ہی ہر سال کرو۔یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنی تین

انگلیوں کو ملایا، پھر چھوڑ دیا۔ (اس سے اشارہ دینا تھا کہ محترم مہینوں میں۔ یعنی (رجب، شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ میں روزے رکھا کرو اور کسی سال ناغہ بھی کردو)

ایامِ اعتکاف

۸۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگے رہتے۔ لیکن رمضان میں آپؐ کا ذوق وشوق اور بھی بڑھ جاتا، اور اس میں بھی آخری دس دن تو بالکل اللہ کی عبادت میں گزارتے، مسجد میں جا بیٹھتے، نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و دعا میں لگے رہتے۔ ایسا اس لیے کرتے کہ رمضان کا مہینا مومن کی تیاری کا زمانہ ہوتا ہے، تاکہ گیارہ مہینے شیطان اور شیطانی طاقتوں سے لڑنے کے لیے قوت فراہم ہوجائے۔

رمضان کا آخری عشرہ

۸۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْيَا اللَّيْلَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت کرتے، اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے (تاکہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ نوافل اور تہجد پڑھیں) اور خدا کی عبادت کے لیے آپؐ تہبند کس کر باندھتے (یہ محاورہ ہے۔ مطلب یہ کہ پورے جوش اور انہماک کے ساتھ عبادت میں لگ جاتے)

۴۔ حج

فرضیتِ حج

۸۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا. (المنتقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی اور کہا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔

حج ولادتِ نو ہے

۸۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس گھر (کعبہ) کی زیارت کو آیا، اور اس نے نہ تو شہوت کی کوئی بات کی، اور نہ خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ اپنے گھر کو اِس حالت میں لوٹے گا جس حالت میں اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ (یعنی پاک صاف ہو کر لوٹے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا)

جہاد کے بعد بہترین عمل

۸۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. (متفق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانا۔ سائل نے کہا: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔؟ آپؐ نے فرمایا: خدا کے دین کی خاطر جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ حج جس میں آدمی سے خدا کی نافرمانی نہ ہوئی ہو۔

تعجیل فی الحج

۸۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ فَاِنَّہٗ قَدْ یَمْرُضُ الْمَرِیْضُ وَتَضِلُّ الرَّاحِلَۃُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَۃُ. (ابن ماجہ عن ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرلے، اسے جلدی کرنی چاہیے، کیوں کہ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے، ممکن ہے اونٹنی کھو جائے (یعنی سفر کے ذرائع مسدود ہو جائیں، راستہ پُر خطر ہو جائے، سفر خرچ باقی نہ رہے) اور ممکن ہے کوئی ضرورت ایسی پیش آجائے جو سفرِ حج کو ناممکن بنادے (لہٰذا جلدی کرو) معلوم نہیں کیا افتادہ پڑ جائے اور تم حج بیت اللہ سے محروم ہو جاؤ۔

مسلمان اور ترکِ حج

۸۷۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَبْعَثَ رِجَالًا اِلٰی هٰذِهِ الْاَمْصَارِ فَیَنْظُرُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهٗ جِدَةٌ وَلَمْ یَحُجَّ فَیَضْرِبُوْا عَلَیْهِمُ الْجِزْیَةَ مَاهُمْ بِمُسْلِمِیْنَ مَاهُمْ بِمُسْلِمِیْنَ. (المنتقی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ ان شہروں (اسلامی مقبوضات) میں کچھ لوگ بھیجوں جو جائزہ لیں کہ کون لوگ حج کر سکتے ہیں اور انھوں نے نہیں کیا ہے۔ پھر ان پر جزیہ لگادیں (وہ حفاظتی ٹیکس جو غیر مسلم شہریوں سے لیا جاتا ہے) یہ لوگ مسلم نہیں ہیں، یہ لوگ مسلم نہیں ہیں۔ (اگر مسلم ہوتے تو کبھی کا حج کر چکے ہوتے)

مسلم کے معنی ہیں: اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے والا۔ اگر اس نے واقعی اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تو وہ بغیر کسی عذر کے حج جیسی عظیم عبادت سے غفلت کیوں برتے گا۔

حج کا اجر ابتدائے سفر سے شروع ہوتا ہے

۸۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِیًا ثُمَّ مَاتَ فِیْ طَرِیْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِیْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ. (مشکوٰۃ عن ابو ہریرۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج یا عمرے یا جہاد کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا، پھر راستے میں اسے موت آگئی، تو اللہ تعالیٰ اسے وہی اجر وثواب دے گا جو اس کے ہاں حاجی، غازی اور عمرہ کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔

۴

معاملات

ا۔ حلال کمائی

ہاتھ کی کمائی کی فضلیت

۸۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔
(بخاری عن مقدام بن معدیکربؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا، اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

اس حدیث کا مقصود گداگری اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے اور اس بات کی تعلیم دینا ہے کہ آدمی کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے، کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہیں گزارنی چاہیے۔

قبولیتِ دُعا میں رزقِ حلال کا اثر

۹۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلَّاطَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یَااَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ۔ (مسلم عن ابو ہریرۃؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام

کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا: اے پیغمبرو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ: اے اہل ایمان والو! جو پاک اور حلال چیزیں ہم نے تمھیں بخشی ہیں وہ کھاؤ۔ پھر آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر آتا ہے، غبار سے اٹا ہوا ہے، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے میرے رب، اے میرے رب! (اور دُعائیں مانگتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی پر وہ پلا ہے، تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہوسکتی ہے۔

اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ خدا صرف وہی صدقہ قبول کرتا ہے جو پاک و جائز کمائی سے ہو۔ حرام مال اگر اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جس آدمی کی کمائی حرام ہو، ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو تو اس کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

حلال و حرام سے لاپروائی

۹۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَمِنْہُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (بخاری، عن ابو ہریرہؓ حدیث نمبر ۱۹۳۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال کمایا وہ حلال ہے یا حرام۔

حرام کمائی کا نتیجہ

۹۲۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قَالَ لَایَکْسِبُ عَبْدٌ مَا لاً حَرَامًا فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ مِنْہُ وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَمْحُو السَّیِّءَ بِالسَّیِّءِ وَلٰکِنْ یَمْحُوا لسَّیِّءَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِیْثَ لَایَمْحُو الْخَبِیْثَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ

حرام مال کمائے، پھر اس میں سے خدا کی راہ میں صدقہ کرے تو یہ صدقہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا۔ اگر وہ اسے چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے لیے جہنم کے سفر میں زادِ راہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو بُرائی کے ذریعے نہیں مٹاتا ہے بلکہ بُرے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے، خبیث، خبیث کو نہیں مٹاتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کا کام جائز طریقے سے کیا جائے گا، تب وہ نیک کام سمجھا جائے گا۔ مقصد بھی پاک ہونا چاہیے اور اس کا ذریعہ بھی پاک ہونا چاہیے۔

مُصَوَّری کی کمائی

۹۳۔ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِیْشَتِیْ مِنْ صُنْعَۃِ یَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ ھٰذِہِ التَّصَاوِیْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُکَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فَاِنَّ اللّٰہَ مُعَذِّبُہٗ حَتّٰی یَنْفُخَ فِیْہِ الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ فِیْھَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَۃً شَدِیْدَۃً فَقَالَ وَیْحَکَ اِنْ اَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَیْکَ بِھٰذَا الشَّجَرِ وَکُلِّ شَیْءٍ لَیْسَ فِیْہِ رُوْحٌ۔

(الترغیب والترہیب، حدیث نمبر ۴۶۸۴)

حضرت سعید بن ابوالحسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: اے ابن عباسؓ! میں ایک دست کار آدمی ہوں، دست کاری ہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ میں جان داروں کی تصویریں بناتا اور فروخت کرتا ہوں (اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے، میرا یہ پیشہ حرام تو نہیں؟) ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہوں گا، میں تمھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث سناؤں گا۔ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا کہ: جو شخص تصویر بنائے گا تو اللہ اسے سزا دے گا، یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں رُوح پھونک دے اور وہ ہرگز رُوح نہ پھونک سکے گا۔ یہ سُن کر اس آدمی نے زور سے اوپر کو سانس کھینچی (یعنی افسوس کے ساتھ آہ کہا۔) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اگر تمھیں یہی کام کرنا ہے تو درختوں اور ایسی چیزوں کی تصویریں بنایا کرو جن میں جان نہیں ہوتی۔

تصویر بنانے والے کو اپنی کمائی کے بارے میں شبہ ہوگیا تھا، اس لیے اس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس ذریعۂ معاش کے متعلق پوچھا۔ یہ اس کے مومن ہونے کی علامت ہے۔ اگر اس کے دل میں خدا کا خوف

نہ ہوتا۔ اگر اسے پاک اور جائز کمائی کی فکر نہ ہوتی تو ان کے پاس جاتا ہی کیوں۔ جنھیں آخرت کی پکڑ کا ڈر نہیں ہوتا، وہ حلال وحرام کی کب پروا کرتے ہیں۔

۲۔ تجارت

دیانت دارانہ تجارت

۹۴۔ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْکَسْبِ اَطْیَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَّبْرُوْرٍ. (مشکوۃ)

حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! سب سے زیادہ اچھی کمائی کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا، اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔

خرید وفروخت میں نرمی کا حکم

۹۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی وَاِذَا اقْتَضٰی. (بخاری عن جابرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو نرمی اور خوش اخلاقی برتتا ہے، خریدنے اور بیچنے میں اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے میں۔

صادق وامین تاجر کا رُتبہ

۹۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ. (ترمذی عن ابوسعید خدریؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

تجارت بظاہر ایک دنیادارانہ کام ہے، لیکن اگر اس میں سچائی اور دیانت داری برتی جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے۔ ایسے تاجر کو خدا کے پاک باز بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقوں اور خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں

کا ساتھ نصیب ہوگا۔

صدیق سے مراد وہ مومن ہے جس کی زندگی سچائی میں گزری ہو، جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد کو زندگی بھر نبھایا ہو۔ جس کی زندگی میں قول و فعل کا تضاد نظر نہ آئے۔

متقی تاجروں کا انجام

۹۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ۔ (ترمذی عن رفاعہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار کی حیثیت سے اُٹھائے جائیں گے، سوائے ان تاجروں کے جنھوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اختیار کیا (یعنی خدا کی نافرمانی سے بچے رہے) اور نیکی اختیار کی (یعنی لوگوں کو پورا حق دیا) اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا۔

ناجائز حربوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے

۹۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَکَثْرَۃَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ۔ (مسلم عن ابوقتادہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تاجروں کو خبردار کرتے ہوئے) فرمایا: اپنے مال بیچنے میں کثرت سے قسمیں کھانے سے بچو۔ یہ چیز (وقتی طور پر) تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخرکار برکت کو ختم کر دیتی ہے۔

تاجر اگر گاہک کو قیمت وغیرہ کے سلسلے میں قسم کے ذریعے یقین دلائے کہ اس کی یہی قیمت ہے اور یہ مال بہت اچھا ہے تو وقتی طور پر تو ممکن ہے کچھ گاہک دھوکہ کھا جائیں اور مال خرید لیں، لیکن بعد میں جب ان پر حقیقت کھلے گی تو پھر کبھی وہ اس دکان کا رخ نہیں کریں گے۔ اس طرح اس تاجر کی تجارت ٹھپ ہو کر رہ جائے گی۔

تجارت میں جھوٹی قسمیں

۹۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَّا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْذَرٍ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ

هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنفِقُ سِلْعَتَه' بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ.

(مسلم عن ابوذر غفاریؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک وصاف (کر کے جنت میں داخل) کرے گا بلکہ انھیں دردناک عذاب دے گا۔ (یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:

ایک وہ شخص جو ازراہِ غرور وتکبر اپنے تہہ بند کو ٹخنوں کے نیچے تک لٹکاتا ہے۔

دوسرا وہ شخص جو احسان جتاتا ہے۔

تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کے ذریعے اپنے مالِ تجارت کو فروغ دیتا ہے۔

بات نہ کرنے اور نہ دیکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا، اس کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ نہ کرے گا۔ آپ بھی تو جس سے ناراض ہوتے ہیں، اس کی طرف نہ تو دیکھتے ہیں اور نہ اس سے بولتے ہیں۔ تہہ بند اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی یہ وعید صرف اس شخص کے لیے ہے جو غرور وتکبر کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو ٹخنوں سے نیچے تو پہنتا ہے لیکن اسے بڑائی کا غرور نہیں ہے تو اس کا یہ فعل بھی گناہ ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو ٹخنوں سے نیچے پہننے تک تہہ بند سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ پس ایسا شخص بھی گناہ گار ہوگا۔ اگر چہ پہلے کے مقابلے میں اس کا گناہ ہلکا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن تو کسی گناہ کو بھی ''ہلکا'' نہیں سمجھتا۔ وفادار غلام کے لیے مالک کی ہلکی ناراضی بھی قیامت سے کم نہیں ہوتی۔

تجارتی لغزشوں کا کفارہ بذریعہ صدقہ

۱۰۰۔ عَنْ قَيْسِ اَبِيْ غَرْزَةَ قَالَ كُنَّا نُسَمّٰى فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ فَقَالَ يَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ. (ابوداؤد)

حضرت قیس ابو غرزہؓ سے روایت ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم تاجر لوگوں کو

سماسرہ (دلّال) کہا جاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو آپؐ نے ہمیں اس نام سے بہتر نام دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! مال کے بیچنے میں، لغو بات کہنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان ہوتا ہے تو تم لوگ اپنی تجارت میں صدقے کی آمیزش کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تجارت میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ آدمی نادانستہ بھی لایعنی باتیں کر جاتا ہے اور کبھی جھوٹی قسم کھا لیتا ہے۔ اس لیے تاجروں کو چاہیے کہ وہ خصوصی طور پر خدا کی راہ میں صدقہ کرنے کا اہتمام کریں، تاکہ یہ چیز ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنے۔

تجارتی کاروبار کی نزاکت

۱۰۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْکَیْلِ وَالْمِیْزَانِ اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْھِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَۃُ قَبْلَکُمْ. (ترمذی عن ابن عباسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ اور تول والے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم لوگ دو ایسے کاموں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جن کی وجہ سے تم سے پہلے گزری ہوئی قومیں ہلاک ہوئیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ناپ اور تول میں تم نے غلط طریقے اختیار کیے یعنی لینے کے پیمانے اور بنائے اور دینے کے اور، تو یہ تمھاری تباہی کا باعث ہوگا اور پوری تباہی کا باعث ہوگا۔ قرآن مجید میں اُن تجارت پیشہ قوموں کا حال بیان ہوا ہے جو ناپ تول میں کمی کرتی تھیں۔ انھیں صحیح بات بتائی گئی لیکن وہ نہ مانیں اور بالآخر وہ تباہ ہوئیں۔

حرمتِ احتکار

۱۰۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَکَرَ طَعَامًا فَھُوَ خَاطِئٌ.

(مسلم، ابوداوٗد، ترمذی، الترغیب والترغیب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خوراک والی چیزوں کا احتکار کیا تو وہ گنہگار ہے۔

احتکار کے معنی ہیں: ضرورت کی اشیاء کو روک لینا اور بازار میں نہ لانا اور قیمتوں کے خوب بڑھنے کا انتظار کرنا اور جب قیمتیں چڑھ جائیں تو مال کو باہر نکالنا اور خوب پیسا وصول کرنا۔ یہ ذہنیت تاجر لوگوں میں ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہنیت کی حوصلہ شکنی اور مذمت فرمائی اور اس سے منع فرمایا کیوں کہ یہ ذہنیت آدمی کو سنگ دل اور بے رحم بناتی ہے اور اسلام بنی نوع انسان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

بعض علما کی رائے ہے کہ احتکار جس سے روکا گیا ہے، صرف غلے کے لیے مخصوص ہے اور دوسری اشیائے ضرورت کو اگر بازار میں تاجر نہیں لاتے تو اُن کا یہ فعل اس وعید کی زد میں نہیں آتا۔ اس کے مقابل دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ یہ صرف غلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام اشیائے ضرورت کو اس نیت سے روکنے والا گناہ گار ہے اور اس وعید کا مستحق ہے۔ عاجز کے نزدیک دوسرے گروہ کی رائے زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے مگر اصل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

احتکار پر لعنت

۱۰۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔

(سنن ابن ماجہ عن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ شخص جو اشیائے ضرورت کو نہیں روکتا، بلکہ وقت پر بازار میں لاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے اور اسے اللہ رزق دے گا، اور وہ شخص جو احتکار کرتا ہے، وہ لعنت کا مستحق ہے۔

محتکر کی کج فطرتی

۱۰۴۔ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰهُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: کتنا بُرا ہے اشیائے ضرورت کو روک لینے والا آدمی۔ اگر اللہ تعالیٰ چیزوں کے نرخ کو سستا کرتا ہے تو اُسے غم ہوتا ہے اور جب قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو خوش ہوتا ہے۔

خراب مالِ تجارت کا عیب بیان کرو

۱۰۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّبِيْعَ شَيْئًا اِلَّا بَيَّنَ مَافِيْهِ وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَعْلَمُ ذٰلِكَ اِلَّا بَيَّنَهٗ۔ (منتقیٰ عن واثلہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جائز نہیں ہے کسی شخص کے لیے کہ وہ کوئی چیز بیچے، مگر یہ کہ جو کچھ اُس کے اندر عیب ہے، اُسے بیان کر دے اور جائز نہیں ہے کسی کے لیے جو اس عیب کو

جانتا ہو، مگر یہ کہ اُسے صاف صاف کہہ دے۔

اِس حدیث میں تاجر کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بیچتے وقت اپنی چیز کے عیب خریدار کے سامنے رکھ دے۔ اسی طرح دکان پر اگر کوئی ایسا آدمی کھڑا ہے جو اس چیز کے عیب سے واقف ہے تو اُسے چاہیے کہ خریدار کو صاف صاف بتا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاجر کے پاس سے گزرے، وہ غلہ بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ غلے کے اندر ڈالا، اندر کا حصہ پانی سے تر تھا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا: حضور! بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر اسے اوپر کیوں نہ رکھا؟ پھر فرمایا: جو لوگ ہم سے دھوکا کریں، وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

۳۔ قرض

تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کا اجر

۱۰۶۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُدَایِنُ النَّاسَ فَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاہُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْہُ لَعَلَّ اللّٰہَ یَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِیَ اللّٰہَ فَتَجَاوَزَ عَنْہُ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا۔ پھر وہ اپنے کارندے کو جسے وہ قرض کی وصولی کے لیے بھیجتا، یہ ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگ دست قرض دار کے پاس پہنچے تو اسے معاف کردینا، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا۔

قیامت کے دن غم اور گھٹن سے بچنے کا طریقہ

۱۰۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْیَضَعْ عَنْہُ۔ (مسلم عن قتادہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن غم اور گھٹن سے بچائے تو اُسے چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے، یا قرض کا بوجھ اُس سے اُتار دے۔

مسلمان بھائی کے قرض کی ادائیگی

۱۰۸۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَۃٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہَا فَقَالَ ھَلْ عَلٰی صَاحِبِکُمْ دَیْنٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالُوْا ھَلْ تَرَکَ لَہٗ مِنْ وَّفَآءٍ قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ قَالَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیَّ دَیْنُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَّعْنَاہُ۔ وَقَالَ فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَکَ مِنَ النَّارِ کَمَا فَکَکْتَ رِھَانَ اَخِیْکَ الْمُسْلِمِ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یَقْضِیْ عَنْ اَخِیْہِ دَیْنَہٗ اِلَّا فَکَّ

اَللّٰہُ رِھَانَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا: اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اس پر قرض ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جا سکے؟'' لوگوں نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں اس کے قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، تب آپؐ آگے بڑھے، اور نماز پڑھائی اور فرمایا: (جیسا کہ ایک اور روایت میں ہے) اے علیؓ! اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور تیری جان بخشی ہو جیسے تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی۔ کوئی بھی مسلمان آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اُس کا قرضہ ادا کرے، مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے (عذاب سے) رہائی بخشے گا۔

قیامت میں مقروض کی معافی نہیں

۱۰۹۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ۔
(مسلم عن عبداللہ بن عمروؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے خدا کی راہ میں جان دی ہے اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا، سوائے قرض کے۔

اوپر کی دونوں حدیثیں قرض ادا کرنے کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہیں۔ جس شخص نے اپنی جان تک خدا کی راہ میں قربان کر دی، اس پر اگر کسی کا قرضہ ہے اور وہ ادا کر کے نہیں آیا ہے، وہ معاف نہ ہوگا، کیوں کہ یہ بندے کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔ اگر آدمی قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور مر جائے اور ادا نہ کر سکے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحب حق کو بلائے گا اور قرض معاف کرنے کے لیے اس سے کہے گا اور اس کے بدلے اسے جنت کی نعمتیں دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحب حق اپنے حق کو معاف کر دے گا۔ لیکن اگر کسی نے قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہ کیا اور صاحب حق کو اس کا حق نہیں لوٹایا

اور دنیا میں اس سے معاف بھی نہیں کرایا تو قیامت میں اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔

حُسنِ ادائیگی

۱۱۰۔ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکْرًا فَجَاءَ تْہُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَۃِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَہٗ فَقُلْتُ اَلَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِیَارًا رَبَاعِیًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ اَحْسَنُھُمْ قَضَاءً. (مسلم)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض لیا۔ پھر آپؐ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے، تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کروں۔ میں نے کہا: ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے تو آپؐ نے فرمایا: وہی اُسے دے دو، اس لیے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریقے پر قرض ادا کرتا ہو۔

مال دار کی ٹال مٹول ظلم ہے

۱۱۱۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیْءٍ فَلْیَتْبَعْ. (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار قرض دار کا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور اگر قرض دار کہے کہ تم اپنا قرضہ فلاں خوش حال آدمی سے لے لو، تو قرض دار کے سر پر خواہ مخواہ سوار نہ رہنا چاہیے، اس کی یہ بات مان لے اور جس کا اس نے حوالہ دیا ہے، اس سے جا کر لے لے۔

مطلب یہ کہ آدمی کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور وہ کہتا ہے کہ جاؤ فلاں شخص سے لے لو، ہمارے اس کے درمیان بات چیت ہو چکی ہے، وہ ادا کرنے پر راضی ہے تو قرض خواہ کو نہ چاہیے کہ وہ کہے

کہ میں تو تجھی سے لوں گا، میں کسی اور کو کیا جانوں، بلکہ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، جس کا وہ حوالہ دے رہا ہے، اس سے وصول کرلے۔

ادائیگی قرض میں نیت کا اثر

۱۱۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (بخاری عن ابو ہریرۃؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص لوگوں کا مال (بطورِ قرض) لے اور وہ اس کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کردے گا، اور جس شخص نے مال بطورِ قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی وجہ سے تباہ کردے گا۔

ٹال مٹول کی قانونی سزا

۱۱۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَہٗ وَعُقُوْبَتَہٗ۔

(ابوداؤد، عن الشرید سلمیؓ، مشکوٰۃ، حدیث نمبر ۲۹۲۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض ادا کرسکنے والے کا ٹال مٹول حلال کردیتا ہے اس کی آبرو کو اور اس کی سزا کو۔

''آبرو'' کے حلال کردینے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرض لے اور باوجود قدرت کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اس کا یہ جرم ایسا ہے کہ سوسائٹی کی نگاہ میں اسے گرایا جاسکتا ہے اور اس کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر کسی ملک میں اسلامی نظام قائم ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص پایا جائے تو اسلامی نظام کے کارندے اسے سزا دے سکتے ہیں اور اسے ذلیل کرنے کے دوسرے طریقے بھی اختیار کرسکتے ہیں۔

۴۔ غصب وخیانت

ظلم کی سزا

۱۱۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ. (بخاری، مسلم، سعید بن زید)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) ہتھیا لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اُس کی گردن میں ڈالے گا۔

غصب کی حرمت

۱۱۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ. (بیہقی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! ظلم نہ کرو۔ خبردار! کسی آدمی کا مال جائز نہیں ہے، مگر اس وقت جب صاحبِ مال اپنی خوشی سے دے۔

مختلف مالی معاملات میں ارشادات

۱۱۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ اَلْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالْكَفِيْلُ غَارِمٌ. (ترمذی عن ابوامامہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاریتاً لی ہوئی چیز ادا کی جائے گی اور ''مِنحہ'' واپس کی جائے گی اور قرض ادا کیا جائے گا اور ضمانت لینے والا ضمانت ادا کرے گا۔

عاریۃ کے معنی: ادھار لی ہوئی چیز کے ہیں یعنی جو چیز کسی سے آپ بطور اُدھار کے مانگ لائیں تو اسے ادا کرنا ہوگا اور مِنحۃ کے معنی دودھاری اونٹنی کے ہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ مال دار لوگ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں یا دوستوں کو دودھ استعمال کرنے کے لیے اونٹنی دیتے تھے۔ آپؐ کے ارشار کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پینے کے لیے جو جانور کسی کو دیا جائے، جب اُس کا دودھ ختم ہو جائے تو جانور اصل مالک کو لوٹایا جائے گا اور قرضہ ادا کیا جائے گا، اسے ہضم نہیں کیا جاسکتا اور جو کوئی شخص کسی کا ضامن ہے تو اس سے قرض وصول کیا جائے گا۔

خائن سے بھی خیانت کرنے کی ممانعت

۱۱۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدِّالْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَاتَخُنْ مَنْ خَانَکَ۔ (ترمذی عن ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تمھیں قابلِ اعتماد جان کر اپنی امانت تمھارے پاس رکھی ہو تو اس کی امانت واپس کردو، اور جو تم سے خیانت کرے، تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو، (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے دوسرے جائز طریقے اختیار کرو)

خیانت میں شیطان کے لیے کشش

۱۱۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) وَجَاءَ الشَّیْطَانُ۔ (ابوداؤد، عن ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ جب تک کسی کاروبار کے دو ساجھی باہم خیانت نہ کریں، میں ان کے ساتھ رہتا ہوں، لیکن جب ایک شریک دوسرے شریک سے خیانت کرتا ہے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل آتا ہوں (اور ایک روایت میں ہے) شیطان آجاتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار میں شریک لوگ جب تک آپس میں خیانت اور چال بازی نہیں کرتے، تب تک میں ان کی مدد کرتا ہوں اور ان کے کاروبار میں اور باہمی تعلقات میں برکت عطا کرتا ہوں، لیکن جب اُن میں سے کسی کی نیت بد ہوجاتی ہے اور وہ خیانت کرنے لگ جاتا ہے تب میں اپنی رحمت اور مدد کا ہاتھ کھینچ لیتا ہوں اور پھر شیطان آجاتا ہے جو انھیں اور ان کے کاروبار کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

۵۔ کھیتی اور باغ بانی

کسان کا صدقہ

۱۱۹۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَزْرَعُ زَرْعًا اَوْیَغْرِسُ غَرْسًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ طَیْرٌ اَوْاِنْسَانٌ اَوْبَھِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان زراعت کا کام کرتا ہے یا پودے لگاتا ہے اور اس میں سے چڑیاں یا کوئی انسان یا کوئی جانور کچھ کھالے تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔

اللہ کے مغضوب بندے

۱۲۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَّا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَۃٍ لَقَدْاُعْطِیَ بِھَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَھُوَ کَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ کَاذِبَۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَلْیَوْمَ اَمْنَعُکَ فَضْلِیْ کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَّمْ تَعْمَلْ یَدَاکَ. (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اپنا سامانِ تجارت بیچنے میں جھوٹی قسم کھائی اور اس کی وجہ سے زیادہ دام انھیں ملے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی اور اس کے ذریعے کسی مسلمان آدمی کا مال لے لیا۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ جو زائد از ضرورت پانی کو روکیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا: میں تجھ سے آج اپنا فضل روک لوں گا جیسے تو نے وہ زائد پانی روکا جو تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔

٦۔ مزدور کی اُجرت

مزدور کے حقوق

۱۲۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُہٗ (ابن ماجہ عن ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔

مزدور اس شخص کو کہتے ہیں جسے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے روز محنت کرنی پڑتی ہے۔ اب اگر اس کی مزدوری کسی دوسرے دن پر ٹال دی جائے یا مار لی جائے تو وہ شام کو کیا کھائے گا اور اپنے بچوں کو کیا کھلائے گا۔

مزدُور کی وکالت اللہ تعالیٰ کرے گا

۱۲۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ وَرَجُلُنِ اسْتَاْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ. (بخاری عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے قیامت کے دن میرا جھگڑا ہوگا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کوئی معاہدہ کیا پھر اس عہد کو توڑ ڈالا۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی شریف اور آزاد آدمی کو (اغوا کر کے) اُسے بیچا اور اس کی قیمت لگائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا پھر اس سے پورا کام لیا اور کام لینے کے بعد اسے اس کی مزدوری نہیں دی۔

۷۔ ناجائز وصیّت

ناجائز وصیت کی سزا دوزخ ہے

۱۲۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْاَۃَ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ سِتِّیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَحْضُرُ ھُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَصِیَّۃِ فَتَجِبُ لَھُمَاالنَّارُ ثُمَّ قَرَاَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ مِنْ، بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْدَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (مسند احمد عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد اور اسی طرح کوئی عورت ساٹھ سال تک اللّٰہ کی اطاعت میں گزارتے ہیں، پھر ان کے مرنے کا وقت آتا ہے تو وصّیت کے ذریعے وُرثا کو نقصان پہنچا دیتے ہیں تو ان دونوں کے لیے جہنم واجب ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی:

مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ "سے لے کر **ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ**" تک۔ (النساء۴:۱۲۔۱۳)

نیک آدمی بھی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں سے خفا ہوسکتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ترکے میں سے انھیں کچھ نہ ملے تو مرتے وقت اپنے سارے مال کے بارے میں ایسی وصیت کر جاتا ہے جس سے ایک یا تمام وارث محروم ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کی رُو سے انھیں حصہ ملنا چاہیے۔ ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے باوجود آخر میں جہنم کے مستحق ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے اس مضمون کی تائید میں جو آیت پڑھی، وہ سورہ نساء کے دوسرے رکوع میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حصہ داروں کا حصہ مقرر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حصے میت کی وصیت کو پورا کرنے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ورثا میں تقسیم ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار! وصیت کے ذریعے ورثا کو نقصان مت پہنچانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔ اس نے یہ جو قانون بنایا ہے، وہ جہالت پر مبنی نہیں ہے بلکہ علم پر مبنی ہے اور اس میں حکمت کام کر رہی ہے، ناانصافی

اور ظلم کا شائبہ تک نہیں ہے، لہٰذا قانون کو خوش دلی سے قبول کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی نافرمانی کریں گے اور اس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

وراثت سے محروم کرنا

۱۲۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ مِیْرَاثَ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیْرَاثَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (ابن ماجہ عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو اپنے وارث کو وراثت سے محروم کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔

وارث کے حق میں وصیت کا جائز نہ ہونا

۱۲۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ وَصِیَّۃٌ لِّوَارِثٍ اِلَّا اِنْ یَّشَآءَ الْوَرَثَۃُ. (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی وارث کے حق میں مرنے والے کی وصیت جاری نہ ہوگی، مگر جب کہ دوسرے ورثا چاہیں۔

وصیت کی آخری حد

۱۲۶۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِیْضٌ فَقَالَ اَوْصَیْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِکَمْ قُلْتُ بِمَالِیْ کُلِّہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ فَمَا تَرَکْتَ لِوَلَدِکَ قُلْتُ ھُمْ اَغْنِیَاءُ بِخَیْرٍ فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ فَمَازِلْتُ اُنَاقِصُہٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ (ترمذی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں بیمار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت

کے لیے تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تو نے وصیت کی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کتنے کی وصیت کی ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں، میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا: وہ مال دار ہیں، اچھی حالت میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کے دسویں حصے کی وصیت کر۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں برابر کہتا رہا کہ حضورؐ! یہ تو بہت کم ہے کچھ اور بڑھائیے۔ بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا اپنے مال کے تہائی کی وصیت کرو اور یہ بہت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والا اپنے مال کے صرف ایک تہائی میں وصیت کر سکتا ہے۔ اس میں اسے اختیار ہے کہ چاہے کسی مدرسے یا مسجد کے لیے وقف کرے یا کسی بھی ضرورت مند مسلمان کے حق میں وصیت کرے، اسے آزادی ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ وہ پہلے یہ دیکھے کہ عزیزوں، رشتہ داروں میں سے کس کو حصہ نہیں ملا ہے اور اس کی حالت کیسی ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے جسے قانون کی رُو سے وراثت میں حصہ نہیں ملا اور بال بچوں والا ہے اور مالی حالت اچھی نہیں ہے تو اس کے حق میں وصیت کرنا زیادہ باعثِ ثواب ہوگا۔

۸۔ سُود اور رشوت

سُودی کاروبار میں حصہ لینے والوں پر لعنت

۱۲۷۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہٗ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی، سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر، اور سود کے لکھنے والے پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی وجہ سے لعنت فرمائیں وہ کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جان بوجھ کر سود کھانے، کھلانے، گواہی دینے اور لکھنے والوں پر قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرمائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن آپؐ ایسے لوگوں کے لیے (اگر بلا توبہ مر گئے) شفاعت نہیں بلکہ لعنت فرمائیں گے۔ العیاذ باللہ۔ لعنت کے معنی دھتکارنے اور بھگا دینے کے ہیں۔

راشی ومرتشی پر لعنت

۱۲۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ۔ (بخاری، مسلم)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر، اور رشوت لینے والے پر۔

حاکم کو رِشوت دینا

۱۲۹۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی الْحُکْمِ۔ (منتقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: اللہ کی لعنت ہو، حاکم کو رشوت دینے والے پر، اور اس حاکم پر بھی جو رشوت لے۔

رشوت اُس رقم کو کہتے ہیں جو دوسروں کا حق مارنے کے لیے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کو دی جاتی

ہے۔ رہی وہ رقم جو اپنے جائز حق کی وصول یابی کے لیے، باطل نظامِ حکومت کے بے ایمان کارندوں کو، دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینا پڑتی ہے، جس کے بغیر اپنا حق نہیں نکلتا، اس کی وجہ سے یہ مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں دھتکارا نہیں جائے گا ان شاء اللہ۔ ایسے حالات شدید تقاضا کرتے ہیں کہ خدا کا دین غالب اور حکم راں ہو۔

مشتبہات سے پرہیز

۱۳۰۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا يَشْتَبِهُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَءَ عَلٰى مَايَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهُ. (بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہیں، تو جو شخص مشتبہ (گناہ) سے بچے گا وہ بدرجہ اولیٰ کھلے ہوئے گناہوں سے بچے گا، اور جو شخص مشتبہ گناہوں کے کرڈالنے میں جرأت دکھائے گا تو کھلے ہوئے گناہوں میں اس کا پڑ جانا بہت زیادہ متوقع ہے، اور معصیتیں اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ ہیں (جس کے اندر جانے کی اجازت نہیں اور اس کے اندر بلا اجازت گھس جانا جرم ہے)۔ جو جانور ممنوعہ علاقے کے آس پاس چرتا ہے، اس کا ممنوعہ علاقے میں جا پڑنا بہت زیادہ متوقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز جس کا نہ تو حرام ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور نہ حلال ہونا صاف صاف معلوم ہو۔ اس کے بعض پہلو حلال معلوم ہوں اور بعض حرام دکھائی دیتے ہوں، تو مومن کا کام یہ ہے کہ اس کے پاس نہ جائے اور ظاہر ہے کہ جو شخص مشتبہ چیزوں سے دُور بھاگتا ہو، وہ کھلے ہوئے حرام کام کیسے کر سکتا ہے؟ اس کے برعکس جو شخص مشتبہ چیزوں کے ناجائز پہلوؤں کو دیکھنے کے باوجود اسے اختیار کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دل کھلے ہوئے حرام کو اختیار کرنے پر جری اور دلیر ہو جائے گا اور یہ دل کی نہایت خطرناک حالت ہے۔

تقویٰ کا جوہر

۱۳۱۔ عَنْ عَطِیَّۃَ السَّعْدِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِہٖ حَذَرًا لِّمَا بِہِ الْبَاْسُ۔ (ترمذی)

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اللہ کے متقی بندوں کی فہرست میں نہیں آسکتا، جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے ڈر سے ایسی چیز نہ چھوڑ دے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک چیز جو مباح کے درجے کی ہے جس کے کرنے میں گناہ نہیں ہے لیکن اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے۔ آدمی محسوس کرتا ہے کہ اگر میں اس مباح کی مینڈھ پر گشت لگا تا رہوں تو ممکن ہے قدم پھسل جائے اور میں گناہ میں گر پڑوں، اس ڈر سے وہ مباح سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیتا ہے۔ دل کی یہی وہ حالت ہے جسے شریعت کی زبان میں تقویٰ کا نام دیا گیا ہے اور ایسا صاحبِ دل آدمی حقیقتاً متقی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام کی خلاف ورزی سے روکنا مقصود ہے وہاں وہ یہ نہیں کہتا کہ: میری مقررہ کی ہوئی حدوں کو نہ پھلانگنا، بلکہ یوں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جانا۔

معاشرت

ا۔ نکاح

نکاح کی ترغیب

۱۳۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَاءٌ۔ (بخاری، مسلم)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں اُٹھانے کی سکت رکھتا ہو، اُسے نکاح کر لینا چاہیے کیوں کہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو اِدھر اُدھر آوارہ پھرنے سے اور شہوانی طاقت کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا، اُسے چاہیے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے (وقتاً فوقتاً) روزے رکھا کرے۔

دین دار بیوی کا انتخاب

۱۳۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا۔ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔ (متفق علیہ، عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت سے چار خصوصیات کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے: ۱۔اس کے مال کی بنیاد پر، ۲۔اس کی خاندانی شرافت کی بنیاد پر، ۳۔اس کی خوب صورتی کی

بنیاد پر، ۴۔ اور اس کے دین کی بنیاد پر، تو تم دین دار عورت کو حاصل کرو، تمھارا بھلا ہوگا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے لیے عورت میں یہ چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ کوئی مال دیکھتا ہے، کوئی خاندانی شرافت کا لحاظ کرتا ہے اور کوئی اس کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی کرتا ہے اور کوئی اس کے دین کو دیکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ اصل چیز جو دیکھنے کی ہے وہ اس کی دین داری اور تقویٰ ہے۔ ویسے اگر اور سب چیزیں بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن دین کو نظر انداز کرنا اور صرف مال و جمال کی بنیاد پر شادی کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بیوی کے انتخاب کا اصل معیار

۱۳۴۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَآءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسٰی حُسْنُهُنَّ اَنْ تُرْدِیَهُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ فَعَسٰی اَمْوَالُهُنَّ اَنْ تُطْغِیَهُنَّ وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَی الدِّیْنِ وَلَاَمَةٌ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِیْنٍ اَفْضَلُ۔ (منتقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انھیں تباہ کردے اور نہ ان کے مال دار ہونے کی وجہ سے شادی کرو، ہوسکتا ہے کہ ان کا مال انھیں طغیان و سرکشی میں مبتلا کردے، بلکہ دین کی بنیاد پر ان سے شادی کرو، اور سیاہ رنگ کی باندی جو دین دار ہو، اللہ کی نگاہ میں گوری خاندانی عورت سے بہتر ہے۔

فساد کا سبب

۱۳۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّاتَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِیْرٌ۔ (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمھارے پاس شادی کا پیغام کوئی ایسا شخص لائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کردو۔ تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑی خرابی پیدا ہوگی۔

یہ حدیث پہلی حدیث کے مضمون کی تائید کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے سلسلے میں دیکھنے کی چیز دین واخلاق ہے۔ اگر یہ نہ دیکھا جائے بلکہ مال وجائداد اور خاندانی شرافت ہی دیکھی جائے تو مسلمان معاشرے میں اس سے بڑی خرابی واقع ہوگی۔ جو لوگ اتنے دنیا پرست بن جائیں کہ دین ان کی نظر سے گر جائے اور مال وجائداد ہی ان کے ہاں دیکھنے کی چیزیں بن جائیں تو ایسے لوگ دین کی کھیتی کو سینچنے کی فکر کہاں کر سکتے ہیں۔ اسی حالت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور فساد کہا ہے۔

خطبۂ نکاح

۱۳۶۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّشَھُّدَ فِی الصَّلٰوۃِ وَالتَّشَھُّدَ فِی الْحَاجَۃِ وَذَکَرَ تَشَھُّدَ الصَّلٰوۃِ قَالَ وَالتَّشَھُّدُ فِی الْحَاجَۃِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ وَیَقْرَءُ ثَلَاثَ اٰیَاتٍ فَفَسَّرَ ھَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ:

۱۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.

۲۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا.

۳۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد بھی سکھایا اور نکاح کا تشہد بھی۔ ابن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بتانے کے بعد کہا: نکاح کا تشہد یہ ہے (جو اصل حدیث میں اُوپر درج ہوا اور جس کا مفہوم یہ ہے، شکر اور تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اُسی سے مدد مانگتے ہیں، ہم اسی سے مغفرت کے طلب گار ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں کے مقابلے میں اللہ کی پناہ میں اپنے آپ کو دیتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے (اور ہدایت کے طالب ہی کو وہ ہدایت دیتا ہے) اسے کوئی گم راہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گم راہ کردے (اور گم راہ صرف اسی کو کرتا ہے جو گم راہ ہونا چاہتا ہے) اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر تین آیتیں پڑھتے جو سفیان ثوریؒ کی تشریح کے مطابق یہ ہیں:

۱۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (آل عمران ۳:۱۰۲)

۲۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. (النساء ۴:۱)

۳۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. (احزاب ۳۳: ۷۰،۷۱)

یہ خطبہ ہے جو نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ یہاں اسے لانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نکاح صرف خوشی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک معاہدہ ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان طے پاتا ہے کہ ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی اور مددگار بن گئے ہیں۔ یہ معاہدہ کرتے وقت خدا اور خلق دونوں کو گواہ بنایا جاتا ہے اور خطبۂ نکاح کی آیتیں اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کرتی ہیں کہ اگر اس معاہدے میں شوہر یا بیوی کی طرف سے کوئی خرابی پیدا کی گئی اور اسے ٹھیک سے نبھایا نہ گیا تو خدا کا غصہ اس پر بھڑکے گا اور وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔

درج بالا آیات کا ترجمہ:

پہلی آیت کا ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کی پوری فکر رکھنا اور مرتے دم تک خدا کے احکام کی تعمیل میں لگے رہنا۔

دوسری آیت کا ترجمہ: اے لوگو! اپنے پالنے والے کی ناراضی سے بچتے رہنا جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں کے ذریعے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے، تو ایسے خالق پاک باز کی ناراضی سے ڈرتے رہنا جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہو، اور رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا، یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور صحیح بات اپنی زبان سے کہنا، تو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کا، وہ بڑی کام یابی پائے گا۔

فرضیتِ مہر

۱۳۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ. (بخاری، مسلم عن عقبہؓ بن عامر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرطوں میں سے وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم عورتوں کی عصمت کے مالک بنے ہو۔

قلیلِ مہر

۱۳۸۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَاتُغَالُوْا صَدَقَةَ النِّسَآءِ فَاِنَّهَا لَوْكَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ وَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاعَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَآئِهٖ وَلَا اَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَوْقِيَةً. (بخاری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ باندھا کرو، اس لیے کہ اگر دُنیا میں یہ کوئی شرف وعزت کی چیز ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ کوئی متقیانہ فعل ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ حق دار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کسی عورت سے نکاح کیا ہو، یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کی شادی کی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز سے روک رہے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگ خاندانی شرافت یا بڑائی کے غرور کی وجہ سے بھاری بھاری مہر مقرر کردیتے ہیں جن کا ادا کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا اور پھر وہ ان کے گلے کی پھانس بن جاتی ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان خاندانوں اور بستیوں کو اس طرح کی شیخی سے روکتے ہیں اور سادگی کی تعلیم دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہیں۔ ایک اوقیہ ساڑھے دس تولہ چاندی کے برابر ہوتا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم جس عورت سے نکاح کیا یا اپنی لڑکیوں کا نکاح کرایا، اس سے زیادہ مہر آپؐ نے نہیں باندھا۔ یہ اُمت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔ رہا ام المومنین ام حبیبہؓ کا مہر جو اس سے بہت زیادہ تھا، تو یہ مہر حبش کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اور اسی نے ادا کیا تھا۔ نکاح غائبانہ ہوا تھا۔

معمولی مہر کی افضلیت

۱۳۹۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الصِّدَاقِ أَيْسَرُهٗ. (نیل الاوطار)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین مہر وہ ہے جو معمولی ہو۔

یعنی بھاری مہر خاندانوں میں بڑی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ بیوی رہنا نہیں چاہتی اور میاں رکھنا نہیں چاہتے، لیکن طلاق نہیں دیتے اس لیے کہ پھر مہر کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوگا، جس کا ادا کرنا ان کی برداشت سے باہر ہے۔ نتیجہ یہ کہ گھر دونوں کے لیے جہنم بنا ہوا ہے۔

ولیمے میں مفلسوں کو دعوت نہ دینا معیوب ہے

۱۴۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (بخاری و مسلم عن ابو ہریرۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور جس شخص نے دعوتِ ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنّت ہے اور جس ولیمے میں صرف مال داروں کو بلایا جائے اور سوسائٹی کے غربا کو نہ بلایا جائے وہ بُرا ولیمہ ہے۔ نیز دعوت کو بلا کسی معقول عذر کے ردّ کر دینا سنّت کے خلاف ہے۔

فاسق کی دعوت سے اجتناب

۱۴۱۔ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَۃِ طَعَامِ الْفَاسِقِیْنَ۔
(مشکوٰۃ، عن عمران بن حصین)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

"فاسق" وہ جو اللہ تعالیٰ و رسولؐ کے احکام کو پوری ڈھٹائی سے توڑتا ہے، حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتا، تو ایسے شخص کی دعوت میں نہ جانا چاہیے۔ جو شخص دین کی بے عزتی کرتا ہے۔ اہلِ دین اس کو "عزت بخشنے" کیسے جا سکتے ہیں۔ دوست کا دشمن دوست نہیں ہو سکتا، البتہ اس کی دعوت کو خیر خواہانہ انداز اور مؤدبانہ زبان میں رد کر دینا چاہیے۔

٦

حقوق العباد

ا۔ والدین کے حقوق

والدہ سے حسن سلوک

۱۴۲۔ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبُوْکَ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ. (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔

ایک اور روایت کے مطابق آپؐ نے دو بار ماں کا اور تیسری بار باپ کا ذکر فرمایا اور کہا پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہوں۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے۔ یہی بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے انسان کو والدین کی شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا، اور اس کے فوراً بعد یہ فرمایا: اس کی ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف جھیل کر اپنے شکم میں اٹھایا، پھر دو سال تک اپنے دودھ سے اسے پالا۔ (لقمان ۳۱:۱۴) اسی وجہ سے علما نے لکھا ہے کہ جہاں تک

ادب و تعظیم کا سوال ہے، باپ زیادہ مستحق ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

خدمتِ والدین کا صلہ جنت ہے

۱۴۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَ ھُمَا اَوْ کِلَا ھُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ. (مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کون ذلیل ہو؟ (یعنی یہ جملہ کن لوگوں کے متعلق آپؐ فرما رہے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، اِن دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

والدین کی نافرمانی حرام ہے

۱۴۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَأْدَالْبَنَاتِ وَمَنْعاً وَھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَ قَالَ وَکَثْرَۃَ السُّوَالِ وَ اِضَاعَۃَ الْمَالِ. (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کی ہے ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی، اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، اور حرص و بخل، اور تمھارے لیے اس نے ناپسند کیا ہے بے کار قسم کی گفتگو، اور زیادہ سوال کرنا اور مال برباد کرنا۔

سوال زیادہ کرنے سے مراد خواہ مخواہ کی کرید کرنی ہے۔ اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ آدمی جو بات نہ جانتا ہو، اس کے بارے میں نہ پوچھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس طرح کی کرید نہ کرے جس طرح کی کرید بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرنے کے معاملے میں کی تھی اور آج بھی اسی طرح کی کرید بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں جو دین پر عمل نہیں کرنا چاہتے۔

موت کے بعد والدین کے حقوق کیا ہیں

۱۴۵۔ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلَمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِ ھِمَا مِنْ بَعْدِ

هِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔ (ابوداؤد)

ابواسیدؓ کہتے ہیں کہ: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ بنوسلمہ کا ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ماں باپ کے وفات پا جانے کے بعد ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے جسے میں ادا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! ان کے لیے دُعا واستغفار کرو، اور جو (جائز) وصیت وہ کر گئے ہیں، اسے پورا کرو، اور والدین سے جن لوگوں کا رشتہ داری کا تعلق ہے، ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو، اور باپ کے دوست اور ماں کی سہیلیوں کی عزت اور خاطر داری کرو۔

رضاعی ماں کی تعظیم

۱۴۶۔ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ اَقْبَلَتْ مَرْاَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِیَ قَالُوْا هِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوالطفیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں دیکھا کہ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور حضورؐ کے قریب گئی، تو آپؐ نے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ: یہ آپؐ کی ماں ہیں جنھوں نے آپؐ کو دودھ پلایا ہے۔

مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک

۱۴۷۔ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْهَا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کہتی ہیں: اُس زمانے میں جب کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوئی تھی (یعنی صلح حدیبیہ)، میری ماں (رضاعی ماں) میرے پاس آئی اور وہ ابھی اسلام نہیں لائی تھی بلکہ شرک کی حالت پر تھی، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ میں اسے کچھ دوں تو کیا میں اسے دے سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں تم اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔

اصل صلہ رحمی

۱۴۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِئِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔ (بخاری عن ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو بدلے میں رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے، وہ مکمل درجے کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔ کمال درجے کی صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتہ دار اس سے بے تعلقی کریں تو یہ ان کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور ان کا حق دے۔

مطلب یہ کہ رشتہ داروں کے حُسنِ سلوک کے جواب میں حسن سلوک کرنا یہ کمال درجے کا حُسنِ سلوک نہیں ہے۔ سب سے بڑا صلہ رحمی کرنے والا یقیناً وہ شخص ہے جس کے رشتہ دار تو اس سے تعلق کاٹ رہے ہوں اور وہ ان سے جڑنے کی کوشش کرتا ہو۔ وہ اس کا کوئی حق ادا نہ کریں اور یہ ان کے سارے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہو، یہ ایک ایسی چیز ہے جو کمال درجہ تقوی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

بُرائی کے مقابلے میں بھلائی

۱۴۹۔ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَایَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (مسلم عن ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا ان کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔

۲۔ بیویوں کے حقوق

بیوی سے حسن سلوک

۱۵۰۔ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَةَ الْقُشَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاحَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَیْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَکْسُوْهَا اِذَا اکْتَسَیْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِی الْبَیْتِ. (ابوداؤد)

حکیمؒ ابن معاویہ اپنے باپ معاویہؓ سے روایت کرتے ہیں، انھوں (معاویہؓ) نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کسی شخص کی بیوی کا اس کے شوہر پر کیا حق ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اُسے کھلائے، اور جب تو پہنے تو اُسے پہنائے، اور اس کے چہرے پر نہ مارے، اور اُسے بددُعا کے الفاظ نہ کہے، اور اگر اُس سے ترکِ تعلق کرے تو صرف گھر میں کرے۔

یعنی جیسا تم کھاؤ ویسا ہی اپنی بیوی کو کھلاؤ اور جس معیار کے کپڑے تم پہنو، اسی معیار کا کپڑا اُسے دو۔ آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے نافرمانی اور شرارت ظاہر ہو تو قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق پہلے اسے نرمی سے سمجھائے، اگر اس سے بھی وہ ٹھیک نہ ہو تو گھر میں اپنا بستر الگ کرلے اور بات باہر نہ پہنچنے دے، کیوں کہ یہ شرافت کے خلاف ہے۔ اس سے بھی اگر ٹھیک نہ ہو تو پھر اسے مارا پیٹا جاسکتا ہے، لیکن چہرے پر نہیں بلکہ جسم کے کسی دوسرے حصے پر، اور اس میں بھی یہ ہدایت ہے کہ ہڈی کو توڑ دینے والی یا زخمی کردینے والی مار نہ ماری جائے۔

بدزبان بیوی کے ساتھ سلوک

۱۵۱۔ عَنْ لَقِیْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِیْ اِمْرَاَةً فِیْ لِسَانِهَا شَیْءٌ یَعْنِی الْبِذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِیْ مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا یَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ یَّکُ فِیْهَا خَیْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِیْنَتَکَ ضَرْبَکَ اُمَیَّتَکَ (ابوداؤد)

لقیط ابن صبرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بیوی بدزبان ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اُسے طلاق دے دو۔ میں نے کہا کہ اُس سے میرے بچے ہیں، مدت سے ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے نصیحت کرو، اگر اس کے اندر خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی تو وہ تمھاری بات مان لے گی، اور خبردار اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جیسے تو اپنی لونڈی کو مارتا ہے۔

اس حدیث کے آخری ٹکڑے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لونڈیوں کو خوب پیٹو اور بیویوں کو نہ پیٹو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوگ اپنی باندیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس طرح کا معاملہ بیوی کے ساتھ نہ ہونا چاہیے۔

بیوی کو مارنا خوبی نہیں

۱۵۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِھِنَّ فَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ اَزْوَاجَھُنَّ لَیْسَ اُولٰئِکَ بِخِیَارِکُمْ۔ (ابوداؤد عن ایاسؓ بن عبداللہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ کی باندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو مت مارو۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ کی اس ہدایت کی وجہ سے شوہروں نے مارنا چھوڑ دیا، تو عورتیں اپنے شوہروں کے سر چڑھ گئیں اور دلیر ہوگئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں آئیں اور انھوں نے اپنے شوہروں کی مار پیٹ کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئی ہیں۔ تم میں سے ایسے لوگ بہتر لوگ نہیں ہیں۔

بیوی سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش

۱۵۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَفْرُکُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا اٰخَرَ۔ (مسلم عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن شوہر اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت نہیں پسند آئی تو دوسری اور عادتیں پسند آئیں گی۔

مطلب یہ کہ بیوی اگر خوب صورت نہیں ہے یا کسی اور قسم کی کوتاہی اور کمی اس میں پائی جاتی ہے تو اس وجہ سے فوراً اس سے قطع تعلق کا فیصلہ مت کرلو۔ ایک عورت کے اندر اگر بعض پہلوؤں سے کوئی کمی ہوتی ہے تو دوسرے اور بہت سے پہلو ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ شوہر کے دل پر قبضہ کرلیتی ہے، بشرطیکہ اسے موقع دیا جائے اور محض اس کی ایک کوتاہی کی بنا پر ہمیشہ کے لیے دل میں نفرت نہ بٹھالی جائے۔

حقوق الزوجین

۱۵۴۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا، اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاءِكُمْ حَقًّا فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ. (ترمذی)

عمرو بن احوص جشمیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں فرماتے سنا۔ پہلے آپؐ نے حمد وثنا فرمائی، پھر اور باتوں کا وعظ کیا۔ پھر فرمایا: لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، اس لیے کہ وہ تمھارے پاس بمنزلہ قیدی کے ہیں، ان کے ساتھ سختی صرف اُسی شکل میں کی جاسکتی ہے جب ان کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی ظاہر ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے ان کی خواب گاہوں میں قطع تعلق کرلو، اور انھیں اتنا مار پیٹ سکتے ہو جو سخت وشدید یعنی زخم کرنے والی نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمھارا کہا مانیں تو انھیں ستانے کے لیے راستہ مت تلاش کرو۔ سنو! کچھ حقوق تمھاری بیویوں کے تم پر ہیں، اور کچھ تمھارے حقوق ان پر ہیں۔ تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ تمھارے فرش کو ایسے لوگوں سے نہ رندوائیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو، اور تمھارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی

اجازت نہ دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو۔ سنو! ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انھیں ٹھیک سے کھانا اور کپڑا دو۔

بیوی کا نفقہ صدقہ ہے

۱۵۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ. (متفق علیہ عن ابو مسعودؓ بدری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے گھر والوں پر آخرت میں اجر پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔

اہلِ خانہ کی اہمیت

۱۵۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْتُ.

(ابوداؤد عن عبداللہؓ بن عمرو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آدمی کو گنہگار کرنے کے لیے یہ عمل کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جنھیں وہ کھلاتا ہے۔

بیویوں کے درمیان عدل کا حکم

۱۵۷۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے حقوق میں انصاف اور برابری نہ رکھی ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا۔

وہ آدھے دھڑ کے ساتھ اس لیے آئے گا کہ جس بیوی کے حقوق اس نے ادا نہیں کیے، وہ اسی کے جسم ہی کا حصہ تو تھی۔ اپنے جسم کے آدھے حصے کو دنیا میں کاٹ کر پھینک آیا تھا، پھر قیامت کے دن اس کے پاس پورا جسم کہاں سے ہوگا۔

۳۔ شوہر کے حقوق

کون سی عورت جنت میں جائے گی

۱۵۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءَ ۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَھَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَ تْ۔ (ابو نُعیم حلیۃ، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۱۱۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے، اور رمضان کے روزے رکھے، اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

اچھی بیوی کی صفات

۱۵۹۔ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِھَا وَلَا مَالِھَا بِمَا یَکْرَہُ۔ (نسائی عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: کون سی بیوی سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی طرف دیکھے۔ اطاعت کرے جب وہ اسے حکم دے، اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اختیار کرلے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ (''اپنے مال'' سے مراد وہ مال ہے جو شوہر نے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اس کے حوالے کر دیا ہے)

نفلی عبادت کے لیے شوہر کی اجازت

۱۶۰۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ تْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ زَوْجِیْ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ وَیُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ وَلَا یُصَلِّی الْفَجْرَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَہٗ قَالَ فَسَاَلَہٗ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا قَوْلُھَا ''یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ فَاِنَّھَا تَقْرَاُ بِسُوْرَتَیْنِ وَقَدْ نَھَیْتُھَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَتْ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً لَکَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُھَا ''یُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ'' فَاِنَّھَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ

فَلَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَئِذٍ لَا تَصُوْمُ امْرَأَۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا وَاَمَّا قَوْلُھَا "اِنِّیْ لَا اُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَھْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذٰلِکَ لَا نَکَادُ نَسْتَیْقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَیْقَظْتَ یَا صَفْوَانُ فَصَلِّ. (ابوداؤد، ج ۳، حدیث نمبر ۶۸۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اُس نے کہا: میرے شوہر صفوان ابن معطل مجھے مارتے ہیں، جب میں نماز پڑھتی ہوں اور مجھے روزہ توڑنے کے لیے کہتے ہیں جب میں روزہ رکھتی ہوں اور وہ خود فجر کی نماز نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج نکل نہیں آتا۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صفوان رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھے تھے تو آپؐ نے ان سے ان کی بیوی کی شکایت کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! نماز پڑھنے پر مارنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دو دو سورتیں پڑھتی ہے اور میں اسے منع کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہی سورت کافی ہے۔

صفوانؓ نے پھر کہا کہ روزہ توڑنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ روزے رکھے چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں، صبر نہیں کرسکتا۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہیں رکھ سکتی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے کا معاملہ یہ ہے کہ ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے لیے یہ بات مشہور و معروف ہے کہ ہم جاگ نہیں سکتے جب تک سورج نہ نکل آئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: اے صفوان! جب تم جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو۔

اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ شوہروں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو فرض نماز پڑھنے سے روکیں، البتہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شوہر کی ضروریات کا خیال رکھے اور دین داری کے شوق میں لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھے۔ رہی نفل نماز تو اس میں شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بغیر اس کی اجازت کے نفل نمازوں میں نہ لگے۔ اسی طرح نفلی روزہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

۲۔ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ رات کو لوگوں کے کھیتوں میں پانی دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب رات کا بیش تر حصہ اس طرح کی محنت مزدوری میں لگ جائے تو آدمی ٹھیک وقت سے فجر کے لیے نہیں جاگ سکتا۔ صفوانؓ اونچے درجے کے صحابی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ فجر کی نماز کے بارے میں لاپروائی برتتے رہے، بلکہ ایسا اتفاق سے ہوجاتا ہوگا کہ رات کو دیر میں سوئے اور کسی

نے جگایا نہیں اور فجر کی نماز قضا ہوگئی۔ یہی حالت تھی جس کی وجہ سے حضورؐ نے فرمایا کہ اے صفوانؓ جب تم نیند سے اُٹھو تو نماز پڑھ لیا کرو، ورنہ اگر آپؐ کے نزدیک وہ نماز سے بے پروائی اور غفلت برتنے والے ہوتے تو آپ اُن پر ضرور ناراض ہوتے۔

خاوند کی ناشکری

۱۶۱۔ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ مَرَّبِيَ النَّبِيُّ وَاَنَا فِيْ جَوَارٍ اَتْرَابٍ لِيْ. فَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَقَالَ اِيَّاكُنَّ وَكُفْرَ الْمُنْعِمِيْنَ قَالَ وَلَعَلَّ اِحْدَاكُنَّ تَطُوْلُ اَيْمَتُهَا مِنْ اَبَوَيْهَا، ثُمَّ يَرْزُقُهَا اللّٰهُ زَوْجًا وَيَرْزُقُهَا مِنْهُ وَلَدًا فَتَغْضَبُ الْغَضْبَةَ فَتَكْفُرُ فَتَقُوْلُ مَارَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ. (الادب المفرد)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ کہتی ہیں: میں اپنی کچھ ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ہمارے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا: تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو۔ پھر فرمایا: تم عورتوں میں سے کسی کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے گھر لمبے عرصے تک کنواری بیٹھی رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر دیتا ہے اور اس سے اولاد ہوتی ہے۔ پھر کسی بات پر غصے ہو جاتی ہے اور شوہر سے یوں کہتی ہے کہ: مجھے تو تجھ سے کبھی آرام نہ ملا، تو نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔

اس حدیث میں عورتوں کو ناشکری سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ بیماری عام طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے عورتوں کو اس سے بچنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

بہترین دولت مومن بیوی

۱۶۲۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ...... الخ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَوْ عَلِمْنَا اَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهٗ فَقَالَ اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى دِيْنِهٖ. (ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ...... (التوبہ ۹:۳۴) نازل ہوئی تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے کہا: سونا چاندی جمع کرنے کے سلسلے میں تو یہ آیت اُتری ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جمع کرنا پسندیدہ

نہیں ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے تو اس کے جمع کرنے کی سوچیں۔ آپؐ نے فرمایا: سب سے بہتر ذخیرہ خدا کو یاد کرنے والی زبان اور خدا کے شکر کے جذبے سے معمور دل اور نیک بیوی ہے جو دین کی راہ پر چلنے میں اپنے شوہر کی مددگار بنتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے ہونا چاہیے اور وہی ذکر مطلوب ہے جو جذبۂ شکر کے ساتھ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عورت تنگیوں اور سختیوں میں صبر کے ساتھ اپنے دین دار شوہر کی رفاقت کرتی ہے، دین کی راہ پر چلنے میں سہارا بنتی ہے، راستے کا پتھر نہیں بنتی تو حقیقتاً ایسی بیوی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

عورت گھر کی نگران ہے

۱۶۳۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَالْخَادِمُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پوچھا جائے گا ان لوگوں کی بابت جو تمھاری نگرانی میں ہوں گے۔ امیر بھی نگران ہے (اس سے بھی اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا) مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے، اور تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نوکر اپنے آقا کے مال کا نگران ہے۔

اس حدیث کا یہ ٹکڑا یہاں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے لڑکوں کی نگران ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف کھلانے پلانے ہی کا ذمہ دار نہیں ہے اس کے دین و اخلاق کی حفاظت و نگرانی بھی اس کے ذمے ہے، اور بیوی کی ذمہ داری دوگنی ہے، وہ شوہر کے گھر اور مال کی نگران تو ہے ہی، اس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمے داری بھی اس پر ہے کیوں کہ شوہر تو معاش کے حصول کے لیے زیادہ تر باہر رہتا ہے اور گھر میں بچے اپنی ماؤں ہی سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں۔ اس لیے بچوں کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کی دوہری ذمہ داری ان کی ماں پر آتی ہے۔

۴۔ اولاد کے حقوق

اولاد کی تربیت

۱۶۴۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ (جامعہ الاصول، مشکوٰۃ عن سعیدؓ بن العاص)

رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اولاد کو جو کچھ دیتا ہے، اس میں سے سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔

نماز کی عادت ڈالنا

۱۶۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز کے لیے انھیں مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں، اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد ان کے بستر الگ کر دو۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز کا طریقہ سکھانا اور نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انھیں مارا بھی جا سکتا ہے۔ ان پر یہ واضح کر دینا چاہیے کہ تمھارا نماز نہ پڑھنا ہماری ناراضی کا باعث ہوگا۔ نیز اس عمر کو پہنچنے کے بعد بچوں کا بستر الگ کر دینا چاہیے۔ کئی بچے ایک ساتھ ایک چارپائی پر نہ لیٹیں۔

نیک اولاد۔ صدقہ جاریہ

۱۶۶۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ۔ (مسلم عن ابوہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے، مگر تین قسم کے

اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے: ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے، یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں، تیسرے: نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرتا رہے۔

صدقہ جاریہ سے مراد وہ صدقہ ہے جس کا فیض عرصے تک باقی رہے۔ نہر یا کنواں کھدوادے یا مسافروں کے لیے سرائے بنوادے یا راستے پر درخت لگوادے، یا کسی دینی درس گاہ میں کتابیں وقف کر جائے وغیرہ۔ جب تک اس کے اس کام سے لوگ فائدہ اُٹھائیں گے، اسے ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح وہ کسی کو تعلیم دے یا دینی کتابیں لکھ جائے تو اس کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ تیسرا عمل جس کا ثواب ملتا رہے گا، وہ اس کا اپنا لڑکا ہے جسے اس نے شروع ہی سے عمدہ تربیت دی اور اس کی کوششوں کے نتیجے میں وہ متقی اور پرہیز گار بنا تو جب تک یہ لڑکا دنیا میں زندہ ہے، اس کی نیکیوں کا ثواب اس کے باپ کو ملتا رہے گا۔ مزید یہ کہ وہ چونکہ نیک ہے، اسی لیے وہ اپنے باپ کے حق میں دعائیں بھی کرے گا۔

لڑکیوں کی تربیت کا صلہ

۱۶۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی یَتِیْمًا فِیْ طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا یُغْفَرُ، وَمَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ اَوْمِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِثْنَتَیْنِ قَالَ اَوِثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْقَالُوْا اَوْوَاحِدَةً فَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ کَرِیْمَتَیْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا کَرِیْمَتَاهُ قَالَ عَیْنَاهُ. (مشکوٰۃ عن ابن عباسؓ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنے کھانے پینے میں اسے شریک کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کردی، اِلّا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابلِ معافی نہ ہو، اور جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انھیں تعلیم و تربیت دی اور ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں بے نیاز کردے (ان کی شادی ہوجائے) تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کردی۔ ایک آدمی نے کہا: اگر دو ہی ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی یہی اجر ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو

آپؐ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔ (آپؐ نے مزید فرمایا کہ) جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! دو بہتر چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی دو آنکھیں۔

اس حدیث میں ایک بات یہ بیان ہوئی کہ اگر کسی شخص کے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو اسے ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنی چاہیے بلکہ ان کی پوری سرپرستی کرنی چاہیے۔ انھیں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ مہربانی اور لطف و کرم کا سلوک اس وقت تک کرنا چاہیے جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے۔ جو شخص ایسا کرے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک بھائی ہے جس کی چھوٹی بہنیں ہیں تو اسے بھی اپنی ان بہنوں کو وبالِ جان نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان کا پورا خرچ برداشت کرنا چاہیے اور انھیں علم اور دین داری کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے اور شادی ہونے تک رحمت کا سلوک کرنا چاہیے۔

بیٹی کی تکریم و تربیت کا بدلہ

۱۶۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ یُدْخِلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ. (ابوداؤد۔ عن ابن عباسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اسے حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔

بیٹی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے

۱۶۹۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ جَاءَتْنِیْ اِمْرَاَۃٌ وَمَعَھَا ابْنَتَانِ لَھَا تَسْاَلُنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَاَعْطَیْتُھَا اِیَّاھَا فَقَسَمَتْھَا بَیْنَ ابْنَتَیْھَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْھَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ. (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ دو بچیاں بھی تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگنے آئی تھی۔ اُس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور

کے اور کچھ نہ تھا، وہی مَیں نے اُسے دے دی۔ اس نے اس کھجور کو اِن دولڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا اور پھر وہ اُٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے اس عورت کا حال بیان کیا کہ باوجود بھوکی ہونے کے اس نے اپنے اوپر اپنی دو بچیوں کو ترجیح دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص کو اِن بچیوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا گیا، پھر اس نے اِن بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے پردہ بن جائیں گی۔

یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ صرف لڑکیاں دیتا ہے وہ بھی عطیہ خداوندی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ والدین اِن بچیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں جو نہ انھیں کما کر دینے والی ہوتی ہیں اور نہ خدمت کے لیے ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ پھر بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو یہ اپنے والدین کی بخشش کا سبب بنیں گی۔

اولاد میں انصاف

۱۷۰۔ عَنِ النُّعْمَانَ بْنِ بَشِیْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰی بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ اِبْنِیْ هٰذَا غُلَامًا کَانَ لِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکُلَّ وَلَدِکَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِکَ کُلِّهِمْ قَالَ لَا قَالَ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْکَ الصَّدَقَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِیْ اِذًا فَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اَیَسُرُّکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اِلَیْکَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰی قَالَ فَلَا اِذًا۔ (بخاری و مسلم)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے والد (بشیرؓ) مجھے لیے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ایک غلام میرے پاس تھا، میں نے اس لڑکے کو بخش دیا۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اپنے سب لڑکوں کو غلام دیے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو واپس لے لے۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے پوچھا: کیا تو نے اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری و مساوات کا معاملہ کرو۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا تو پھر تو مجھے گواہ مت بنا، میں ظلم کا گواہ نہیں بنوں گا۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کیا تمھیں یہ بات پسند ہے کہ سب لڑکے تمھارے ساتھ اچھا سلوک کریں؟ میرے باپ نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر ایسا مت کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے ورنہ یہ جور و ظلم ہوگا۔ نیز اگر ایسا کیا گیا تو ان کے دل آپس میں پھٹیں گے اور ان کے دلوں کے دل میں باپ کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔

اولاد پر خرچ کرنا

۱۷۱۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَجْرٌ لِّي فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَمْ لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ. (بخاری و مسلم)

حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا مجھے ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے ثواب ملے گا۔ میں انھیں اس طرح محتاج اور در بدر مارے پھرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتی، وہ تو میرے بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! جو کچھ تم ان پر خرچ کروگی، تمھیں اس کا اجر ملے گا۔ (اُم سلمہؓ کے پہلے شوہر کا نام ابوسلمہؓ ہے۔ ان کے انتقال کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئی تھیں، اس لیے ابوسلمہؓ سے جو اُن کے بچے پیدا ہوئے تھے، ان کے بارے میں انھوں نے پوچھا تھا)

بہترین صدقہ ـــــ بے سہارا بیٹی کی کفالت

۱۷۲۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ بِنْتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ. (ابن ماجہ عن سراقہؓ بن مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں بہترین صدقہ بتاؤں؟ وہ تیری بیٹی ہے جو تیرے پاس لوٹائی گئی ہے اور اسے کوئی تیرے سوا کما کر کھلانے والا نہیں ہے۔

یعنی ایسی لڑکی جس کی بدصورتی یا جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی، یا شادی کے بعد طلاق مل گئی ہے اور تمھارے سوا اسے کھلانے پلانے والا کوئی اور نہیں ہے تو اس پر تم جو کچھ خرچ کروگے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں

بہترین صدقہ ہوگا۔

یتیم بچوں کی پرورش کے لیے نکاح ثانی سے پرہیز

۱۷۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاِمْرَاۃٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ کَھَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَوْمَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ اِلَی الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃِ اِمْرَأَۃٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِھَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَھَا عَلٰی یَتَامَاھَا حَتّٰی بَانُوْا اَوْمَاتُوْا۔ (ابوداؤد، عوف بن مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور جھلسے ہوئے چہرے والی عورت قیامت کے دن ان دوانگلیوں کی طرح ہوں گے (یزید بن زریع نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اپنی بیچ کی انگلی اور کلمہ شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا)۔ یعنی وہ عورت جس کا شوہر مرگیا اور وہ خاندانی شرافت اور ذاتی حسن و جمال رکھتی ہے، لیکن اس نے اپنے مرنے والے شوہر کے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو نکاح سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہوئے یا مر گئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہوجائے اور اس کے چھوٹے بچے ہوں اور لوگ اس سے شادی کرنے کی طرف مائل ہوں لیکن وہ اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی خاطر شادی نہیں کرتی اور عزت و پاک دامنی کے ساتھ زندگی گزارتی ہے تو ایسی عورت کو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

۵۔ یتیم کے حقوق

یتیم کی کفالت

۱۷۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَھُمَا شَیْئًا۔ (بخاری عن سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کا سرپرست نیز دوسرے محتاجوں کا سرپرست، ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

یعنی یتیموں کی سرپرستی کرنے والے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں گے اور یہ بشارت صرف یتیم کے سرپرست کے لیے نہیں ہے، بلکہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو لاچار اور محتاج لوگوں کی سرپرستی کرتا ہے۔

بہترین اور بدترین گھر

۱۷۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْہِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْہِ۔ (ابن ماجہ عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔

یتیم کی سرپرستی کے اخلاقی فوائد

۱۷۶۔ اِنَّ رَجُلًا شَکَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْوَۃَ قَلْبِہٖ قَالَ اِمْسَحْ رَأْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ۔ (مشکوۃ عن ابو ہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قلب کی قساوت اور سختی کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر اور مسکینوں کو کھانا کھلا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی سنگ دلی کا علاج کرنا چاہے تو عملاً شفقت ورحمت کا کام شروع کردے۔ضرورت منداور بے یارومددگار لوگوں کی ضروریات پوری کرے اوران کے کاموں میں ان کی مدد کرے تواس کی یہ سنگ دلی، رحم دلی سے بدل جائے گی۔

کم زوروں کے حقوق

۱۷۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَۃِ. (نسائی۔خویلد بن عمرو)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے اللہ! مَیں دوکم زورقسم کے لوگوں کے حق کومحترم قراردیتا ہوں،یعنی یتیم اور بیوی کے حق کو۔

حضورصلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندازِ کلام بڑاہی مؤثر ہے۔جس کے ذریعے آپؐ نے لوگوں کو یہ ہدایت دی کہ یتیموں اور بیویوں کے حقوق کا احترام کرو۔اسلام سے پہلے کی عرب دنیا میں یہ دونوں سب سے زیادہ مظلوم تھے۔یتیموں کے ساتھ عام طور پر بُرا سلوک کیا جاتا اوران کی حق ماری کی جاتی۔اسی طرح عورت کا بھی کوئی مقام نہ تھا۔

مالِ یتیم میں کفیل کا حق

۱۷۸۔ اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَیْسَ لِیْ شَیْءٌ وَلِیْ یَتِیْمٌ فَقَالَ کُلْ مِنْ مَّالِ یَتِیْمِکَ غَیْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَأَثِّلٍ. (ابوداؤد)

ایک آدمی حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں محتاج ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میری سرپرستی میں ایک (صاحب جائداد) یتیم ہے (تو کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتا ہوں) آپؐ نے فرمایا: ہاں تم اپنے یتیم کے مال میں سے کھا سکتے ہو بشرطیکہ اسراف نہ کرو اور جلد بازی سے کام نہ لو، اور نہ اپنی جائداد بنانے کی فکر کرو۔

یعنی اگر کسی یتیم کا سرپرست مال دار ہے تو اسے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق اس کے مال میں سے کچھ نہ لینا چاہیے لیکن اگر وہ غریب ہے اور یتیم صاحب جائداد ہے تو یہ اس کے مال کی حفاظت کرے گا، اسے بڑھانے کی کوشش کرے گا اور اس میں سے اپنا خرچ لے گا۔لیکن اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کے مال کو اس کے جوان ہونے سے پہلے جلدی جلدی ہضم کرجائے۔نیز وہ یتیم کے مال سے اپنی جائداد نہیں بنا سکتا۔خدا سے نہ ڈرنے والے بے ایمان لوگ یتیموں کے مال کو ہوشیاری کے ساتھ اپنی جائداد بنالیتے ہیں، یا ان کے بڑا ہونے سے پہلے

ہی اس کی پوری جائداد کھا پی کر اُڑا دیتے ہیں۔

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے مال کے سلسلے میں یہی ہدایت دی ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

فرمایا: **وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ط وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ۔** ''(النساء،۴:۶)''اور یتیموں کے مال نہ کھاؤ، فضول خرچی کے ساتھ اور جلدی کرتے ہوئے ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے اور جو مال دار ہو، اسے چاہیے کہ یتیم کا مال کھانے سے پرہیز کرے اور جو غریب ہو تو اسے یتیم کے مال سے دستور کے مطابق کھانا چاہیے۔

زیر سرپرستی یتیم کو ڈانٹنا

۱۷۹۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّا اَضْرِبُ يَتِيْمِیْ قَالَ مِمَّا كُنْتَ ضَارِبًا مِنْهُ وَلَدَكَ غَيْرَ وَاقٍ مَّالَكَ بِمَالِهٖ وَلَا مُتَأَثِّلًا مِنْ مَّالِهٖ مَالًا۔ (معجم طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: کن وجوہ سے میں اس یتیم کو مار سکتا ہوں جو میری سرپرستی میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جن وجوہ سے تم اپنی حقیقی اولاد کو مار سکتے ہو۔ خبردار! اپنے مال کو بچانے کی خاطر اس کا مال برباد نہ کرنا اور اس کے مال سے اپنی جائداد نہ بنانا۔

اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے سلسلے میں مارا پیٹا جا سکتا ہے، اسی طرح اپنے زیر کفالت یتیم کو بھی دین اور تہذیب و شائستگی سکھانے کے سلسلے میں مارا پیٹا جا سکتا ہے۔ بلا وجہ کسی بات پر بچوں کی پٹائی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے اور یتیم کو مارنا تو بہت بڑا گناہ ہے۔

۶۔ مہمان کے حقوق

مہمان نوازی ایمان کا تقاضا ہے

۱۸۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ. (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ اپنے مہمانوں کی خاطر داری کرے۔

مہمان نوازی کی مدت

۱۸۱۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَۃٌ وَالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَلَہٗ صَدَقَۃٌ وَلَایَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُحَرِّجَہٗ. (بخاری، مسلم، عن خویلدؓ بن عمرو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔ پہلا دن انعام وعطیے کا دن ہے جس میں مہمان کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا چاہیے، اور مہمانی تین دن تک ہے (یعنی دوسرے اور تیسرے دن اس کی مہمانی میں تکلف کرنا اخلاقاً ضروری نہیں۔) اس کے بعد جو کچھ وہ کرے گا، وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا، اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے میزبان کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اسے تنگی اور پریشانی میں مبتلا کردے۔

اس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کو ہدایت دی گئی ہے۔ میزبان کو اس بات کی کہ وہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔ خاطر کرنے کا مطلب صرف کھلا پلا دینا نہیں ہے، بلکہ ہنس کر بولنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، سبھی کچھ مراد ہے۔ مہمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب کسی کے ہاں بطور مہمان جائے تو وہیں دھرنا مار کر بیٹھ نہ جائے کہ اس سے میزبان پریشانی میں پڑ جائے۔ مسلم کی ایک روایت اس حدیث کی اچھی طرح تشریح کرتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس قیام کرے یہاں تک کہ اسے پریشانی میں مبتلا کردے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ کس طرح اسے پریشانی میں مبتلا کردے گا، تو آپؐ نے فرمایا: اس طرح کہ یہ وہیں اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس میزبانی کے لیے کچھ نہ ہو۔

۷۔ پڑوسیوں کے حقوق

اذیتِ ہم سایہ منافیٔ ایمان ہے

۱۸۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَایَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ. (بخاری، مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! کون ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے۔

پڑوسی کا مقام

۱۸۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَازَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ. (متفق علیہ، عن عائشہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنادیں گے۔

مومن کا پڑوسی بھوکا نہ رہے

۱۸۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ. (مشکوٰۃ)

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہے، بھوکا رہے۔

پڑوسیوں کی خبر گیری

۱۸۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَااَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَاءَ ھَا وَتَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ. (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا: اے ابوذرؓ! جب تُو شوربا پکائے تو کچھ پانی زیادہ کردے اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کر (یعنی ان کے ہاں بھی تھوڑا سا سالن وغیرہ بھیج دیا کرو)

پڑوسیوں کے مابین تحائف کی اہمیت

۱۸۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِھَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاۃٍ. (بخاری، مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینے کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ وہ ایک بکری کی کُھری ہی کیوں نہ ہو۔

عورتوں کی فطرت ہوتی ہے کہ کوئی معمولی چیز اپنی پڑوسن کے گھر بھیجنا پسند نہیں کرتیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ہاں کوئی اچھی چیز بھیجیں۔ اسی لیے آپؐ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ معمولی سے معمولی ہدیہ بھی اپنے پڑوسیوں کے ہاں بھیجو اور جن عورتوں کے پاس پڑوس سے ہدیہ آئے اور وہ معمولی ہو تو انھیں محبت سے لے لینا چاہیے، اسے حقیر نہ سمجھیں اور نہ تنقید کریں۔

مستحق ترین پڑوسی

۱۸۷۔ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّھِمَا اُھْدِیْ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْکِ بَابًا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرے دو پڑوسی ہیں تو اُن میں سے کس کے ہاں ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: اُس پڑوسی کے ہاں جس کا گھر تیرے گھر سے زیادہ قریب ہو۔

پڑوسی کے ساتھ احسان کا رویہ

۱۸۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا ائْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ.

(مشکوٰۃ۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی اقر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ گفتگو کرے تو سچ بولے، اور اس کے پاس جب امانت رکھی جائے تو امانت کو مالک کے پاس بحفاظت لوٹائے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

پڑوسی کے ساتھ سلوک کا نتیجہ —— جنت یا جہنم

۱۸۹۔ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَۃِ صَلَاتِہَا وَصِیَامِہَا وَصَدَقَتِہَا غَیْرَ اَنَّہَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَہَا بِلِسَانِہَا قَالَ ھِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ قِلَّۃُ صِیَامِہَا وَصَدَقَتِہَا وَصَلَاتِہَا وَاِنَّہَا تُصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِہَا جِیْرَانَہَا قَالَ ھِیَ فِی الْجَنَّۃِ. (مشکوٰۃ)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: فلاں عورت بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتی، نفلی روزے رکھتی اور صدقہ کرتی ہے اور اس لحاظ سے وہ مشہور ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گی۔

اُس آدمی نے پھر کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! فلاں عورت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نفل روزے کم رکھتی ہے اور بہت کم نفل نماز پڑھتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ یہ جنت میں جائے گی۔

پہلی عورت جہنم میں اس لیے جائے گی کہ اس نے بندوں کے حق مارے ہیں۔ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اُسے ایذا نہ دی جائے اور اُس نے یہ حق ادا نہ کیا اور دنیا میں اس نے اپنے پڑوسی سے معافی بھی نہیں مانگی۔ اس لیے اُسے جہنم ہی میں جانا چاہیے۔

قیامت کا پہلا مقدمہ —— پڑوسیوں کا جھگڑا

۱۹۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جَارَانِ.

(مشکوٰۃ۔ عقبہ بن عامرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا، وہ دو پڑوسی ہوں گے۔

یعنی قیامت میں حقوق العباد کے سلسلے میں سب سے پہلے خدا کے سامنے دو شخص پیش ہوں گے جو دنیا میں ایک دوسرے کے پڑوسی رہے اور ایک نے دوسرے کو ستایا اور ظلم کیا۔ ان دونوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا۔

۸۔ فقراو مساکین کے حقوق

مفلسوں کے ساتھ خدا کا تعلق

۱۹۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ یَارَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اِسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْاَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ یَابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ یَارَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا اِنَّکَ لَوْسَقَیْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ۔ (مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا: اے آدم کے بیٹے! مَیں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تُو نے نہیں کھلایا، تو وہ کہے گا کہ اے میرے ربّ! مَیں تجھے کیوں کر کھلاتا جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تُو نے اُسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے ہاں پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! مَیں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! مَیں تجھے کیسے پلاتا جب کہ تو خود ربّ العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں دیا، اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو وہ پانی میرے ہاں پاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا بڑے اجروثواب کا کام ہے اور اس سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

بھوکے کو کھانا کھلانا

۱۹۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ کَبِدًا جَائِعًا.
(مشکوٰۃ، عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ تُو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھلائے۔

سائل کے ساتھ سلوک:

۱۹۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ. (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کو کچھ دے کر واپس کرو، اگر چہ جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔

مطلب یہ کہ غریب محتاج اگر تمھارے دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ مت لوٹاؤ، کچھ نہ کچھ اسے دے دو، اگر چہ وہ کتنی ہی معمولی چیز ہو۔

ہم دردی کا مستحق مسکین

۱۹۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ لَہٗ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ. (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے اور ایک لقمہ دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجور لے کر لوٹتا ہے، بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اتنا مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے اور اس کی غربت کو لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ اُسے صدقہ دیں، اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے۔

اس حدیث کے ذریعے اُمت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تمھیں سب سے زیادہ تلاش ایسے غریبوں کی ہونی چاہیے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن وہ غیرت و شرافت کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور مسکینوں کا سا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ ان کی مدد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔

مسکین و بیوہ کی نگاہ داشت کی فضیلت

۱۹۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ وَکَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَا یَفْتُرُ وَ کَالصَّائِمِ الَّذِیْ لَا یُفْطِرُ.

(بخاری، مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اُس شخص کی طرح ہے جو خدا کی راہ میں جنگ کرتا ہے، اور اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر خدا کے حضور کھڑا رہتا ہے، تھکتا نہیں اور اس روزے دار کی طرح ہے جو دن کو کھاتا نہیں، برابر روزے رکھتا ہے۔

۹۔ خادموں کے حقوق

سکت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا

۱۹۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُہٗ وَکِسْوَتُہٗ وَلَا یُکَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ۔ (مسلم، عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے، جسے وہ سہار سکتا ہو۔

اصل حدیث میں مملوک کا لفظ آیا ہے جس سے مراد: غلام اور باندی ہیں، جو اسلام سے پہلے عرب سوسائٹی میں پائے جاتے تھے۔ لوگ ان غلام اور باندیوں کے ساتھ حیوانات سے بدتر سلوک کرتے، انھیں نہ تو ٹھیک طرح سے کھانا دیتے اور نہ کپڑے پہناتے، اور ناقابل برداشت حد تک ان سے کام لیتے۔ جب اسلام آیا تو اس وقت یہ طبقہ موجود تھا۔ آپؐ نے مسلمان سوسائٹی کو ہدایت کی کہ ان کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کرو۔ انھیں وہی کچھ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ کپڑے پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور ان سے صرف اتنا ہی کام لو جتنا ان کے بس میں ہو۔ ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہیے جس کے شب و روز آپ کے پاس گزرتے ہیں۔ خادموں کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں ابو قلابہؒ کی یہ روایت پڑھیے۔ ابو قلابہؒ کہتے ہیں: حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گورنری کے زمانے میں ایک آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ پوچھا: یہ کیا؟ حضرت سلمانؓ نے کہا: ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ ناپسند ہے کہ اس کے اوپر دو کاموں کا بار ڈال دیں۔

خادم کا طعام و لباس کیسا ہونا چاہیے؟

۱۹۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِخْوَانُکُمْ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ اَخَاہُ تَحْتَ یَدَیْہِ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاْکُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا یُکَلِّفْہُ مِنَ الْعَمَلِ مَا یَغْلِبُہٗ فَاِنْ کَلَّفَہٗ مَا یَغْلِبُہٗ فَلْیُعِنْہُ عَلَیْہِ۔ (بخاری، مسلم، ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لونڈی اور غلام تمھارے بھائی ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے تصرف میں دے رکھا ہے، تو جس بھائی کو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کے قبضے میں دے رکھا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے، اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اور اگر اس پر کسی ایسے کام کا

بوجھ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے نہ کر پا رہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔

کھانے میں خادِم کی شرکت

۱۹۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُہٗ طَعَامَہٗ ثُمَّ جَاءَہٗ بِہٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّہٗ وَدُخَانَہٗ فَلْیُقْعِدْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْھًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِہٖ مِنْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ۔ (مسلم، عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے، پھر اسے اس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے تو مالک کو چاہیے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے، اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس میں سے ایک لقمہ یا دو لقمے اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔

خادموں کے ساتھ حُسنِ سلوک

۱۹۹۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَیَتَامٰی قَالَ نَعَمْ فَاَکْرِمُوْھُمْ کَکَرَامَۃِ اَوْلَادِکُمْ وَاَطْعِمُوْھُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے ہمیں نہیں بتایا ہے کہ اس اُمت میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! میں نے تمھیں یہ بات بتائی ہے، پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح ان کی خاطر کرو، اور انھیں وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔

غلام کو مارنے کی ممانعت

۲۰۰۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھَبَ لِعَلِیٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْہُ فَاِنِّیْ نُھِیْتُ عَنْ ضَرْبِ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ وَقَدْ رَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ۔ (مشکوٰۃ عن ابوامامہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک غلام بخشا اور فرمایا: اسے مارنا مت، کیوں کہ مجھے نمازی کو مارنے سے منع کیا گیا ہے اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

۱۰۔ رفقائے سفر کے حقوق

لوگوں کی خدمت کرنے میں مسابقت

۲۰۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ فَمَنْ سَبَقَھُمْ بِخِدْمَۃٍ لَمْ یَسْبِقُوْہُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّھَادَۃَ. (مشکوٰۃ، عن سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کا سردار اس کا خادم ہوتا ہے، تو جو شخص لوگوں کی خدمت کرنے میں سبقت لے جائے، تو لوگ اس سے کسی عمل کی بدولت نہیں بڑھ سکتے بجز شہادت کے۔

یعنی جو شخص کسی قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہو، اسے چاہیے کہ ان کی خدمت کرے، ان کی ضروریات کا لحاظ رکھے اور انھیں ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اس نیکی سے بڑھ کر اگر اور کوئی نیکی ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے شہادت پائے۔

زائد از ضرورت چیزیں رفیقِ سفر کو دینا

۲۰۲۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ فَجَعَلَ یَصْرِفُ وَجْھَہٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ قَالَ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِی الْفَضْلِ. (مسلم)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب ہم سفر میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ وہ اونٹنی پر سوار تھا۔ اس نے دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کے پاس کوئی زائد سواری ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی سواری اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے، اور جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد کھانا ہو تو اسے ان لوگوں کو دے دینا چاہیے جن کے پاس کھانا نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی بہت ساری قسمیں گنا ڈالیں، یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت مال میں کوئی حق نہیں ہے۔ (آنے والے نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، کیوں کہ دراصل وہ ضرورت مند تھا۔ چاہتا تھا کہ لوگ اس کی مدد کریں۔)

شیطان کے گھر اور سواریاں

۲۰۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ اِبِلٌ وَبُیُوْتٌ لِّلشَّیَاطِیْنِ اَمَّا اِبِلُ الشَّیَاطِیْنِ فَقَدْ رَاَیْتُھَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَّعَہٗ قَدْ اَسْمَنَھَا فَلَا یَعْلُوْا بَعِیْرًا مِّنْھَا وَیَمُرُّ بِاَخِیْہِ قَدِ انْقَطَعَ بِہٖ فَلَا یَحْمِلُہٗ وَاَمَّا بُیُوْتُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَمْ اَرَھَا۔

(ابوداود، سعید بن ابی ہند عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ اونٹ شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں، کچھ گھر شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں۔ شیطانوں کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں۔ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ بہت سی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے اور اس نے انھیں خوب موٹا تازہ کر رکھا ہے اور ان میں سے کسی پر چڑھتا نہیں۔ وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جو بغیر سواری کے ہے، تو اسے اپنی اُونٹنیوں پر سوار نہیں کرتا۔ رہے شیطانوں کے گھر تو انھیں میں نے نہیں دیکھا۔

''شیطانی گھروں'' سے مراد وہ مکانات ہیں جنھیں لوگ بلاضرورت بناتے ہیں، محض اپنی مال داری کے دکھاوے کے لیے۔ نہ تو وہ لوگ خود ان میں رہائش رکھتے ہیں اور نہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کو رہنے کے لیے دیتے ہیں۔ اسلام دولت کی اس قسم کی نمائش کو پسند نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مکانات نہیں دیکھے کیوں کہ اس زمانے میں ایسے نمائشی لوگ نہیں تھے، البتہ بعد میں ہمارے بزرگوں نے ایسے مکانات دیکھے اور ہم بھی اپنے زمانے کے دولت مند مسلمانوں کے ہاں ایسے نمائشی مکانات دیکھ رہے ہیں۔

راستہ روکنے کی مذمت

۲۰۴۔ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَیَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِیْقَ فَبَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنَادِیًا یُّنَادِیْ فِی النَّاسِ اَنَّ مَنْ ضَیَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ الطَّرِیْقَ فَلَا جِہَادَ لَہٗ۔ (ابوداود)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک غزوہ میں گئے، لوگوں نے قیام گاہ کی جگہوں کو تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر اعلان کرا دیا کہ جو شخص قیام گاہ میں تنگی پیدا کرے، یا راستہ بند کرے گا تو اسے جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی قیام گاہ کو وسیع و کشادہ کر دیا تھا اور پھیل کر ٹھہرے تھے، جس کے نتیجے میں چلنے والوں کو دشواری ہو سکتی تھی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو لوگ سفر میں نکلیں اور ان کا یہ سفر نیکی کا سفر ہو تو انھیں چاہیے کہ پھیل کر قیام نہ کریں، بلکہ صرف بقدر ضرورت ہی جگہ لیں۔ ایسا نہ کریں کہ دوسرے رفیقوں کو جگہ نہ ملے یا آنے جانے میں انھیں زحمت ہو۔

۱۱۔ بیمار کی عیادت

عیادت اور تعلق باللہ

۲۰۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ یَارَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلاَنًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْہُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْعُدْتَّہٗ لَوَجَدْتَّنِیْ عِنْدَہٗ.

(مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا: اے آدم کے بیٹے! مَیں بیمار ہوا تھا تو، تُو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! مَیں تیری عیادت کیسے کرتا، تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا اور تُو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

عیادت سے مراد صرف کسی بھی مریض کے ہاں چلے جانا اور مزاج پُرسی کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ بیمار کی حقیقی اور اصل عیادت یہ ہے کہ اگر وہ غریب ہو تو اس کے لیے دوا وغیرہ کا انتظام کیا جائے، یا غریب تو نہیں ہے، لیکن کوئی وقت پر اسے دوا لا کر دینے یا اور پلانے والا نہیں ہے تو اس کی فکر کی جائے۔

مریض، بھوکے اور قیدی سے حُسنِ سلوک

۲۰۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ. (بخاری، عن ابو موسیٰؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرو، اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

غیر مسلم کی عیادت

۲۰۷۔ کَانَ غُلاَمٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اَلَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ. (بخاری، عن انسؓ)

ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار پڑا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے کہا کہ تُو اسلام قبول کر لے۔ اُس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس تھا۔ اس نے کہا کہ: تو ابوالقاسم (محمدؐ) کا کہنا مان لے۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے: شکر ہے اللہ کا جس نے جہنم سے اسے بچا لیا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے دوست اور دشمن سب ہی واقف تھے اور تمام یہودی آپؐ کے دشمن نہ تھے۔ اس یہودی کو حضورؐ سے ذاتی تعلق تھا، اس لیے اس نے اپنے لڑکے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔

عیادت کے آداب

۲۰۸۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ. (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شور و شغب نہ کرو، اور اس کے پاس کم بیٹھنا سنّت ہے۔

یہ ہدایت عام بیماروں کے لیے ہے، لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار پڑے اور اسے اندازہ ہو کہ وہ اس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے، تب وہ جتنی دیر چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

۱۲۔ مسلمان پر مسلمان کے حقوق

مسلمانوں کے باہمی حقوق

۲۰۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ. (مسلم، عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا: جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کر، اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر، اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہی کر، اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو، تو اس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر اور جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔

۱۔ سلام کرنے کا مطلب صرف السلام علیکم کے الفاظ بول دینا نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک اعلان اور اقرار ہے، اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان، مال اور آبرو محفوظ ہے۔ میں کسی طریقے پر تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دین وایمان کو سلامت رکھے اور تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

۲۔ تشمیت کے معنی چھینکنے والے کے لیے کلمہ خیر کہنے کے ہیں، مثلاً: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا یعنی اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے اور تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی راہ میں ثابت قدم رہے اور تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر دوسروں کو ہنسنے کا موقع ملے۔

درگزر

۲۱۰۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْلُوْا ذَوِی الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ. (ابوداؤد ج ۳، حدیث نمبر ۹۷۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی سیرت وخصلت کے مسلمان سے اگر کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو اسے معاف کردو، سوائے حدود کے۔

مطلب یہ کہ ایک آدمی نیک اور پرہیز گار ہے، خدا کی نافرمانی نہیں کرتا، ایسا آدمی کبھی پھسل کر گناہ کے دلدل میں گر پڑے تو اس کی وجہ سے اسے نظروں سے نہ گرادو، اس کی بے وقعتی نہ کرو، اس کی اس غلطی کو پھیلاتے مت پھرو، بلکہ معاف کردو۔ ہاں اگر وہ ایسا گناہ کرے جس کی سزا شریعت میں مقرر ہے، مثلاً: زنا، چوری وغیرہ تو ایسے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

جان و مال کی حرمت

۲۱۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اَلاَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا انَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثَلاَثًا وَیْلَکُمْ اَوْ وَیْحَکُمْ اُنْظُرُوْا لاَتَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. (بخاری عن ابن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں (جس کے بعد آپؐ اس دُنیا سے تشریف لے گئے) اُمت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ نے تمھارے خون اور مال وآبرو کو محترم قرار دیا ہے، جس طرح تمھارا یہ دن، یہ مہینا اور یہ شہر محترم ہیں۔ سنو! کیا میں نے تمھیں (خدا کا پیغام) پہنچادیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپؐ نے پہنچادیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے اُمت کو پیغام پہنچادیا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا: سنو! دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسلمان ہوکر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

مسلمان کی خیر خواہی

۲۱۲۔ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ. (بخاری، مسلم)

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

بیعت کے اصل معنی ''بیچ دینا'' کے ہیں۔ یعنی آدمی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، وہ دراصل اس بات کا عہد کرتا ہے کہ میں پوری زندگی اس عہد کو نبھاؤں گا۔ حضرت جریرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین باتوں کا عہد کیا۔ نماز کو اس کی جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تیسری بات یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ کرنا، ان کے ساتھ رحمت وشفقت اور خیر خواہانہ معاملہ کرنا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اُمت مسلمہ کے افراد کو آپس میں کس طرح رہنا ہے۔

مسلمانوں میں باہمی رحمت ومودّت

۲۱۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى.

(بخاری، عن نعمان بن بشیرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضا بے خوابی اور بخار کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کی مثال دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی ایک مستقل اور دائمی صفت کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب بھی تو انھیں دیکھے گا تو انھیں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت وشفقت سے پیش آنے والا ہی پائے گا۔

اُخوت ایک مستحکم عمارت

۲۱۴۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ. (بخاری، مسلم عن ابوموسیٰؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو قوت پہنچاتا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے سمجھایا۔

اس حدیث میں مسلمان سوسائٹی کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس کی اینٹیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں چمٹے رہنا چاہیے اور پھر جس طرح ہر

اینٹ دوسری اینٹ کو قوت اور سہارا دیتی ہے، اسی طرح انھیں بھی ایک دوسرے کو سہارا دینا چاہیے۔ نیز جس طرح بکھری ہوئی اینٹیں باہم جڑ کر مضبوط عمارت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی قوت کا راز ان کے آپس میں جڑنے میں ہے۔ اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کی مانند رہے تو انھیں ہوا کا ہر جھونکا اُڑا لے جا سکتا ہے اور پانی کا ہر ریلا بہا لے جا سکتا ہے۔ آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حقیقت کو ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے محسوس شکل میں بیان فرمایا۔

مومن کا آئینہ

۲۱۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْہُ ضَیْعَتَہٗ وَیَحُوْطُہٗ مِنْ وَّرَائِہٖ۔ (مشکوٰۃ عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اسے بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے آئینہ ہے'' یعنی اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ جس طرح وہ اپنی تکلیف سے تڑپتا ہے، اسی طرح یہ بھی تڑپ اُٹھے گا اور اس کو دُور کرنے کے لیے بے چین ہو جائے گا۔

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ فَاِنْ رَّاٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْہُ** ''یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اسے تکلیف میں دیکھے تو اس کی تکلیف دُور کر دے۔ اسی طرح اگر اس کے اندر کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اسے اپنی کمزوری سمجھ کر دُور کرنے کی کوشش کرے۔

مسلمان کی مدد ـــــ وہ ظالم ہو یا مظلوم

۲۱۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْمَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِکَ نَصْرُکَ اِیَّاہُ. (بخاری، مسلم انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تُو اپنے بھائی کی مدد کر، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو مَیں اس کی مدد کروں گا، لیکن اس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: تو اسے ظلم کرنے سے روک دے، یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

مسلمان کی مشکل کشائی و پردہ پوشی

۲۱۷۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(بخاری، مسلم، ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یارو مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانی دُور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیک مسلمان کوئی غلطی کر بیٹھے تو اسے لوگوں کی نظر میں گرانے کے لیے جگہ جگہ بیان نہ کرتے پھرو، بلکہ اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ بخلاف اس شخص کے جو علی الاعلان خدا کے احکام کو توڑتا ہے تو اس کی پردہ پوشی کے بجائے اس کے جرم کی تشہیر کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

مسلمان بھائی کے لیے پسند و ناپسند کا پیمانہ

۲۱۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (بخاری، مسلم عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مسلمان بھائی کے ہاتھ مال فروخت کرنے کا طریقہ

۲۱۹۔ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْہِ بَیْعًا وَفِیْہِ عَیْبٌ اِلَّا بَیَّنَہٗ لَہٗ۔ (ابن ماجہ)

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ جو مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اس میں عیب ہو تو اسے چاہیے کہ اس عیب کو اس سے صاف صاف بیان کر دے۔ (عیب کو چھپانا کسی مسلمان تاجر کے لیے جائز نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں کا مرتبہ

۲۲۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَّاهُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ یَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّهَدَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطُوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ، وَاِنَّهُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَایَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَاحَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ، اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ. (ابوداود، شرح السنۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید، پھر بھی انبیا اور شہدا قیامت کے دن ان کے مرتبے پر رشک کریں گے جو انھیں اللہ کے یہاں ملے گا۔ لوگوں نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے، بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ بخدا ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے چاروں طرف نور ہی نور ہوگا، انھیں کوئی خوف نہ ہوگا، اس وقت جب کہ لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے اور نہ کوئی غم ہوگا، اس وقت جب کہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورہ یونس ۱۰:۶۲)

اصل حدیث میں غبط کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی: بہت زیادہ خوش ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ رشک اور حسد کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک

اُستاد اپنے شاگرد کے اُونچا مقام حاصل کر لینے سے خوش ہوتا اور فخر محسوس کرتا ہے، اسی طرح انبیا اور شہدا جو سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں، ان لوگوں کی کام یابی پر خوش ہوں گے۔ یہ لوگ جن کا مرتبہ بیان ہوا ہے، ان کی محبت کی بنیاد صرف دین تھا، خونی رشتہ اور مالی لین دین نے انھیں آپس میں نہیں جوڑا تھا، بلکہ اسلام اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کے جذبے نے انھیں ایک دوسرے کا دوست اور رفیق بنایا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں فتح و نصرت کی بشارت دی گئی ہے اور آخرت میں ابدی انعام کی۔

سورہ یونس کی درج بالا آیت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، دین کی راہ میں ستائے جانے، ایمانی زندگی کے لیے کوشش کرنے اور جاہلیت کے نظام سے کش مکش کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یونس ہی میں فرمایا: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ. (یونس ۱۰:۶۴) ان کے لیے بشارت ہے، اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد آنے والی زندگی میں بھی۔

قطع تعلق کی مدت

۲۲۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَّلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

(بخاری، عن ابوایوب انصاریؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھے کہ دونوں راستے میں ایک دوسرے سے ملیں تو منہ پھیر لیں اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

یہ ممکن ہے کہ دو مسلمان کسی وقت کسی بات پر ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں اور بول چال بند کر دیں لیکن تین دن سے زیادہ انھیں اس حالت پر نہ رہنا چاہیے اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان اگر تلخی پیدا ہو جائے اور وہ دونوں کچھ خدا کا خوف رکھتے ہوں تو دو تین گزرنے کے بعد ان کے اندر ایک دوسرے سے ملنے کی تڑپ پیدا ہونے لگتی ہے اور بالآخر ان میں سے ایک آدمی سلام میں پہل کر کے اس شیطانی تلخی کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی لیے تعلق کو بحال کرنے میں پہل کرنے والے کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی۔

اجتماعی اخلاق

۲۲۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا. (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لیے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی، وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے مت پھرو اور نہ ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگو، اور نہ آپس میں ''تناجش'' کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگو، اور اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔

اِس حدیث میں چند الفاظ تشریح طلب ہیں:

۱۔ تَحَسُّس کے معنی: کان لگانا اور نگاہ لگانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی باتیں سننے کے لیے چپکے سے کھڑا ہو جانا اور پھر اس کی بات کو اس کے خلاف استعمال کرنا اور اسے لوگوں کی نگاہ میں گرانا، یہ عمل ایمان اور اسلام کے خلاف ہے۔

۲۔ تجسس کے معنی: کسی کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہنا کہ کب اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے اور کب اس کی کسی کمزوری کا اسے علم ہوتا ہے اور وہ فوراً اُسے لوگوں کی نظروں میں بے وقار کرنے کے لیے اِدھر اُدھر پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا لفظ جو اس حدیث میں آیا ہے، وہ تناجش کا لفظ ہے جو خرید و فروخت سے تعلق رکھتا ہے جس کے لیے اُردو کا لفظ دلالی ہے۔ دلال اور تاجر میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ دلال بڑھ بڑھ کے بولے گا اور اس کا ارادہ اس مال کو خریدنے کا نہیں ہوتا، بلکہ صرف گاہکوں کو پھنسانے کے لیے وہ ایسا کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا لفظ تدابر ہے جس کے معنی: باہم دشمنی کرنے کے بھی ہیں اور قطع تعلق کر لینے کے بھی ہیں۔

مسلمانوں کی پردہ دری سے بچو

۲۲۳۔ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَّفِيْعٍ فَقَالَ

یَامَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَاتُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّبِعْ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یَتَّبِعُ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْفِیْ جَوْفِ رَحْلِہٖ۔ (ترمذی، عن ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور نہایت بلند آواز سے فرمایا: اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہو اور ایمان ابھی تمھارے دلوں میں نہیں اُترا ہے، تم لوگ مسلمانوں کو ایذا مت پہنچاؤ اور نہ انھیں عار دلاؤ اور نہ ان کے عیوب کے پیچھے پڑو۔ جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا، اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑ جائے گا، اُسے رسوا کر ڈالے گا، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔

منافقین سچے اور پاک باز مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے اور ان کے خاندانی شرم ناک عیوب جو زمانہ جاہلیت میں ہوتے تھے، لوگوں کے سامنے بیان کرتے۔ انھی لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ڈانٹا ہے۔ بعض دوسری حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ یہ تقریر کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی بلند ہوگئی تھی کہ آس پاس کے گھروں تک یہ آواز پہنچ گئی اور عورتوں نے بھی سُنا۔

غیبت کا انجام

۲۲۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّھُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ یَّخْمِشُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَصُدُوْرَھُمْ فَقُلْتُ مَنْ ھٰٓؤُلَاۗءِ یَاجِبْرِیْلُ قَالَ ھٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ۔ (ابوداؤد، عن انس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میرا رب مجھے آسمان پر لے گیا تو میں وہاں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ مَیں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسرے لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی آبرو سے کھیلتے تھے۔ (لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی ان کی غیبت کرتے تھے اور ان کی ناموس کو برباد کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے)

۱۳۔ غیر مسلم شہریوں کے حقوق

معاہد پر ظلم کی ممانعت

۲۲۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاھِدًا اَوِ انْتَقَصَہٗ اَوْ کَلَّفَہٗ فَوْقَ طَاقَتِہٖ اَوْ اَخَذَ مِنْہُ شَیْئًا بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِیْجُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مُعاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے گا، یا اس کی حق ماری کرے گا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ (یعنی جزیہ جو مخصوص قسم کا حفاظتی ٹیکس ہوتا ہے) ڈالے گا، یا اس کی کوئی چیز جبرًا لے لے گا، تو میں خدا کی عدالت میں مسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمے میں اس غیر مسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا رہوں گا۔

یہاں اتنی بات اور سمجھ لیجیے کہ اس سے پہلے پڑوسی، مہمان، بیمار اور سفر کے ساتھیوں کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں، ان میں مسلم اور غیر مسلم یکساں ہیں۔

۷

حیوانات کے حقوق

جانوروں سے نرمی

۲۲۶۔ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعِیْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَھْرُہٗ بِبَطْنِہٖ فَقَالَ اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھَائِمِ الْمُعْجَمَۃِ فَارْکَبُوْھَا صَالِحَۃً وَاتْرُکُوْھَا صَالِحَۃً۔ (ابوداؤ عن سہیل ابن الحنظلیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے مل گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ: اِن بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور اچھی حالت میں انھیں چھوڑو۔

مطلب یہ ہے کہ جانور کو بھوکا رکھنا خدا کے غضب کا باعث ہے۔ جب آدمی کام لینا چاہے تو اسے اچھی طرح کھلا پلا لے اور اتنا کام نہ لے کہ وہ اَدھ موا ہو جائے۔

جانوروں کا آرام

۲۲۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ...... فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِیْہِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَہٗ اَیْ سَنَامَہٗ وَذِفْرَاہُ فَسَکَنَ فَقَالَ مَنْ رَّبُّ ھٰذَا الْجَمَلِ لِمَنْ ھٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًی مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ ھٰذَا لِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَفَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھِیْمَۃِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللّٰہُ اِیَّاھَا فَاِنَّہٗ یَشْکُوْ اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُہٗ وَتُدْئِبُہٗ۔

(ابوداود، حدیث نمبر ۲۵۴۷، ریاض الصالحین باب آداب السفر، الترغیب والترہیب حدیث نمبر ۳۴۶۹)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا۔ جب اونٹ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو

غم ناک آواز نکالی اور ساتھ ہی اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے اور شفقت سے اس کی کوہان اور دونوں کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے پوچھا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس شخص کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، اس بے زبان جانور کے بارے میں، جسے اللہ تعالیٰ نے تیرے اختیار میں دے رکھا ہے؟ یہ اونٹ (اپنے آنسوؤں اور اپنی آواز کے ذریعے) مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے مسلسل کام لیتا ہے۔

سفر میں جانور کے حقوق

۲۲۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ۔ (مسلم، عن شداد بن اوسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر کام کو بہتر طریقے پر کرنا فرض قرار دیا ہے، تو جب تم کسی کو قتل کرو تو اسے سلیقے سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اور تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے، اور اپنے ذبح کیے جانے والے جانور کو راحت پہنچائے۔ (دیر تک تڑپتے رہنے کے لیے نہ چھوڑے۔ اس طرح ذبح کرے کہ جلدی سے اس کی جان نکل جائے)

ذبح وقتل کے آداب

۲۲۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھٰی اَنْ تُصْبَرَ بَھِیْمَۃٌ اَوْغَیْرُھَا لِلْقَتْلِ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے سنا ہے کہ کسی چوپائے کو، یا اس کے علاوہ کسی چڑیا، یا انسان کو باندھ کر کھڑا کیا جائے اور اس پر تیر برسائے جائیں۔

جانور کے چہرے پر مارنے کی ممانعت

۲۳۰۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِى الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِى الْوَجْهِ. (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے پر مارنے اور اس کے چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے۔

جانور کو ناحق ذبح کرنا

۲۳۱۔ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَاَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهٖ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ اَنْ يَّذْبَحَهَا فَيَاْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعُ رَأْسَهَا فَيَرْمِىَ بِهَا. (مشکوٰۃ عن عبداللہ بن عمرو العاصؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جس نے کسی گوریا یا اس سے بھی چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کیا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بازپرس کرے گا۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! چڑیا کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان کا حق یہ ہے کہ انھیں ذبح کر کے کھالیا جائے اور سر کاٹنے کے بعد اسے یوں ہی پھینک نہ دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا شکار گوشت کھانے کی غرض سے تو جائز ہے لیکن تفریح کے لیے شکار کھیلنا اسلام میں منع ہے۔ تفریحی شکار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شکار تو کرلے لیکن ان کا گوشت نہ کھائے، یوں ہی مار کر پھینک دے۔

جانوروں کی تکلیف کا خیال رکھنا

۲۳۲۔ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فَجَاءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ. (ابوداؤد، الترغیب والترہیب حدیث نمبر ۳۴۶۸)

ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ اپنی کسی ضرورت کے لیے (کھیتوں میں) چلے گئے۔ اسی اثنا میں ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا اپنے پروں کو کھول کر ان بچوں کے

اوپر منڈلانے لگی۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (واپس) تشریف لائے اور اس کی بے چینی دیکھی تو فرمایا: اسے بچے کی وجہ سے کس نے دکھ پہنچایا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔ پھر آپؐ نے ان چیونٹیوں کے گھر دیکھے جنھیں ہم نے جلا دیا تھا، تو آپؐ نے پوچھا انھیں کس نے جلایا ہے؟ ہم نے بتایا کہ ہم لوگوں نے جلایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آگ کی سزا دینا آگ کے مالک (اللہ تعالیٰ) کا حق ہے۔

جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت

۲۳۳۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ.

(ترمذی۔ عن ابن عباسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

جان داروں کو پانی پلانا

۲۳۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِىْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَّلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِىْ كَانَ بَلَغَ بِىْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِى الْبَهَائِمِ اَجْرًا فَقَالَ نَعَمْ فِىْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ.

(بخاری، مسلم۔ عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی راستے میں کہیں جا رہا تھا۔ اسے بہت زیادہ پیاس لگی۔ اِدھر اُدھر دیکھا، ایک کنواں ملا، وہ اس میں اُتر گیا اور پانی پیا۔ (ڈول اور رسی نہیں تھی) جب کنوئیں سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے بھیگی مٹی کھا رہا ہے۔ اس آدمی نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کتے کو اتنی ہی شدید پیاس لگی ہے جتنی شدید پیاس مجھے لگی تھی۔ وہ فوراً کنوئیں میں اُتر گیا، اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر منہ میں تھامے باہر آیا اور کتے کو پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی قدر کی اور اس شخص کی مغفرت فرما دی۔ لوگوں نے پوچھا: کیا چوپایوں پر بھی رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہر جان دار کے ساتھ رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے۔

۸

اَخلاقی بُرائیاں

ا۔ تکبر

تکبر اور جمال پسندی ـــــ دو مختلف چیزیں

۲۳۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُالْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (مسلم عن ابن مسعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔ ایک آدمی نے پوچھا: آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے اور کیا ایسا ذوق رکھنے والا جنت سے محروم رہے گا)۔ آپؐ نے فرمایا: (نہیں، یہ تکبر نہیں ہے) اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر کے معنی ہیں: اللہ کے حقِ بندگی کو ادا نہ کرنا اور اس کے بندوں کو حقیر گردانا۔

متکبر کا حشر

۲۳۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَاالْجَعْظَرِیُّ۔ (ابوداؤد عن حارثہؓ بن وہب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے۔

حدیث میں جواظ اور جعظری کے الفاظ آئے ہیں۔ جواظ کے معنی ہیں: متکبر، متکبرانہ چال چلنے

والا، بدمعاش، بدکار، مال کو جمع کرنے والا، بخل کرنے والا اور جعظری اسے کہتے ہیں جس کے پاس ہے تو کچھ نہیں، مگر لوگوں کے سامنے اپنے پاس قارون کا خزانہ ہونے کا دعویٰ کرتا پھرتا ہے۔ یہ صرف دولت کے ساتھ مخصوص نہیں، زہد و تقویٰ اور علم کی دنیا میں بھی متکبر اور جھوٹی شیخی بگھارنے والے پائے جاتے ہیں۔

مغرورانہ لباس —— تکبر کی علامت

۲۳۷۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ وَلَاجُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ قَالَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔ (ابوداؤد)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: مومن کا تہہ بند تو اس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے اور اگر اس کے نیچے ٹخنوں سے اوپر رہے تو کوئی گناہ نہیں، اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے (یعنی گناہ کی بات ہے)۔ یہ بات آپؐ نے تین بار فرمائی (تاکہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے) اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا جو شیخی کے جذبے سے اپنا تہہ بند زمین پر گھسیٹے گا۔

مغرورانہ لباس پہننے کا انجام

۲۳۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَایَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَّفْعَلُہٗ خُیَلَاءَ۔ (بخاری)

عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا کپڑا (تہہ بند) گھمنڈ سے زمین پر گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، اس کی طرف نہیں دیکھے گا، (رحمت کی نظر نہ ڈالے گا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا تہہ بند بھی ڈھیلا ہو کر ٹخنے سے نیچے چلا جایا کرتا ہے، اگر میں سنبھالتا نہ رہوں (تو کیا میں بھی اپنے رب کی نظر رحمت سے محروم ہو جاؤں گا؟) آپؐ نے فرمایا: نہیں تم گھمنڈ سے تہہ بند گھسیٹنے والوں میں سے نہیں ہو (پھر تم خدا کی نگاہ کرم سے کیوں محروم رہو گے)۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تہہ بند کے ڈھیلا ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کی توند نکل آئی تھی بلکہ جسم کی لاغری تھی۔ حضرت ابوبکر بہت نحیف الجثہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ گھمنڈ اور شیخی کے جذبے سے جو ایڑی تک تہہ بند باندھے گا، وہ خدا کی نگاہِ کرم سے محروم رہے گا۔ ابوبکرؓ نے یہ پوری بات

سی تھی اور جانتے تھے کہ وہ از راہِ تکبر قصداً ایسا نہیں کرتے، لیکن جب آدمی پر فکر آخرت مسلط ہو جاتی ہے تو گناہ کی پرچھائیں سے بھی دور بھاگتا ہے۔

کھانا، پہننا اور تکبر واسراف

۲۳۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَاشِئْتَ اِنْ اَخْطَأْتُکَ اِثْنَتَانِ سَرَفٌ وَّمَخِیْلَۃٌ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ تمھارے اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو۔

۲۔ ظلم

قیامت اور ظلم کی تاریکیاں

۲۴۰۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (متفق علیہ عن ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے سخت اندھیرا بنے گا۔

ظالم سے تعاون اسلام سے بغاوت ہے

۲۴۱۔ عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ. (مشکوٰۃ)

اوس بن شرحبیلؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اسے قوت پہنچائے گا، درآں حالیکہ وہ جانتا ہے کہ ظالم ہے تو وہ اسلامیت سے خارج ہو گیا۔

مطلب یہ کہ جانتے بوجھتے کسی ظالم کی تائید کرنا اور اس کا ساتھ دینا ایمان واسلام کے خلاف بات ہے۔

حقیقی مفلس

۲۴۲۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّادِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوۃٍ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا

وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَاعَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ. (مسلم۔عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ دیوالیا اور مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مفلس ہمارے ہاں وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ تو درہم ہو اور نہ کوئی اور سامان۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس اور دیوالیا وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوگا، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کر کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا، تو اِن تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس حدیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقوق العباد کی اہمیت واضح فرما رہے ہیں۔ لہٰذا خدا کے حقوق ادا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بندوں کی حق ماری نہ کریں، ورنہ یہ نماز اور روزے اور دوسرے نیک کام سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔

مظلوم کی فریاد

۲۴۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ **اِیَّاکَ وَدَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ وَاِنَّ اللّٰہَ لَایَمْنَعُ ذَاحَقٍّ حَقَّہٗ.** (مشکوٰۃ عن حضرت علیؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی پکار سے بچو۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا۔

اس حدیث میں مظلوم کی آہ لینے سے روکا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تمھارے ظلم کی داستان بیان کرے گا اور اللہ تعالیٰ عادل و منصف ہے۔ وہ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا اور اس وجہ سے وہ ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں اور بے چینیوں میں مبتلا کرے گا۔

۳۔ غصہ

غصے پر قابو رکھنا

۲۴۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (بخاری عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاقت ور وہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے، بلکہ طاقت ور تو در حقیقت وہ ہے جو غصے کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے۔

یعنی غصے میں آ کر کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

غصے کا علاج

۲۴۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَاِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا یُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ.

(ابوداؤد عن عطیہ سعدیؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے، تو جس کسی کو غصہ آئے، اُسے چاہیے کہ وضو کرے۔

اس حدیث میں اور دوسری حدیثوں میں جس غصے کو شیطانی اثر کہا گیا ہے، وہ غصہ ہے جو اپنی ذات کے لیے آئے۔ رہا وہ غصہ جو مومن کو دشمنوں پر آتا ہے، وہ غصہ نہایت عمدہ صفت ہے۔ اگر کوئی دین کو تباہ کرنے آ رہا ہے تو اس وقت غصہ نہ آنا ایمان کی کمی کی علامت ہے۔

۲۴۶۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ. (مشکوٰۃ عن ابوذر غفاریؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے، اس تدبیر سے غصہ چلا گیا تو بہتر، ورنہ لیٹ جائے۔

اس حدیث میں اور اس سے پہلے والی حدیث میں غصے کو ختم کرنے کی جو تدبیریں حضورؐ نے بتائی ہیں، تجربہ ان کی صحت پر گواہ ہے۔

قدرت کے باوجود معافی کا اجر

۲۴۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ. (مشکوٰۃ۔ عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے ربّ! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔

غصے اور زبان پر قابو پانا

۲۴۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَی اللّٰہِ قَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَہٗ.

(مشکوٰۃ عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو (خلافِ حق بولنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا، اور جو اپنے غصے کو روکے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب کو اس سے ہٹائے گا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا، خدا اسے معاف کردے گا۔

مومنانہ اخلاق

۲۴۹۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ الْاِیْمَانِ مَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُدْخِلْہُ غَضَبُہٗ فِیْ بَاطِلٍ وَمَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُخْرِجْہُ رِضَاہُ مِنْ حَقٍّ وَمَنْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَعَاطَ مَا لَیْسَ لَہٗ. (مشکوٰۃ عن انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ: جب کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کرائے۔ دوسری یہ کہ: جب وہ خوش ہو تو اس کی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے، اور تیسری یہ کہ: قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی

چیز نہ ہتھیالے جس کے لینے کا اسے حق نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ــــــ غصہ نہ کرو:

۲۵۰۔ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (بخاری عن ابو ہریرہؓ)

ایک آدمی نے (جو غالباً مزاج کا تیز تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ اس آدمی نے بار بار کہا: مجھے وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے ہر بار یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

کسی کی نقل اُتارنا

۲۵۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا۔ (ترمذی عن عائشہؓ، حدیث نمبر ۲۵۰۵، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۴۶۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں کسی کی نقل اُتارنا پسند نہیں کرتا، چاہے اس کے بدلے میں مجھے بہت سی دولت ملے۔

دُوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا

۲۵۲۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمُهُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ (ترمذی، عن واثلہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر، ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، (اور مصیبت ہٹا دے گا) اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

جن دو آدمیوں کے درمیان دشمنی ہوتی ہے، ان میں سے کسی ایک پر اس دوران میں کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو دوسرا بہت خوشی مناتا ہے۔ یہ عمل اسلامی ذہنیت کے خلاف ہے۔ مومن اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی نہیں مناتا، اگرچہ دونوں کے درمیان رنجش ہو۔

۴۔ جھوٹ

جھوٹ اور نفاق

۲۵۳۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری، مسلم عن عبداللہ بن عمروؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی، وہ پکا منافق ہوگا اور جس شخص کے اندر اِن میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اسے ترک کردے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں:

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔

۲۔ اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

۴۔ اور جب کسی سے اس کا جھگڑا ہوجائے تو گالی پر اُتر آئے۔

سب سے بڑا جھوٹ

۲۵۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ مَالَمْ تَرَیَا۔ (بخاری عن ابن عمرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اِن دونوں آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔

یعنی اس نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا لیکن جاگنے کے بعد نہایت انوکھی اور دلچسپ باتیں بتاتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ ایسا کرنا گویا اپنی آنکھوں سے جھوٹ بلوانا ہے۔

جھوٹا تکلف

۲۵۵۔ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَتْ زَفَفْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِہٖ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَیْہِ اَخْرَجَ عُسًّا مِّنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ مِنْہُ ثُمَّ نَاوَلَہٗ اِمْرَاَتَہٗ

فَقَالَتْ لَا اَشْتَھِیْهِ فَقَالَ لَا تَجْمَعِیْ جُوْعًا وَّکَذِبًا۔ (معجم صغیر طبرانی)

اسما بنت عُمیسؓ کہتی ہیں: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کو حضورؐ کے گھر لے کر گئے۔ جب ہم آپؐ کے گھر آپؐ کی دلہن کو لیے ہوئے پہنچے تو آپؐ دودھ کا ایک بڑا سا پیالہ نکال کر لائے۔ پھر آپ نے بقدر خواہش پیا اور اس کے بعد اپنی بیوی کو دیا، تو انھوں نے کہا: مجھے خواہش نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ بھوک تو انھیں لگی ہے لیکن تکلف فرما رہی ہیں۔ اس لیے آپؐ نے جھوٹے تکلف سے منع فرمایا۔

عظیم خیانت

۲۵۶۔ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ اُسَیْدِ نِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَةً اِنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا وَّھُوَلَکَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ کَاذِبٌ.

(ابوداؤد)

سفیان بن اُسید حضرمی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمھاری بات کو سچ سمجھے، حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی۔

بچوں سے کذب بیانی

۲۵۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْ ھَاتَعَالَ اُعْطِیْکَ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیْهِ قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِیَهٗ تَمْرًا فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اِنَّکِ لَوْلَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کِذْبَةٌ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے مجھے بلایا (اور کہا): ”یہاں آ، میں تجھے ایک چیز دوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ نے کہا: میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے میری والدہ سے فرمایا: اگر تو دینے کے لیے بلاتی اور نہ دیتی تو تیرے نامہ اعمال

میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ یہ جو والدین بالعموم بچوں کے ساتھ کرتے ہیں کہ کچھ دینے کے بہانے بلاتے ہیں حالانکہ دینے کا ارادہ نہیں ہوتا، تو یہ خدا کے ہاں جھوٹ شمار ہوگا۔ نامہ اعمال میں یہ جھوٹ کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

جھوٹ کسی حال میں جائز نہیں

۲۵۸۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَا يَصْلُحُ الْكَذِبُ فِيْ جِدٍّ وَلَا هَزْلٍ وَلَا اَنْ يَّعِدَ اَحَدُكُمْ وَلَدَهٗ شَيْئًا ثُمَّ لَا يُنْجِزُ لَهٗ۔ (الادب المفرد، صفحہ ۵۰)

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں، نہ تو سنجیدگی کے ساتھ اور نہ مذاق کے طور پر، اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بچے سے کوئی چیز دینے کا وعدہ کرے اور پھر پورا نہ کرے۔

مذاق میں جھوٹ

۲۵۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّمَنْ يُّحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ. (ترمذی عن بہز بن حکیم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرابی اور نامرادی ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹی باتیں اس لیے کہتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے۔ خرابی ہے اس کے لیے، خرابی ہے اس کے لیے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو باتیں کرتے ہوئے کچھ جھوٹ کی آمیزش کرکے گفتگو کو چٹ پٹی اور مزے دار بناتے ہیں اور اس سے لطفِ محفل کا سامان کرتے ہیں۔

جنت میں مدارج

۲۶۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ. (ابوداؤد عن ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مناظرہ بازی نہ کرے گا اگرچہ وہ حق پر ہو، تو میں اس کے لیے جنت کے گوشوں میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں، اور جو جھوٹ نہ بولے اگرچہ ہنسی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو، میں اس کے لیے جنت کے وسط میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں، اور جو اپنے

اخلاق کو بہتر بنالے تو میں اس کے لیے جنت کے سب سے اونچے حصے میں گھر کا ذمہ لیتا ہوں۔

فحش گوئی اور بدزبانی

۲۶۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ شَیْئٍ یُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ. (ترمذی عن ابوالدرداؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی میزان (ترازو) میں رکھی جائے گی، وہ اُس کا حسنِ اخلاق ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے بغض رکھتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا اور بدزبانی کرتا ہے۔

خلقِ حسن کی تفسیر فرماتے ہوئے عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا ہے:

هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَكَفُّ الْاَذٰی.

اچھا اخلاق یہ ہے کہ آدمی جب کسی سے ملے تو ہنستے ہوئے چہرے سے ملے، اور اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں پر مال خرچ کرے، اور کسی کو تکلیف نہ دے۔

۵۔ دو رُخاپن

بدترین عادت

۲۶۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَالْوَجْهَيْنِ الَّذِىْ يَأْتِىْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ. (متفق علیہ عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا۔ کچھ لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا تھا اور دوسرے لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

دو آدمیوں یا دو گرہوں میں جب رنجش اُبھرتی ہے تو ہر جگہ کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو دونوں کے پاس پہنچتے ہیں اور دونوں کی ہاں میں ہاں ملاتے اور باہمی دشمنی کی باتیں بنا کر ان کی دشمنی کو اور ہوا دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑا عیب ہے۔ اسی طرح بعض آدمی سامنے تو بڑے گہرے تعلق کا اظہار کرتے ہیں مگر جب کوئی چلا جاتا ہے تو اس کی شان میں ہجو و مذمت کا قصیدہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی دو رُخاپن ہی ہے۔

آگ کی دو زبانیں

۲۶۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِى الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ. (ابوداؤد عن عمارہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں دو رُخاپن اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں اس لیے ہوں گی کہ دنیا میں اس کے منہ سے آگ نکلتی تھی جو دو آدمیوں کے باہمی تعلقات کو جلاتی تھی۔

٦۔ غیبت

غیبت اور بہتان کا فرق

۲۶۴۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِیْبَۃُ قَالُوْا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ قَالَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَہَتَّہٗ۔ (مشکوٰۃ عن ابو ہریرۃؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر کرے ایسے ڈھنگ سے کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔

پھر آپؐ سے پوچھا گیا کہ: بتایئے اگر وہ بات جو میں کہہ رہا ہوں، میرے بھائی کے اندر پائی جاتی ہو جب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: اگر وہ بات جو تو کہتا ہے، اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہوئی، اور اگر اس کے متعلق وہ بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا۔

مومن کو اس کوتاہی پر خیر خواہانہ انداز میں متوجہ کیا جائے تو ظاہر ہے وہ بُرا نہ مانے گا۔ اسی طرح اس کی کوتاہی کی اطلاع اس کے ذمہ داروں کو دی جائے تو اسے بھی وہ ناپسند نہیں کرے گا کیوں کہ یہ بھی اس کی اصلاح کا ایک طریق ہے، البتہ اسے تکلیف ہوگی اور ہونی چاہیے جب آپ اپنے مومن بھائی کو سوسائٹی کی نگاہ سے گرانے کے لیے، اس کی عدم موجودگی میں اس کی خامیاں بیان کریں۔ رہا، وہ شخص جو علی الاعلان خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور کسی طرح نہیں مانتا، تو اس کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے، بلکہ اسے ننگا کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہدایت کی ہے۔

غیبت زنا سے بدتر ہے

۲۶۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُلَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ۔ (مشکوٰۃ عن ابو سعید و جابرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ

کے رسولؐ! غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ معاف نہیں کرے گا، جب تک وہ شخص اسے معافی نہ دے دے جس کی اس کی غیبت کی ہے۔

غیبت کا کفارہ

۲۶۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَهٗ. (مشکوٰۃ۔انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ تو دُعائے مغفرت کرے اُس شخص کے لیے جس کی تو نے غیبت کی ہے، تو یوں کہے کہ: اے اللہ! تو میری اور اس کی مغفرت فرما۔

اگر وہ شخص موجود ہے اور اس سے اپنا جرم معاف کرایا جاسکتا ہے تو معاف کرائے اور اگر معافی کا کوئی امکان باقی نہ رہا ہو، اس کے مرجانے کی وجہ سے یا دُور دراز علاقوں میں جا بسنے کی وجہ سے تو پھر اس کے لیے دُعائے مغفرت کے سوا کوئی راہ نہیں۔

مُردوں کو بُرا بھلا کہنا

۲۶۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا. (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے ہیں۔

۷۔ بے جا حمایت اور طرف داری

غیر کی دُنیا کی خاطر اپنی آخرت کی تباہی

۲۶۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ. (مشکوٰۃ۔ ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بدترین حال میں وہ شخص ہوگا جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کر ڈالی۔

قومی عصبیت

۲۶۹۔ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ، قَالَ لَا وَلٰکِنْ مِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ. (مشکوٰۃ عن ابوفسیلہؓ)

راوی ابوفسیلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اپنے لوگوں سے محبت کرنا کیا عصبیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

بے جا حمایت ہلاکت ہے

۲۷۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنْبِہٖ. (ابوداؤد عن ابن مسعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (کسی ناجائز معاملے میں) اپنی قوم کی مدد کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہو، اور یہ اس کی دم پکڑ کر لٹک گیا ہو تو یہ بھی اس کے ساتھ کنوئیں جا گرا۔

۲۷۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ. (ابوداؤد عن جبیر بن مطعمؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے، اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مرے۔

عصبیت کا مطلب یہ ہے: میری اپنی قوم چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر، پس اس نظریے کی دعوت دینا اور اس نظریے کی بنیاد پر جنگ کرنا اور اسی ذہنیت پر مرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

منہ پر بے جا تعریف کی مذمت

۲۷۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ. (مسلم عن مقدادؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی پھینکو۔

تعریف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی قصیدہ خوانی ہوتا ہے۔ یہ پیشہ ور ''محتاج'' لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں تاکہ کچھ بخشش مل جائے۔ یہ قصیدہ خوانی شعر میں بھی ہو سکتی ہے اور نثر میں بھی۔ ایسے لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی تھے اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے کہ جب وہ انعام اور بخشش کی غرض سے جھوٹی سچی قصیدہ خوانی کرنے کے لیے آئیں تو ان کے منہ پر خاک ڈالو، یعنی انھیں اپنے مقصد میں ناکام لوٹا دو۔

منہ پر تعریف

۲۷۳۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلاَثًا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّا دِحًا لَامُحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسَبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا. (بخاری، مسلم)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک آدمی کی تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا: افسوس تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی۔ (یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی)۔ تم میں سے جو شخص کسی کی تعریف کرے اور ایسا کرنا ضروری ہو تو یوں کہیے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے، اور کسی شخص کی تعریف خدا کے مقابلے میں نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک آدمی کے تقویٰ اور اس کی اچھی حالت کی تعریف کی گئی۔ ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں آدمی کے ریا میں پڑ جانے کا بڑا اندیشہ تھا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا کہ تو نے اپنے بھائی کو ہلاک کر دیا۔ پھر آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ اگر کسی شخص کے بارے میں کچھ کہنا ہی پڑ جائے تو یوں کہو کہ میں فلاں شخص کو نیک سمجھتا ہوں اور اس طرح نہ کہو کہ فلاں اللہ کا ولی ہے یا فلاں یقیناً جنتی ہے۔ اس طرح کہنے کا کسی بندے کو حق نہیں ہے، کیوں کہ کیا معلوم جسے وہ جنتی کہہ رہا ہے، وہ خدا کی نگاہ میں جنتی ہے یا نہیں۔

جب تک آدمی زندہ ہے، ایمان کی آزمائش گاہ میں ہے۔ کیا معلوم کہ کب آدمی کا دل پلٹ جائے اور سیدھا راستہ کھو دے، اس لیے کسی زندہ نیک آدمی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی حکم نہ لگانا چاہیے اور مرنے کے بعد بھی کسی کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہیے کہ وہ جنتی ہے۔

علمائے کرام نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے فتنے میں پڑنے کا امکان نہ ہو، اور موقع آپڑے تو اس کے منہ پر اُس کے علم یا تقویٰ وغیرہ کی تعریف کی جاسکتی ہے لیکن عاجز کے نزدیک اس سے بچنا بہتر ہے کیوں کہ فتنے میں پڑنے یا نہ پڑنے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، کسی اندرونی کیفیت کے بارے میں عام طور پر صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

فاسق کی تعریف

۲۷۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ (مشکوٰۃ عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے اور اس کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔

یہ اس لیے کہ جو شخص خدا کے احکام کی عزت نہیں کرتا، بلکہ اس کے احکامات کو کھلے بندوں توڑتا ہے تو وہ عزت و احترام کے لائق نہیں رہا۔ اس کا حق تو یہ ہے کہ اسے ذلت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اب اگر مسلمان معاشرے میں اس کی عزت کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اپنے دین اور خدا و رسولؐ سے محبت باقی نہیں ہے، یا اگر ہے تو نہایت کمزور حالت میں ہے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ ہی بھڑکے گا، اس کی رحمت اس بستی پر کیوں نازل ہوگی۔

۸۔ جھوٹی شہادت

جھوٹی گواہی اور شرک برابر ہیں

۲۷۵۔ عَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِکٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاکِ بِاللّٰہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰہِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ۔ (ابوداؤد)

خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب لوگوں کی طرف رُخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کے بجائے آپؐ سیدھے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا: جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں۔

پھر آپؐ نے (درج آیات کی) تلاوت فرمائی:

فاجتنبوا الرجس...... الخ (الحج ۲۲:۳۰۔۳۱)

پس بتوں کی گندگی سے بچو، جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو، یک سو ہو کر اللہ کے بندے بنو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

آیت ۳۰ میں قَوْلَ الزُّوْرِ کا لفظ آیا ہے جس کے معنٰی: جھوٹ کہنے کے ہیں اور جھوٹ بولنا ہر جگہ بُرا ہے، چاہے عدالت کے اندر حاکم کے سامنے بولا جائے، چاہے کسی دوسری جگہ۔

دیکھیے جھوٹی گواہی کتنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کی نگاہ میں اب یہ گناہ، گناہ نہیں رہا بلکہ ”فن“ بن گیا ہے۔ ان کے درمیان وہ لوگ احمق سمجھے جاتے ہیں جو عدالت میں اپنے ایمان کے دباؤ سے سچی گواہی دینے کی ہمت کر بیٹھتے ہیں۔

بُرا مذاق، وعدہ خلافی، اور جھگڑا و مناظرہ

۲۷۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَہٗ۔ (ترمذی۔ ابن عباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی سے مناظرہ نہ کر، اور نہ اس سے مذاق کر، اور نہ ہی وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کر۔

مناظرے کی اصل روح یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے حریف کو چت کیا جائے۔ مناظرے میں یہ جذبہ کم ہوتا ہے کہ نرمی اور دل سوزی سے اپنی بات کہے۔ یہاں جس ہنسی اور دل لگی سے روکا گیا ہے، اس سے ایسی دل لگی مراد ہے جس سے آدمی کا دل دکھے اور مذاق کرنے والے کا مقصود اس کی شخصیت کو مجروح اور بے وقار کرنا ہے۔ خوش طبعی اور ظرافت سے نہیں روکا گیا ہے لیکن یاد رہے کہ خوش طبعی اور ناجائز مذاق و دل لگی میں بال برابر فرق ہے۔ اس لیے اس معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایفائے عہد کی نیت

۲۷۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاہُ وَمِنْ نِیَّتِہٖ اَنْ یَّفِیَ فَلَمْ یَفِ وَ لَمْ یَجِیْٔ لِلْمِیْعَادِ فَلاَ اِثْمَ عَلَیْہِ۔ (ابوداؤد عن زید بن ارقمؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت اس وعدے کو پورا کرنے کی ہو، پھر وہ پورا نہ کر سکا اور مقررہ وقت پر نہ آیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔

عیب چینی

۲۷۸۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَسْبُکَ مِنْ صَفِیَّۃَ کَذَا وَکَذَا تَعْنِیْ قَصِیْرَۃً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَۃً لَّوْمُزِجَ بِھَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْہُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (ایک موقع پر) کہا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ عیب کہ وہ ایسی اور ایسی ہے کافی ہے۔ (یعنی وہ پستہ قد ہے اور یہ بہت بڑا عیب ہے۔) آپؐ نے فرمایا: عائشہ! تم نے اتنا تلخ جملہ منہ سے نکالا ہے کہ اگر اُسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو تلخ کر دے۔

عام حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپس میں سوکن ہونے کے باوجود بڑی محبت سے رہتی تھیں۔ لیکن کبھی غفلت میں کسی سے کوئی غلطی ہو ہی جاتی۔ ایسی ہی غلطی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، کہ

انھوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپؐ کی نظر میں بے وقار کرنے کے لیے ان کی پست قامتی کا ذکر کیا (صفیہ رضی اللہ عنہا چھوٹے قد کی تھیں) آپؐ نے سنتے ہی اظہارِ ناراضی فرمایا۔ انھیں بتایا کہ تم نے نہایت غلط بات کہہ دی۔ چنانچہ پھر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایسی غلطی نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا کہ جس غلطی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ٹوک دیا، پھر وہ غلطی دوبارہ ان سے نہیں ہوئی۔ اس حدیث کا یہ پہلو قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب بیوی کی غلط بات پر چپ نہیں رہے، بلکہ مناسب انداز میں انھیں آگاہ کردیا۔ اس میں شوہروں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

بلاتحقیق بات کو پھیلانا

۲۷۹۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُھُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْھَہٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اسْمُہٗ یُحَدِّثُ۔ (صحیح مسلم)

عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شیطان آدمی کے بھیس میں کام کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے پاس آکر جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ جدا ہوجاتے ہیں (یعنی مجلس ختم ہوجاتی ہے اور لوگ منتشر ہوجاتے ہیں) تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے یہ بات ایک آدمی سے سنی ہے جس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔

اس حدیث میں مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق کے کہی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ جس نے وہ بات کہی ہے وہ جھوٹا اور شیطان ہو۔ اگر جماعت میں بغیر تحقیق کے باتیں بیان کرنے کا رواج چل پڑے تو اس سے بہت سے تباہ کن نقصانات ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا خبر دینے والے کے بارے میں تحقیق کرو کہ وہ شخص کیسا ہے؟ اگر ثابت ہوجائے کہ وہ جھوٹا ہے تو اس کی بات رَد کردو۔

۹۔ چغلی کھانا

جنت سے محرومی

۲۸۰۔ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ.
(بخاری۔ مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

عذاب میں گرفتاری

۲۸۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ بَلٰی اِنَّهٗ کَبِیْرٌ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ. (بخاری)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے بتایا: ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی چیز پر نہیں ہے جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے تھے، (اگر چاہتے تو بآسانی اس سے بچ سکتے تھے) بلاشبہ ان کا جرم بڑا ہے۔ ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا۔

غیبت اور چغلی کی ممانعت

۲۸۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّمِیْمَةِ وَنَهٰی عَنِ الْغِیْبَةِ وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْغِیْبَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کھانے، غیبت کرنے، اور غیبت سننے سے منع فرمایا ہے۔

حسد نیکیوں کے لیے آگ

۲۸۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابوداوٗد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر ڈالتی ہے۔

۱۰۔ بدنگاہی

پہلی نظر

۲۸۴۔ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَآءَةِ فَقَالَ اَصْرِفْ بَصَرَكَ. (مسلم)

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے میں پوچھا، تو آپؐ نے فرمایا: تم اپنی نگاہ پھیر لو۔

دُوسری نظر

۲۸۵۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَاعَلِيُّ لَاتُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّكَ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ. (ابوداؤد)

بریدہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علیؓ! کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو نظر پھیر لو، دوسری نگاہ اِس پر نہ ڈالو۔ پہلی نگاہ تو تمھاری ہے اور دوسری نگاہ تمھاری نظر نہیں ہے (بلکہ شیطان کی ہے)۔

۹

اَخلاقی خوبیاں

بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد

۲۸۶۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ.

(موطا امام مالکؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے تاکہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام وکمال تک پہنچاؤں۔

یعنی آپؐ کی نبوت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق ومعاملات کو درست کریں۔ان کی زندگی سے بُرے اخلاق کی جڑیں اُکھاڑیں، اوران کی جگہ بہتر اخلاق پیدا کریں۔یہی تزکیہ آپؐ کی بعثت کا مقصود ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب کی، اور پوری زندگی پر اور زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کیا، اور ہر طرح کے حالات میں ان سے چمٹے رہنے کی ہدایت کی۔

''حسن اخلاق'' کیا ہے؟ اس کی تفسیر عبداللہ بن مبارک نے اِن الفاظ میں کی ہے: ھُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْہِ وَبَذْلَ الْمَعْرُوْفِ وَکَفَّ الْاَذٰی یعنی ''حسن اخلاق نام ہے خوش روئی کا، مال خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔دیکھیے! حسن اخلاق کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

اُسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸۷۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔ (بخاری۔مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے، نہ بے حیائی کا کام کرتے اور نہ دوسروں کو بُرا بھلا کہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کی نصیحت

۲۸۸۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَامُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ۔ (موطا امام مالک)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجتے وقت جو آخری وصیت رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے فرمائی، وہ یہ تھی کہ: لوگوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آنا۔

وقار و سنجیدگی

۲۸۹۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔ (مسلم عن ابن عباسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کے لیڈر کو (جس کا لقب اشج تھا) خطاب کر کے (تعریف کے طور پر) فرمایا: تمھارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اور وہ ہیں بُردباری (غیر جذباتیت) اور وقار و سنجیدگی۔

عبدالقیس کا جو وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ اس کے دیگر آدمی تو مدینہ پہنچتے ہی آپؐ کی ملاقات کو دوڑ پڑے۔ نہ نہایا نہ دھویا اور نہ اپنے سامان کو ٹھیک سے کہیں جمایا، حالانکہ دُور سے آئے تھے، گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے۔ ان کے برعکس ان کے لیڈر نے جلد بازی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا۔ اطمینان سے اُترے۔ سامان کو قرینے سے رکھا۔ سواریوں کو دانہ پانی دیا۔ پھر نہا دھو کر وقار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سادگی وصفائی

۲۹۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (ابوداؤد عن ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سادہ زندگی گزارنا ایمان سے ہے۔

یعنی سادہ حالت میں زندگی گزارنا مومنانہ اوصاف میں سے ہے۔ اسے تو اپنی آخرت بنانے اور سنوارنے کی فکر ہوتی ہے، اسے دنیاوی آرائشوں سے دلچسپی نہیں ہوتی ہے۔

سلیقہ وصفائی

۲۹۱۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرًا فَرَأٰی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُہٗ فَقَالَ مَا کَانَ یَجِدُ ھٰذَا مَا یُسَکِّنُ رَاْسَہٗ وَرَاٰی رَجُلًا عَلَیْہِ ثِیَابٌ وَسِخَۃٌ فَقَالَ مَاکَانَ یَجِدُ ھٰذَا مَا یَغْسِلُ بِہٖ ثَوْبَہٗ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کی غرض سے تشریف لائے تو آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا جو گرد وغبار سے اَٹا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا اس آدمی کے پاس کوئی کنگھا نہیں ہے، جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر لیتا؟ اسی طرح آپؐ نے ایک اور آدمی کو دیکھا جس نے میلے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا اس آدمی کے پاس وہ چیز (صابون وغیرہ) نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑے دھو لیتا؟

پراگندہ بال شیطانی طریقہ ہے

۲۹۲۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَاللِّحْیَۃِ فَاَشَارَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ کَاَنَّہٗ یَاْمُرُہٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِہٖ وَلِحْیَتِہٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَیْسَ ھٰذَا خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ ثَائِرُ الرَّاْسِ کَاَنَّہٗ شَیْطَانٌ۔ (مشکوٰۃ عن عطاء بن یسارؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں مسجد میں ایک آدمی داخل ہوا

جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اس طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جا کر اپنے سر کے بال اور ڈاڑھی کو درست کرو۔ چنانچہ وہ گیا اور بالوں کی درستی کے بعد آیا، تو آپؐ نے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ آدمی کے بال اُلجھے ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہو گویا وہ شیطان ہے؟

دولت اور پراگندہ حالی

۲۹۳۔ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِیْ اَلَکَ مَالٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَیِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ قَالَ فَاِذَا اٰتَاکَ مَالًا فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰہِ عَلَیْکَ۔ (مشکوٰۃ)

ابوالاحوص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میرے جسم کے کپڑے معمولی اور گھٹیا تھے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمھارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے پوچھا: کس طرح کا مال ہے؟ میں نے کہا: ہر طرح کا مال اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھا ہے۔ اونٹ بھی ہیں، گائیں بھی ہیں، بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں، اور غلام بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مال دے رکھا ہے تو اس کے فضل و احسان کا اثر و نشان تمھارے جسم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کھاؤ پہنو۔ یہ کیا کہ آدمی کے گھر میں ہونے کو تو سب کچھ ہو لیکن حالت ایسی بنائے کہ گویا وہ غریب ہے۔ یہ نہایت بری عادت ہے، یہ خدا کی ناشکری ہے۔

بہترین اسلام —— کثرت سلام

۲۹۴۔ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ

تُطعِمُ الطَّعَامَ وَتَقرِئُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ. (بخاری، مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا: اسلام کا کون سا کام بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانا، اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، چاہے تُو اسے پہچانتا ہو، یا نہ پہچانتا ہو، (یعنی پہلے سے دوستی اور بے تکلفی ہو یا نہ ہو۔)

محبت کا گُر۔ سلام کرنا

۲۹۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْئٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ.

(مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک مومن نہیں بنتے، اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں وہ تدبیر نہ بتاؤں کہ جسے اگر کرو تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہ ان کے ایمان واسلام کا مطالبہ ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان کے آپس میں سلام کرنے کا عام رواج ہوجائے۔ یہ نسخہ نہایت عمدہ ہے، بشرطیکہ لوگوں کو سلام کے معنی معلوم ہوں اور السلام علیکم کی روح سے واقف ہوں۔

زبان اور شرم گاہ کی حفاظت

۲۹۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ. (بخاری عن سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔

انسان کے جسم میں یہ دو خطرناک اور کمزور مقام ہیں جہاں سے شیطان کو حملہ کرنے میں بڑی آسانی

ہے۔ زیادہ تر گناہ انھی دونوں کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص شیطان کے حملوں سے انھیں بچالے تو ظاہر ہے کہ اس کی قیام گاہ جنت ہی ہوگی۔

غیر ذمہ دارانہ باتیں

۲۹۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰہِ لَا یُلْقِیْ لَھَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ لَا یُلْقِیْ لَھَا بَالًا یَھْوِیْ بِھَا فِیْ جَھَنَّمَ۔ (بخاری عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہوتی ہے، وہ اس کا خیال نہیں کرتا (یعنی اسے اہمیت نہیں دیتا) لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی بدولت اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات زبان سے لاپروائی کے ساتھ نکالتا ہے جو اُسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ آدمی زبان کو بے لگام نہ چھوڑے، جو کچھ بولے سوچ سمجھ کر بولے، ایسی بات زبان سے نہ نکالے جو جہنم میں لے جانے والی ہو۔

دعوت و تبلیغ

ا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کیا تھی؟

۲۹۸۔ قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاءُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ. (بخاری عن ابن عباسؓ)

(ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا) کہ یہ آدمی (محمدؐ) تم سے کیا کہتا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ اللہ کی بندگی کرو، اور اقتدار و فرماں روائی میں کسی کو ساجھی نہ قرار دو، اور تمھارے باپ دادا کا جو عقیدہ تھا اور وہ جو کچھ کرتے تھے، اسے چھوڑ دو اور یہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو، سچائی اختیار کرو، پاک دامنی کی زندگی گزارو، اور صلہ رحمی کرو۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیث ہرقل کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روم کا بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں تھا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی خط ملا۔ تب اُسے تلاش ہوئی کہ کوئی باشندہ ملے اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ اتفاق سے کچھ ساتھی مل گئے۔ ہرقل نے ان سے بہت سے سوالات کیے۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ اس نبیؐ کی دعوت کی بنیادی باتیں بتاؤ۔ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف ایک خدا کو مانو۔ صرف وہی ہے جس کا اقتدار آسمانوں اور زمین پر ہے۔ اوپر کی دنیا کا بھی وہی انتظام کرتا ہے اور زمین کا انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اقتدار و انتظام میں نہ تو کسی کو اس نے ساجھی بنایا ہے اور نہ ہی کوئی اپنے زور و اثر سے ساجھی بن بیٹھا ہے اور جب ایسا ہے تو سجدہ صرف اسی کے لیے ہونا چاہیے۔ ہر طرح کی مشکلات میں اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔ اسی سے محبت ہونی چاہیے اور اسی کی

اطاعت ہونی چاہیے۔ آباو اجداد نے شرک کی بنیاد پر زندگی گزارنے کا جو نظام بنایا ہے، اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی طرح وہ ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو اور سچائی اختیار کرو، قول میں بھی اور عمل میں بھی اور عفت و پاک دامنی اختیار کرو، ایسے کام نہ کرو جو انسانیت کے خلاف ہیں اور بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی ہیں۔

عمرو بن عبسہ کے سوالات

۲۹۹۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ يَعْنِيْ فِيْ اَوَّلِ النُّبُوَّةِ فَقُلْتُ مَااَنْتَ قَالَ نَبِيٌّ فَقُلْتُ وَمَانَبِيٌّ قَالَ اَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَکَ قَالَ اَرْسَلَنِيْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَکَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَايُشْرَکُ بِهٖ شَيْءٌ. (مسلم، ریاض الصالحین)

عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آپؐ کی نبوت کے ابتدائی زمانے میں گیا۔ میں نے پوچھا: آپؐ کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نبی ہوں۔ میں نے کہا: نبی کیا ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول (سفیر) بنا کر بھیجا ہے۔** میں نے پوچھا کہ کیا پیغام دے کر اس نے آپؐ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دوں، بُت پرستی ختم کردی جائے، اللہ کی توحید اختیار کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔**

یہ حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی بنیادی باتیں بتاتی ہے۔ آپؐ نے اپنی دعوت کو مختصر لفظوں میں سمیٹ کر بیان فرمادیا کہ میری دعوت یہ ہے کہ خدا اور بندوں کے تعلق کو صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ بندے اور خدا کے تعلق کی صحیح بنیاد، توحید ہے۔ یعنی خدا کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ صرف اسی کی اطاعت کی جائے۔

انسانوں کے درمیان صحیح تعلق کی بنیاد مواساۃ و مرحمت (مہربانی و حسنِ سلوک کرنا) ہے۔ یعنی یہ کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اور واقعتاً یہ سب آپس میں بھائی ہیں، حقیقی بھائی —— پس انھیں ایک دوسرے

کا ہم درد وغم خوار ہونا چاہیے۔ بے سہارا اور لاچار بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ کسی پر ظلم ہو رہا ہو، تو سب کو ظالم کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ کوئی اچانک کسی آفت کے چکر میں آجائے تو ہر ایک کے دل میں ٹیس اُٹھنی چاہیے اور اسے آفت سے نکالنے کے لیے دوڑ پڑنا چاہیے۔

یہ دو بنیادیں ہیں انبیائی دعوت کی۔ ایک: وحدتِ الٰہ یعنی توحید۔ دوسری: وحدتِ بنی آدم، یعنی رحمتِ عامہ۔ یہاں یہ بات نظر سے اوجھل نہ ہو کہ اصل چیز توحید ہے اور دوسری بنیاد توحید کا لازمی تقاضا ہے۔ جو خدا سے محبت کرے گا وہ اس کے بندوں سے بھی محبت کرے گا کیوں کہ خدا نے بندوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

بندوں سے محبت وخیر خواہی کے جہاں اور بہت سے تقاضے ہیں، وہاں ایک تقاضا وہ بھی ہے جسے ایرانی سپہ سالار کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دعوت اسلامی کی ترجمانی اور بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے بیان کیا تھا۔ انھوں نے ایرانی سپہ سالار کی غلط فہمی دُور کرتے ہوئے کہا کہ: ہم تاجر لوگ نہیں ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے لیے نئی منڈیاں تلاش کرنا نہیں ہے۔ ہمارا نصب العین دنیا نہیں ہے۔ ہمارا نصب العین اور مطلوب صرف آخرت ہے۔ ہم دینِ حق کے علم بردار ہیں، اور اسی کی دعوت دینا ہمارا مطمحِ نظر ہے۔ یہ بات سن کر اس نے کہا کہ: وہ دینِ حق کیا ہے، اس کا تعارف کراؤ تو حضرت مغیرہ بن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَمَّا عُمُوْدُهُ الَّذِیْ لَا یَصْلُحُ شَیْءٌ مِّنْهُ اِلَّا بِهٖ فَشَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالْاِقْرَارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.

یعنی ہمارے دین کی بنیاد اور مرکزی نقطہ جس کے بغیر اُس دین کا کوئی جز اچھی حالت میں نہیں رہ سکتا یہ ہے کہ: آدمی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے (یعنی توحید) اور یہ کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی رسالت) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے قانون (قرآن مجید) کو اپنائے۔

ایرانی سپہ سالار نے کہا: یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے۔ کیا اس دین کی کچھ اور بھی تعلیم ہے؟

حضرت مغیرہؓ نے کہا: **وَاِخْرَاجُ الْعِبَادِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ.**

ہاں! اس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسان کو انسان کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں داخل کیا جائے۔

ایرانی سپہ سالار نے کہا: یہ بھی اچھی تعلیم ہے۔ کیا اور بھی کچھ یہ دین کہتا ہے؟

حضرت مغیرہؓ نے فرمایا: **وَالنَّاسُ بَنُوْ اٰدَمَ. فَهُمْ اِخْوَةٌ لِّاَبٍ وَّاُمٍّ.**

اس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ تمام انسان آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور سب آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔

یہ ہے دین حق کی بنیادی دعوت، جسے سپہ سالار کے سامنے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا اور اسی سپہ سالار کے سامنے اسی مجلس میں حضرت ربعی بن عامرؓ نے اسلام کی ترجمانی اِن الفاظ میں کی:

اَللّٰہُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰہِ وَمِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا اِلٰی سَعَتِهَا وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْیَانِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ فَاَرْسَلَنَا بِدِیْنِهٖ اِلٰی خَلْقِهٖ لِنَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ.

(البدیہ والنہایہ جلد ۷، ص ۳۹)

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور کیا ہے کہ جو لوگ چاہیں، انھیں ہم انسانوں کی بندگی سے نکالیں اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور تنگ دنیا سے نکال کر وسیع دنیا میں لائیں، اور ظالمانہ نظام ہائے زندگی سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کے سائے میں لائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا دین دے کر انسانوں کے پاس بھیجا ہے تا کہ انھیں خدا کے دین کی طرف بلائیں۔

۲۔ دین۔ سیاسی نظام کی حیثیت میں

کام یابی ——— آزمائشوں کی راہ سے

۳۰۰۔ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهُ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ وَّعَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ. (بخاری)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے (اس زمانے میں اہلِ مکہ، مسلمانوں پر بے پناہ ظلم وستم توڑ رہے تھے)۔ ہم نے آپؐ سے عرض کیا کہ: آپؐ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ اس ظلم کے خاتمے کی دُعا کیوں نہیں کرتے؟ (بالآخر یہ سلسلہ کب تک دراز ہوگا؟ کب یہ مصائب ختم ہوں گے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس سے اس کے جسم کو چیر دیا جاتا، یہاں تک کہ اُس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے، پھر بھی وہ دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے، مگر وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعا (یمن سے) حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا، البتہ چرواہے کو صرف بھیڑیوں کا خوف رہے گا کہ کہیں وہ بکری اُٹھا کر نہ لے جائیں لیکن افسوس تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

یعنی یمن سے لے کر بحرین و حضر موت تک کے وسیع علاقے میں حق کے دشمنوں کا زور ٹوٹ جائے گا اور

خدا کے بندے آزادی سے خدا کی بندگی کی راہ پر چلیں گے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی کی تاریخ بڑی جامعیت کے ساتھ اس حدیث میں پیش فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں انھیں بتایا کہ صبر سے کام لو، وہ وقت آنے والا ہے جب سیاسی اقتدار اسلام کے ہاتھ میں آجائے گا اور خدا کی بندگی کرنے والے ہر طرح کے خوف و خطرات سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ہجرت اور جہاد

۲۰۱۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرِنِ اللَّیْثِیِّ فَسَاَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَاهِجْرَةَ الْیَوْمَ کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِیْنِهٖ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَخَافَةَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْهِ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْیَوْمَ یَعْبُدُ رَبَّهٗ حَیْثُ شَاءَ وَلٰکِنْ جِهَادٌ وَّنِیَّةٌ۔ (بخاری)

عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عبید لیثی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کو گیا۔ ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا۔ (کہ ہجرت اب بھی فرض ہے؟ کیا لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑ کر آج بھی مدینہ آجائیں؟) حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: نہیں، اب ہجرت نہیں ہوگی، حکم منسوخ ہو گیا۔ ہجرت تو اس وجہ سے ہوتی تھی کہ مومن کی زندگی ایمان لانے کے جرم میں دوبھر کر دی جاتی تھی، تب وہ اپنا دین و ایمان لے کر اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے پاس چلا آتا اور اب تو اللہ تعالیٰ نے دین کو غالب کر دیا۔ آج مومن جہاں چاہے آزادی سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکتا ہے، پھر وہ ہجرت کیوں کرے، البتہ جہاد اور نیتِ جہاد باقی ہیں۔

با اقتدار اور غالب دین، جس کے بارے میں حضرت عائشہؓ اوپر کی حدیث میں گفتگو کر رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کی اجتماعیت اور اقتدار کو خطرہ لاحق ہوا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لوگوں کو بڑا صدمہ پہنچا اور مایوسی کی کیفیت ان پر سایہ ڈالنے لگی۔ اندیشہ پیدا ہو چلا تھا اسلام کا یہ اجتماعی نظام ٹوٹ پھوٹ نہ جائے۔ اس خطرے کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں فرمایا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُاللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَایَمُوْتُ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَقَدَّمَ اِلَیْکُمْ فِیْ اَمْرِهٖ فَلَاتَدَعُوْهُ جَزَعًا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اخْتَارَ لِنَبِیِّهٖ مَاعِنْدَهٗ عَلٰی مَا

عِنۡدَکُمۡ وَقَبَضَهٗ اِلٰی ثَوَابِهٖ وَخَلَّفَ فِیۡکُمۡ کِتَابَهٗ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ فَمَنۡ اَخَذَ بِهِمَا عَرَفَ وَمَنۡ فَرَّقَ بَیۡنَهُمَا اَنۡکَرَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا یَشۡغَلَنَّکُمُ الشَّیۡطَانُ بِمَوۡتِ نَبِیِّکُمۡ وَلَا یَفۡتِنَنَّکُمۡ عَنۡ دِیۡنِکُمۡ فَعَاجِلُوۡهُ بِالَّذِیۡ تُعۡجِزُوۡنَهٗ وَلَا تَسۡتَنۡظِرُوۡهُ فَیَلۡحَقَ بِکُمۡ.

اے لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود بنائے ہوئے تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ وفات پا گئے، اور جو لوگ خدا کو معبود بنائے ہوئے تھے، انھیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ زندہ ہے، وہ نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا حکم تمھیں دے چکا ہے، پس بے صبری اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس دین کی حفاظت نہ چھوڑ بیٹھو، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارے درمیان سے اٹھا کر اپنے پاس بلانا پسند کیا، جہاں انھیں ان کے کاموں کے نتیجے سے سرفراز فرمائے گا اور تمھارے درمیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک چھوڑی ہے تو جو شخص اِن دونوں پر عمل کرے گا وہ خیر کی راہ اختیار کرے گا، اور جو اِن دونوں کے درمیان تفریق کرے گا، وہ بری راہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں خطاب کر کے فرمایا تھا: ''اے اہل ایمان! ہمارے نازل کیے ہوئے نظامِ قسط کے محافظ رہنا اور ہرگز ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں تمھیں پھنسائے رکھے۔ پس شیطان کے مقابلے میں جلد از جلد ایسی تدبیر کرو کہ اسے شکست دے دو۔ اسے اپنا کام کرنے کی مہلت نہ دو، ورنہ وہ تم پر ٹوٹ پڑے گا اور تمھارے دینی نظام کو برباد کر کے رکھ دے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دین کا جو نظام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قائم ہوا تھا، اس کی اہمیت کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمے سے لوگ توحید اور نماز روزہ وغیرہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کر رہے تھے کہ انھیں سمجھانے کی ضرورت پڑی تھی، بلکہ یہ اندیشہ پیدا ہو چکا تھا کہ اسلام کا نظامِ حکومت جو اتنی محنت کے بعد قائم ہوا تھا، ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمعے میں تقریر فرمائی جس میں سورہ نسا کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ...... (النساء۴: ۱۳۵) کا حوالہ دے کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نظامِ قسط کا محافظ بنایا ہے، اس کی حفاظت کا تم سے عہد لیا ہے، پس غم وفات کو حد سے نہ بڑھنے دو، اُٹھو اور شیطان کو شکست دو۔ اپنے دینی نظام (خلافت) کے قائم رکھنے کی باتیں سوچو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سورہ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اس سے پہلی آیات (۱۳۱۔۱۳۳) میں

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے اپنی امانت سونپی تھی لیکن انھوں نے خیانت اور غداری کی، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑکا اور امامتِ اقوام کا منصب ان سے چھین لیا گیا اور وقت کے اہلِ شرک کی محکومی ان کے حصے میں آئی۔ اب تمھیں ان کی جگہ دی جا رہی ہے۔ تمھیں کتابِ حکمت اور اقتدارِ عظیم سے نوازا جا رہا ہے۔

خبردار! بنی اسرائیل کی طرح خیانت اور بے وفائی نہ کرنا۔ ہم نے جنھیں تورات دی تھی، انھیں وصیت کی تھی کہ نافرمانی نہ کرنا، عہد پر قائم رہنا، کتاب سے بے وفائی نہ کرنا۔ لیکن انھوں نے ناشکری، غداری اور بے وفائی کی راہ اختیار کی اور اس کے بُرے نتائج سے دوچار ہوئے اور اب تمھیں (اے اُمتِ محمدیہؐ) وصیت کرتے ہیں کہ تقویٰ کی راہ پر چلنا، عہد شکنی نہ کرنا، قرآن مجید کی بتائی ہوئی راہ چھوڑ کر ہمارے غضب کو دعوت نہ دینا ——— اور اس کے بعد یہ ہدایت دی کہ اے اہلِ ایمان! عدل وانصاف کے اس الٰہی نظام کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ سورہ مائدہ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ سورہ مائدہ آخری احکامی سورہ ہے جس میں قانون کی تکمیل کردی گئی ہے، اس کے بعد کوئی احکامی سورہ نہیں نازل ہوئی۔ یہ سورہ میدانِ عرفات میں اُتری۔ اس کا اندازِ بیان ایسا ہے کہ جیسے اُمت سے اس میدان میں آخری بار عہد لیا جا رہا ہے کہ دیکھو! نعمت کی تکمیل ہو چکی۔ ملکِ عظیم (عظیم اقتدار) تمھارے حوالے کیا جا چکا۔ اب تمھارا فرض ہے کہ ہمارے عہد پر قائم رہنا، ورنہ یاد رکھو! بنی اسرائیل کی تاریخ تمھارے سامنے ہے۔ انھوں نے عہد شکنی کی تو کیسے ذلیل وخوار ہوئے۔

یہ ہے دینی نظام اور اس کی قدر وقیمت اور اہمیت ——— لیکن افسوس کہ اُمتِ مسلمہ نے اس نظام کو کھو دیا اور رونا اِس بات کا ہے کہ یہ اُمت آرام کی نیند سو رہی ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۳۔ التزامِ جماعت

سفر میں تنظیم

۳۰۲۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ ثَلٰثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ.

(ابوداؤد عن ابوسعید خدریؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو انھیں چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ جب سفر کی حالت میں لوگوں پر جماعت بنانا فرض کیا گیا ہے تو یہ بات بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگی کہ اہل ایمان ایک جماعت کی شکل اختیار کریں جب کہ ان کا جماعتی نظام درہم برہم ہوگیا ہو، مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ انفرادی حالت میں زندگی گزاردیں۔

۳۰۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَحِلُّ لِثَلَاثَۃٍ یَکُوْنُوْنَ بِفَلَاۃٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْھِمْ اَحَدَھُمْ.

عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جو کسی جنگل میں رہتے ہوں ان کے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنے اوپر امیر بنالیں۔

جماعت سے علیحدگی

۳۰۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ.

(مسند احمد، مشکوٰۃ عن معاذ بن جبلؓ حدیث نمبر ۱۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے اور اپنے ریوڑ سے الگ ہوجانے والی بکریوں کا بآسانی شکار کرلیتا ہے، اسی طرح شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ اگر

جماعت بن کر نہ رہیں تو یہ انھیں الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کرلیتا ہے۔ تو اے لوگو! پگ ڈنڈیوں پر مت چلو، بلکہ تمھارے لیے ضروری ہے کہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔

''جماعت کے ساتھ رہو'' یہ حکم اس وقت کا ہے جب مسلمانوں کی ''الجماعۃ'' موجود ہو۔ اگر موجود نہ ہو تو کیا ہو؟ یہ بڑا اہم سوال ہے اور اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ جماعت بناؤ، تاکہ ''الجماعت'' وجود میں آئے۔

حصولِ جنت —— جماعت کے ذریعے

۳۰۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّسْکُنَ بُحْبُوْحَۃِ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَۃَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَھُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنت کے وسط میں گھر بنانا چاہتا ہو اسے ''جماعت'' سے چمٹے رہنا چاہیے، اس لیے کہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ دو ہو جائیں تو وہ دُور ہو جاتا ہے۔

اگر مسلمانوں کی ''الجماعۃ'' موجود ہو تو اس سے چمٹے رہنا ضروری ہے، اس سے الگ رہنا جائز نہیں ہے۔ ''الجماعۃ'' سے مراد وہ حالت ہے جب اسلام غالب ہو، اقتدار اس کے ہاتھ میں ہو، اور اہل ایمان ایک امیر کی قیادت اور راہ نُمائی پر متفق ہوں۔ ایسے وقت میں کسی جماعت سے الگ زندگی گزارنا جائز نہیں ہے اور جب ''الجماعۃ'' موجود نہ ہو تو جماعت بن کر ایسے ڈھنگ سے دین کا کام کرنا ہوگا کہ الجماعۃ وجود میں آجائے۔

۴۔ امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت

امیر جماعت کی ذمہ داری

۳۰۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَّھُوَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ۔ (بخاری، مسلم عن ابن عمرؓ)

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہوں۔ پس امیر جو لوگوں کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور مرد جو اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) کا نگران ہے، اس سے اِس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے اولاد اور خاوند کے گھر کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

''نگران ہے'' یعنی ان کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ انھیں ٹھیک حالت میں رکھے اور بگڑنے سے بچائے۔ اگر اصلاح و تربیت کے کام سے غفلت برتتا ہے، انھیں بگڑنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے تو اس سے اللّٰہ تعالیٰ حساب کے دن باز پرس کرے گا۔

خیانت کار امیر

۳۰۷۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَامِنْ وَّالٍ یُوَلّٰی رَعِیَّۃً مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھُوَغَاشٍ لَّھُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ۔ (متفق علیہ)

معقلؓ بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو، اور وہ ان کے ساتھ خیانت کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

غیر مخلص و کاہل امیر

۳۰۸۔ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

اَیُّمَا وَالٍ وَّلِیَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَلَمْ یَنْصَحْ لَھُمْ وَلَمْ یَجْھَدْلَھُمْ کَنُصْحِہٖ وَجُھْدِہٖ لِنَفْسِہٖ کَبَّہُ اللّٰہُ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمْ یَحْفَظْھُمْ بِمَا یَحْفَظُ بِہٖ نَفْسَہٗ وَاَھْلَہٗ. (طبرانی، کتاب الخراج)

حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جس کسی شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملے کی ذمہ داری قبول کی۔ پھر اس نے ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور ان کے کام کی انجام دہی میں اپنے آپ کو اس طرح نہیں تھکایا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے اپنے آپ کو تھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو منہ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔

ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ پھر ان کی حفاظت ایسے طریقے سے نہیں کی، جس طریقے سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے۔

خویش پرور امیر

۳۰۹۔ عَنْ یَزِیْدِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ حِیْنَ بَعَثَنِیْ اِلَی الشَّامِ یَایَزِیْدُ اِنَّ لَکَ قَرَابَۃً عَسَیْتَ اَنْ تُؤْثِرَھُمْ بِالْاِمَارَۃِ وَذٰلِکَ اَکْبَرُ مَااَخَافُ عَلَیْکَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَاَمَّرَعَلَیْھِمْ اَحَدًا مَحَابَۃً فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلاً حَتّٰی یُدْخِلَہٗ جَھَنَّمَ.

(کتاب الخراج۔امام ابو یوسفؒ)

یزید بن ابی سفیانؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے سپہ سالار بنا کر شام کی طرف روانہ کیا تو اس وقت یہ نصیحت فرمائی: اے یزیدؓ! تمھارے کچھ رشتے دار ہیں ہوسکتا ہے کہ تم انھیں ذمہ داریاں سونپنے میں ترجیح دو۔ یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے جو مجھے تمھاری طرف سے لاحق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمانوں کے اجتماعی معلامات کا ذمہ دار ہو، اور وہ مسلمانوں پر کسی کو حکم ران بنائے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

امیر کا ایثار

۳۱۰۔ قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَیْسٍ اِنَّ اَبَابَکْرٍ قَالَ لِعُمَرَ یَاابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّیْ

اِنَّمَا اسْتَخْلَفْتُکَ نَظَرًا لِمَا خَلَّفْتُ وَرَائِیْ وَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَیْتَ مِنْ اَثَرَتِهٖ اَنْفُسَنَا عَلٰی نَفْسِهٖ وَاَهْلَنَا عَلٰی اَهْلِهٖ حَتّٰی اِنْ کُنَّا لَنَظَلُّ نُهْدِیْ اِلٰی اَهْلِهٖ مِنْ فُضُوْلِ مَا یَأْتِیْنَا عَنْهُ. (کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ)

حضرت اسما بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! میں نے مسلمانوں پر شفقت کے پیش نظر تمھیں خلیفہ منتخب کیا ہے اور تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمیں اپنے اُوپر اور ہمارے گھر والوں کو اپنے گھر والوں کے اوپر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ ہمیں جو کچھ آپؐ کی طرف سے ملتا، اس میں سے جو کچھ بچ جاتا، وہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

بُردبار امیر

۳۱۱۔ خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَنَا عَلَیْکُمْ حَقَّ النَّصِیْحَةِ بِالْغَیْبِ وَالْمَعُوْنَةِ عَلَی الْخَیْرِ اَیُّهَا الرِّعَاءُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ حِلْمٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ وَلَا اَعَمَّ نَفْعًا مِّنْ حِلْمِ اِمَامٍ وَّرِفْقِهٖ وَلَیْسَ مِنْ جَهْلٍ اَبْغَضَ اِلَی اللّٰهِ وَاَعَمَّ ضَرَرًا مِّنْ جَهْلِ اِمَامٍ وَّخَرَقِهٖ. (کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے (ایک مشترک اجتماع میں جس میں عوام اور ذِمّہ دارانِ حکومت موجود تھے) تقریر کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! ہمارا تم پر حق ہے کہ پیٹھ پیچھے ہمارے خیر خواہ رہو، اور نیکی کے کاموں میں ہمیں مدد دو۔ (پھر فرمایا) اے ذمہ دارانِ حکومت! امیر کی بردباری اور اس کی نرمی سے زیادہ نفع بخش اور اللہ تعالیٰ کو محبوب کوئی اور بردباری نہیں ہے۔ اِسی طرح امیر کی جذباتیت اور بے سلیقہ کام کرنے سے زیادہ ضرر رساں اور مبغوض کوئی اور جذباتیت اور بدسلیقگی نہیں ہے۔

سمع واطاعت کی حدود

۳۱۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِهَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ. (متفق علیہ عن ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کو اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی بات سننا اور

ماننا ضروری ہے، چاہے وہ حکم ان کی طبیعت کے لیے خوش گوار ہو یا ناخوش گوار بشرطیکہ وہ معصیت نہ ہو، البتہ جب خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو وہ بات نہ سُننی چاہیے، نہ ماننی چاہیے۔

قائد وعوام کی خیر خواہی

۳۱۳۔ عَنْ تَمِيمِ نِ الدَّارِمِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِكِتَابِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ. (مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خلوص وخیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔ ہم نے پوچھا: کس کے لیے خلوص اور خیر خواہی؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے سربراہوں کے لیے اور عام اہل اسلام کے لیے۔

نصیحت کا لفظ، عربی زبان میں خیانت و بے ایمانی، کھوٹ اور ملاوٹ کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جس کا ترجمہ: مخلصانہ وفاداری اور مخلصانہ خیر خواہی سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلصانہ وفاداری کا تو مطلب بالکل واضح ہے اور ہم اسے ایمان باللہ کے عنوان کے تحت بیان کر آئے ہیں۔ اِسی طرح کتاب اور رسولؐ کے ساتھ خلوص اور وفاداری کا مطلب بھی قرآن مجید اور رسولؐ کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ ایمانیات کے باب میں دیکھ لیا جائے اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور خلوص کی تفصیل معاشرت کے باب میں ''مسلمانوں کے حقوق'' کے تحت دی جا چکی ہے۔ رہی، مسلمانوں کے اجتماعی نظم کے ذمہ داروں کے ساتھ خیر خواہی اور مخلصانہ وفاداری، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کا تعلق ہو، اگر وہ حکم دیں تو وفادارانہ اِطاعت ہونی چاہیے اور دعوت و تنظیم کے اُمور میں خوش دلی کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے اور وہ کسی غلط رُخ پر جارہے ہوں تو محبت آمیز لہجے میں انھیں ٹوکنا چاہیے۔ اگر کوئی غلط قسم کی رواداری برتتا ہے، غلطی کو دیکھتا ہے مگر ٹوکتا نہیں تو ایسا شخص اپنے ذمہ دار کا خیر خواہ نہیں، بدخواہ ہے۔ ایسا کرنا جماعتی خیانت کے ہم معنی ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ذمہ دار لوگ مخلصانہ تنقید برداشت کریں۔ نہ صرف برداشت کریں، بلکہ لوگوں کے اندر یہ تاثر پیدا کردیں کہ ان کا سربراہ غلطی پر ٹوکنے کو پسند کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا اور ان کی اِس خیر خواہی کے جواب میں ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہے اور اگر کوئی بے ڈھنگے طریقے سے ٹوکے تو اسے نرمی سے بتائے کہ ایسے طریقے پر

بات نہ کہو جو تہذیب ومتانت کے خلاف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے کسی بات پر ٹوکا، تو مجمعے میں سے ایک شخص نے امیر المومنین کی شان وحیثیت کا خیال کر کے ٹوکنے والے کو دبانا اور خاموش کرنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دَعْهُ لَا خَيْرَ فِيهِمْ إِنْ لَمْ يَقُولُوْهَا لَنَا وَلَا خَيْرَ فِينَا إِنْ لَمْ نَقْبَلْ۔ (کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ)
اِسے کہنے دو، اگر لوگ ہم سے اِس طرح کی باتیں نہ کہیں تو ان کے اندر کوئی خیر نہیں، اور ہم اِس طرح کی خیر خواہی قبول نہ کریں تو ہمارے اندر کوئی بھلائی نہیں۔

اِسی طرح کے بہت سے نمونے ہمارے اسلاف نے چھوڑے ہیں جن میں دونوں کے لیے ہدایت اور روشنی ہے۔ امرا کے لیے بھی اور مامورین کے لیے بھی۔ یہاں ہم صرف ایک نمونہ پیش کریں گے۔ جب حضرت عمرؓ پر خلافت کی ذمہ داری آئی تو ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ نے ایک مشترک خط لکھا جس کے لفظ لفظ سے خیر خواہی ٹپکتی ہے۔ خط یہ ہے کہ:

مِنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا عَهِدْنَاكَ وَأَمْرُ نَفْسِكَ لَكَ مُهِمٌّ فَأَصْبَحْتَ قَدْ وُلِّيتَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحْمَرِهَا وَأَسْوَدِهَا يَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيْكَ الشَّرِيفُ وَالْوَضِيعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِيقُ وَلِكُلٍّ حِصَّةٌ مِنَ الْعَدْلِ فَانْظُرْ كَيْفَ أَنْتَ عِنْدَ ذٰلِكَ يَا عُمَرُ وَإِنَّا نُحَذِّرُكَ يَوْمًا تَعْنُوْا فِيهِ الْوُجُوهُ وَتَجِفُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَتَنْقَطِعُ فِيهِ الْحُجَجُ لِحُجَّةِ مَلِكٍ قَهَرَهُمْ بِجَبَرُوْتِهِ فَالْخَلْقُ دَاخِرُوْنَ لَهُ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عِقَابَهُ وَإِنَّا كُنَّا نُحَدَّثُ أَنَّ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَيَرْجِعُ فِي آخِرِ زَمَانِهَا إِلَى أَنْ يَكُوْنُوْا إِخْوَانَ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءَ السَّرِيْرَةِ وَإِنَّا نَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ يَنْزِلَ كِتَابُنَا إِلَيْكَ سِوَى الْمَنْزِلِ الَّذِي نَزَلَ مِنْ قُلُوبِنَا فَإِنَّمَا كَتَبْنَا بِهِ نَصِيحَةً لَكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

یہ خط ہے ابو عبیدہ بن جراحؓ اور معاذ بن جبلؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ بن خطاب کے نام ہے آپ پر سلامتی ہو۔

ہم نے آپ کو اِس حال میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذاتی اصلاح وتربیت ونگرانی کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ اب تو آپ پر اِس پوری اُمت کی تربیت ونگرانی کی ذمہ داری آپڑی ہے۔ امیر المومنین! آپ کی مجلس میں اونچے درجے کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجے کے لوگ بھی۔ دشمن بھی آپ کے پاس آئیں گے، دوست بھی، اور ا

نصاف میں ہر ایک کا حصہ ہے، تو آپ کو سوچنا ہے کہ ایسی حالت میں آپ کیا طرزِ عمل اختیار فرمائیں۔

ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن خدائے جبار کے سامنے لوگ سرنگوں ہوں گے، دل خوف سے لرز رہے ہوں گے اور خدائے جبار و قاہر کی دلیل کے سامنے سب دلیلیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی۔ اس دن تمام لوگ اس کے سامنے عاجز و بے بس ہوں گے۔ لوگ اس رحمت کی اُمید کرتے ہوں گے اور اس کے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ اِس اُمت کے لوگ آخر زمانے میں ظاہری طور پر ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطنی طور پر ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ ہم اِس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے اِس خط کو آپ وہ حیثیت نہ دیں جو اس کی واقعی اور حقیقی حیثیت ہے۔ ہم نے یہ خط خیر خواہی واخلاص کے جذبے سے آپ کو لکھا ہے۔ والسلام علیک۔

یہ خط امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور انھوں نے اِس کا یہ جواب دیا:

مِنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَمُعَاذٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمَا اَمَّا بَعْدُ

فَقَدْ اَتَانِیْ کِتَابُکُمَا تَذْکُرَانِ اَنَّکُمَا عَهِدْتُمَانِیْ وَاَمْرُ نَفْسِیْ لِیْ مُهِمٌّ فَاَصْبَحْتُ قَدْ وُلِّیْتُ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحْمَرِهَا وَاَسْوَدِهَا یَجْلِسُ بَیْنَ یَدَیَّ الشَّرِیْفُ وَالْوَضِیْعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِیْقُ وَلِکُلٍّ حِصَّةٌ مِّنَ الْعَدْلِ کَتَبْتُمَا فَانْظُرْ کَیْفَ اَنْتَ عِنْدَ ذٰلِکَ یَاعُمَرُ وَاِنَّهٗ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ عِنْدَ عُمَرَ عِنْدَ ذٰلِکَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَکَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِیْ مَاحُذِّرَتْ عَنْهُ الْاُمَمُ قَبْلَنَا وَقَدِیْمًا کَانَ اِخْتِلَافُ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ بِاٰجَالِ النَّاسِ یُقَرِّبَانِ کُلَّ بَعِیْدٍ وَیُبْلِیَانِ کُلَّ جَدِیْدٍ وَیَاْتِیَانِ بِکُلِّ مَوْعُوْدٍ حَتّٰی یَسِیْرَ النَّاسُ اِلٰی مَنَازِلِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ.

کَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِیْ اَنَّ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَیَرْجِعُ فِیْ اٰخِرِ زَمَانِهَا اِلٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا اِخْوَانَ الْعَلَانِیَةِ اَعْدَاءَ السَّرِیْرَةِ وَلَسْتُمْ بِاُولٰئِکَ وَلَیْسَ هٰذَا بِزَمَانِ ذٰلِکَ وَذٰلِکَ زَمَانٌ تَظْهَرُ فِیْهِ الرَّغْبَةُ وَالرَّهْبَةُ تَکُوْنُ رَغْبَةُ النَّاسِ بَعْضِهِمْ اِلٰی بَعْضٍ لِصَلَاحِ دُنْیَاهُمْ.

کَتَبْتُمَا تُعَوِّذَانِیْ بِاللّٰهِ اَنْ اُنْزِلَ کِتَابَکُمَا سِوَی الْمَنْزِلِ الَّذِیْ نَزَلَ مِنْ قُلُوْبِکُمَا وَاَنَّکُمَا کَتَبْتُمَا بِهٖ نَصِیْحَةً لِّیْ وَقَدْ صَدَقْتُمَا فَلَا تَدَعَا الْکِتَابَةَ اِلَیَّ فَاِنَّهٗ لَاغِنٰی لِیْ عَنْکُمَا وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمَا.

(المسلمون، فروری ۱۹۵۴ء)

عمر بن خطابؓ کی طرف سے ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ کے نام۔ سلامتی ہو تم دونوں پر۔

تمھارا مشترکہ خط ملا، جس میں لکھا ہے کہ اب سے پہلے تو میں اپنی ذات کی اصلاح وتربیت وحفاظت ونگرانی کے لیے متفکر رہتا تھا، لیکن اب تو اِس پوری اُمت کی ذمہ داری میرے سر پر آپڑی ہے۔

میرے سامنے اونچے درجے کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجے کے لوگ بھی، دوست بھی میرے پاس آئیں گے، دشمن بھی اور ہر ایک کا حق ہے کہ اس کے ساتھ عدل کیا جائے، تو تم نے لکھا ہے کہ اے عمرؓ! سوچو کہ تمھیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ میں اِس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمرؓ کے پاس نہ تدبیر ہے نہ قوت۔ اگر اسے قوت مل سکتی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل سکتی ہے۔

پھر تم نے مجھے اس انجام سے ڈرایا ہے جس انجام سے ہم سے پہلے کے لوگ ڈرائے گئے تھے۔ یہ دن رات کی گردش جو انسانوں کی زندگیوں سے وابستہ ہے، یہ برابر قریب لا رہی ہے اس چیز کو جو دُور ہے اور بوسیدہ بنا رہی ہے ہر جدید کو، اور لا رہی ہے ہر پیشین گوئی کو، یہاں تک کہ دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور آخرت نمودار ہو گی جس میں ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔

نیز تم نے اِس خط میں اِس بات سے ڈرایا ہے کہ اس امت کے لوگ آخر زمانے میں ظاہری طور پر ایک دوسرے کے دوست ہوں گے لیکن دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت اور بغض رکھتے ہوں گے یعنی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ تو یاد رکھو! تم وہ لوگ نہیں ہو جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے جب یہ منافقت ظاہر ہو گی۔ وہ تو وہ وقت ہے جب لوگ اپنے دنیاوی مفاد کو بچانے کے لیے ایک دوسرے سے ڈریں گے۔ پھر تم نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں تمھارے خط سے کوئی غلط تاثر لوں۔ بلاشبہ تم سچ کہتے ہو، تم نے خیر خواہی کے جذبے سے خط لکھا ہے۔

آیندہ خط لکھنا بند نہ کرنا۔ میں تم دونوں کی نصیحت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ والسلام۔

۵۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

بدعتی کی تعظیم

۳۱۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ وَقَّرَصَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ (مشکوٰۃ عن ابراہیمؒ بن میسرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بدعتی کی عزت کرے گا تو اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔

بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس نے اسلام کے اندر کوئی ایسا نظریہ یا عمل داخل کیا جو اسلام سے ٹکراتا ہے، یا اس سے میل نہیں کھاتا۔ ایسا شخص اسلام کی عمارت کو ڈھانے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص اِس کا احترام وتعظیم کرتا ہے، وہ شخص اسلام کو ڈھانے میں مددگار بنتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ایسے لوگ مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت واحترام کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں اور ان کے فعل کو برداشت نہ کیا جائے۔ ذرا اِس حدیث پر غور کیجیے اور پھر اپنی سوسائٹی کو دیکھیے کہ اِس لحاظ سے اِس کا کیا حال ہے۔

منافق کی سیادت

۳۱۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلَنَّ لِلْمُنَافِقِ سَیِّدٌ فَاِنَّہٗ اِنْ یَّکُنْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّکُمْ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: منافق کو سردار مت کہو، اِس لیے کہ اگر ایسا ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

''سردار نہ کہو'' کا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی جو جانتے بوجھتے قول اور عمل کا تضاد رکھتا ہے، جسے اِسلام کی حقانیت پر یقین نہیں ہے، جسے اسلامی تعلیمات کے بارے میں شک ہے، ایسے آدمی کو اپنا سردار نہ بناؤ۔ اگر ایسا کروگے تو خدا کی ناراضی مول لوگے اور جس سے خدا ناراض ہو جائے اس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی تباہی۔

شرابی کی عیادت

۳۱۶۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ لَاتَعُوْدُوْا شُرَّابَ الْخَمْرِ اِذَا مَرِضُوْا۔ (الادب المفرد)

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ شراب پینے والے جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کو مت جاؤ۔

دین میں مداہنت کا انجام

۳۱۷۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاءُ هُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ.

قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَامُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدَيِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا اَوْلَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ. (بیہقی، مشکوٰۃ عن ابن مسعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو ان کے علما نے انھیں روکا، لیکن وہ نہیں رُکے (تو ان کے عالم ان کا بائیکاٹ کرنے کی بجائے) ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے۔ جب ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیے اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ یہ اِس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اِسی میں بڑھتے چلے گئے۔

عبداللہ ابن مسعودؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور بُرائیوں سے روکتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ظالم کو حق پر جھکاؤ گے۔ اگر تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو تم سب کے دل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے اور پھر اللہ تمھیں اپنی رحمت اور ہدایت سے دُور پھینک دے گا۔ جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے معاملہ کیا۔

نہی عن المنکر ——— ایک فریضہ

۳۱۸۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا فَتَاَذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّلِيْ مِنَ الْمَاءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ. (بخاری)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتا ہے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے مگر ٹوکتا نہیں، اس کے ساتھ رواداری برتتا ہے، ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی لی۔ اِس کشتی میں مختلف درجے ہیں، اوپر نیچے۔ چند آدمی اوپر کے حصے میں بیٹھے اور چند نچلے حصے میں، تو جو لوگ نچلے حصے میں بیٹھے تھے، وہ پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے تاکہ سمندر سے پانی بھریں تو اوپر والوں کو اِس سے تکلیف ہوتی۔ آخر کار نیچے کے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے۔ اوپر کے لوگ آئے اور کہا تم یہ کیا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے تو اب کشتی کے تختوں کو توڑ کر دریا سے پانی حاصل کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال دے کر بیان فرمایا: اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ہیں تو انھیں بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور اپنے کو بھی بچالیں گے، اور اگر انھیں اِس حرکت سے نہیں روکتے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو انھیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے۔

پڑوسی کو دین کی تعلیم دینا

۳۱۹۔ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَثْنٰى عَلٰى طَوَائِفَ مِنَ

الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا ثُمَّ قَالَ مَابَالُ اَقْوَامٍ لَا یُفَقِّھُوْنَ جِیْرَانَھُمْ وَلَا یُعَلِّمُوْنَھُمْ وَلَا یَعِظُوْنَھُمْ وَلَا یَنْھَوْنَھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَمَابَالُ اَقْوَامٍ لَا یَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِیْرَانِھِمْ وَلَا یَتَفَقَّھُوْنَ وَلَا یَتَّعِظُوْنَ وَاللّٰہِ لَیُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِیْرَانَھُمْ وَیُفَقِّھُوْنَھُمْ وَیَاْمُرُوْنَھُمْ وَیَنْھَوْنَھُمْ وَلَیَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِّنْ جِیْرَانِھِمْ وَیَتَفَقَّھُوْنَ وَیَتَّعِظُوْنَ اَوْلَاُعَاجِلَنَّھُمُ الْعُقُوْبَۃَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ قَوْمٌ مَّنْ تَرَوْنَہٗ عَنٰی بِھٰٓؤُلَاءِ قَالُوا الْاَشْعَرِیِّیْنَ ھُمْ قَوْمٌ فُقَھَاءُ وَلَھُمْ جِیْرَانٌ جُفَاۃٌ مِنْ اَھْلِ الْمِیَاہِ وَالْاَعْرَابِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ذَکَرْتَ قَوْمًا بِخَیْرٍ وَذَکَرْتَنَا بِشَرٍّ فَمَا بَالُنَا فَقَالَ لَیُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِیْرَانَھُمْ وَلَیَعِظَنَّھُمْ وَلَیَاْمُرَنَّھُمْ وَلَیَنْھَوُنَّھُمْ وَلَیَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِّنْ جِیْرَانِھِمْ وَیَتَّعِظُنَّ وَیَتَفَقَّھُنَّ اَوْلَاُعَاجِلَنَّھُمُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنُفَطِّنُ غَیْرَنَا فَاَعَادَ قَوْلَہٗ عَلَیْھِمْ فَاَعَادُوْا قَوْلَھُمْ "اَنُفَطِّنُ غَیْرَنَا فَقَالَ ذَاکَ اَیْضًا فَقَالُوْا اَمْھِلْنَا سَنَۃً فَاَمْھَلَھُمْ سَنَۃً لِیُفَقِّھُوْھُمْ وَیَعِظُوْھُمْ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ "لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا: کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سمجھ پیدا نہیں کرتے اور انھیں تعلیم نہیں دیتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج انھیں نہیں بتاتے اور انھیں بُرے کاموں سے نہیں روکتے؟ اور کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے اور دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج نہیں معلوم کرتے؟ خدا کی قسم! لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں، ان کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں، انھیں نصیحت کریں، انھیں اچھی باتیں بتائیں اور انھیں بُری باتوں سے روکیں۔ لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا، دین کی سمجھ پیدا کرنا ہوگی اور ان کے وعظ ونصیحت کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ میں انھیں بہت جلد سزا دوں گا۔ پھر آپؐ منبر سے اُتر آئے اور تقریر ختم کردی۔ سامعین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یہ کون لوگ تھے جن کے خلاف آپؐ نے تقریر فرمائی۔ مجمعے میں سے کچھ لوگوں نے بتایا کہ: آپؐ کا روئے سخن قبیلہ اشعر

کے لوگوں کی طرف تھا۔ یہ لوگ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اُجڈ لوگ ہیں۔ جب اِس تقریر کی خبر اشعر قبیلے کے لوگوں کو پہنچی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے اپنی تقریر میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی اور ہمارے پر غصہ کیا۔ ہم سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں، انھیں وعظ ونصیحت کریں، اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بُری باتوں سے روکیں۔ اِسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا، وعظ ونصیحت کو قبول کرنا ہوگا اور اپنے اندر دینی سمجھ پیدا کرنا ہوگی، ورنہ مَیں ان لوگوں کو بہت جلد دُنیا میں سزا دوں گا۔

اشعرین نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم دوسروں میں سمجھ پیدا کریں (کیا تعلیم وتبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے؟) آپؐ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی تمھاری ذمہ داری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی یہ بات بار بار دہراتے رہے اور قبیلہ اشعر والے یہ بات بار بار پوچھتے رہے کہ کیا دوسروں کو دین کی تعلیم وتبلیغ ہماری ذمہ داری ہے؟) اس کے بعد ان حضرات نے کہا: ہمیں ایک سال کی مہلت دیجیے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک سال کی مہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں گے اور احکام بتائیں گے۔

اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْامِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ...... (المائدہ ۵:۷۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ کی جس آیت کی تلاوت فرمائی، اس کا ترجمہ یہ ہے:

بنی اسرائیل کے کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی، داؤد علیہ السلام کی زبان سے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبان سے اور یہ لعنت اِس لیے کی گئی کہ انھوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور برابر اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑتے چلے گئے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں کے کرنے سے نہیں روکتے تھے، بلاشبہ ان کی یہ حرکت بہت بُری تھی۔

۶۔ دعوتِ بلاعمل

خود رافضیحت دیگراں رانصیحت

۳۲۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ مَاشَانُکَ اَلَیْسَ کُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالَ کُنْتُ اٰمُرُکُمْ وَلَا اٰتِیْہِ وَاَنْھَاکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ۔ (بخاری، مسلم عن اسامہ بن زیدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی۔ وہ اپنی انتڑیوں کو آگ میں اِس طرح لیے پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکی میں پھرتا ہے تو دوسرے جہنمی لوگ اس کے پاس اکٹھے ہوں گے اور پوچھیں گے کہ: اے فلاں! یہ تیرا کیا حال ہے۔ کیا تم دنیا میں ہمیں نیکیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے اور بُرائیوں سے نہیں روکتے تھے؟ (ایسے نیکی کے کام کرنے کے باوجود تم یہاں کیسے آگئے؟) وہ شخص کہے گا کہ میں تمھیں نیکیوں کی تلقین کرتا تھا اور خود ان کے قریب نہیں جاتا تھا اور بُرائیوں سے تمھیں تو روکتا تھا لیکن خود کرتا تھا۔

آگ کی قینچیاں

۳۲۱۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَّارٍ قُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَاجِبْرِیْلُ قَالَ ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِکَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَھُمْ۔ (مشکوٰۃ عن انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کی اُمت کے مقررین ہیں۔ یہ لوگوں کو نیکی اور تقوٰی کی تلقین کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔

کرنے کے کام

۳۲۲۔ عَنْ حَرْمَلَةَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تَأْمُرُنِیْ بِہٖ اَعْمَلُ قَالَ اِئْتِ الْمَعْرُوْفَ وَاجْتَنِبِ الْمُنْکَرَ وَانْظُرْ مَایُعْجِبُ اُذُنَکَ اَنْ یَّقُوْلَ لَکَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِھِمْ فَأْتِہٖ وَانْظُرِ الَّذِیْ تَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْلَ لَکَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِھِمْ فَاجْتَنِبْہُ. (بخاری)

حضرت حرملہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: آپؐ مجھے کون سے عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو نیکی پر عمل کر اور بُرائی سے بچ اور دیکھ اگر تو یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ مجلس سے تیرے اُٹھ کر چلے جانے کے بعد تجھے اچھے اوصاف سے یاد کریں تو تُو اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کر، اور جن باتوں کو تُو ناپسند کرتا ہے کہ تیری عدم موجودگی میں لوگ تیرے بارے میں کہیں، تو تُو ان سے پرہیز کر۔

مطلب یہ کہ آدمی چاہتا ہے کہ لوگ اچھے الفاظ سے اُسے یاد کریں تو اسے ویسے ہی کام کرنے چاہییں اور آدمی ناپسند کرتا ہے کہ لوگ بُرے القاب سے اُسے یاد کریں تو برے کاموں سے بچنا چاہیے۔

دعوت کی ابتدا ——— اپنی ذات سے

۳۲۳۔ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبَلَغْتَ تِلْکَ الْمَنْزِلَةَ قَالَ اَرْجُوْا فَقَالَ لَہٗ اِنْ لَّمْ تَخْشَ اَنْ تُفْتَضَحَ بِثَلَاثِ اٰیَاتٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَافْعَلْ قَالَ الرَّجُلُ وَمَاھُنَّ قَالَ قَوْلُہٗ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ اَلْاٰیَةِ فَھَلْ اَحْکَمْتَ ھٰذِہٖ قَالَ لَا فَقَالَ وَالثَّانِیَةُ قَوْلُہٗ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَھَلْ اَحْکَمْتَھَا قَالَ لَا فَقَالَ وَالثَّالِثَةُ مَقَالَةُ شُعَیْبٍ مَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھَاکُمْ عَنْہُ فَھَلْ اَحْکَمْتَھَا قَالَ لَا قَالَ فَابْدَأْ بِنَفْسِکَ. (الدعوۃ)

ایک آدمی نے حضرت عبداللّٰہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں (تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم اِس مرتبے پر پہنچ چکے ہو؟ اس نے کہا: ہاں توقع تو ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا: اگر تمھیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن مجید کی تین آیتیں تجھے رسوا کردیں گی تو

ضرور تبلیغ دین کا کام کرو۔ اس نے کہا: وہ کون سی تین آیتیں ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا:

پہلی آیت یہ ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ۲:۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو، اور اپنے کو بھول جاتے ہو۔

ابن عباسؓ نے کہا: کیا اِس آیت پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

دوسری آیت: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف ۶۱:۲) تم کیوں کہتے ہو وہ بات جسے کرتے نہیں؟ کیا اِس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

اور تیسری آیت مَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (ہود ۱۱:۸۸)

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: جن برے کاموں سے میں تمھیں منع کرتا ہوں، انھیں بڑھ کر میں خود کرنے لگوں، میری نیت یہ نہیں ہے (بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے)۔

ابن عباسؓ نے پوچھا: اِس آیت پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں تو فرمایا: جاؤ پہلے اپنے آپ کو نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، یہ مبلغ کی پہلی منزل ہے۔

یہ شخص اپنے سے غافل اور دوسروں کو تبلیغ کا ''شوق'' رکھتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے صحیح صورت حال کا اندازہ کرکے عمدہ مشورہ دیا۔

علم اور عمل

۳۲۴۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ عِلْمٌ نَافِعٌ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ. (دارمی)

حضرت حسنؓ نے فرمایا: علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک علم تو وہ ہے جو زبان سے گزر کر دل میں جگہ پکڑتا ہے۔ یہی علم قیامت میں کام آئے گا، اور ایک علم وہ ہے جو صرف زبان پر رہتا ہے، دل تک نہیں پہنچتا۔ یہ علم اللّٰہ عزوجل کی عدالت میں آدمی کے خلاف حجت اور دلیل بنے گا۔

یعنی ایسے آدمی کو اللّٰہ تعالیٰ یہ کہہ کر سزا دے گا کہ تُو تو سب کچھ جانتا بوجھتا تھا، پھر عمل کا توشہ اپنے ساتھ کیوں نہیں لایا، جو یہاں تیرے کام آتا۔

۷۔ حصولِ علمِ دین

دین کا فہم

۳۲۵۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (بخاری۔ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتا ہے، اسے اپنے دین کا علم فہم دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ دین کا علم و فہم تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ جسے یہ چیز ملی، اسے دین و دنیا کی سعادت ملی، وہ اس سے اپنی زندگی سنوارے گا، اور دوسرے بندگانِ خدا کی زندگیوں کو بھی سنوارنے کی کوشش کرے گا۔

طلبِ علم کا صلہ

۳۲۶۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علمِ دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کردے گا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے، رحمت انھیں ڈھانک لیتی ہے، فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں، اور جسے اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا، اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف دین کا علم حاصل کرنے والوں کو خوش خبری دی ہے اور دوسری طرف انھیں اس خطرے سے آگاہ کیا ہے کہ علم دین سیکھنے کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر کسی نے عمل نہ کیا تو اپنے سارے خزانہ علم کے باوجود پیچھے رہ جائے گا۔ نہ یہ علم اسے آگے بڑھائے گا اور نہ اس کی خاندانی شرافت کچھ کام دے گی۔ بلند مقام پر پہنچانے والی چیز صرف عمل ہے۔

ذِکر وعلم کا موازنہ

۳۲۷۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَّاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰٓؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰٓؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ فِيْهِمْ. (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد (مسجد نبوی) میں تشریف لائے۔ دو جماعتیں وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: دونوں جماعتیں نیک کام میں لگی ہوئی ہیں، لیکن ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت سے افضل ہے۔ آپؐ نے ایک جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ تو ذکرِ الٰہی اور دُعا و استغفار میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انھیں دے گا، نہ چاہے گا تو نہیں دے گا۔ رہی یہ دوسری جماعت تو یہ لوگ دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے ہیں، اور مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

۸۔ دعوت و تبلیغ کے اہم اُصول

ہفتے میں ایک مرتبہ وعظ

۲۲۸۔ کَانَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یُذَکِّرُالنَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَااَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ فَقَالَ اَمَا اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِھَا مَخَافَۃَ السَّاٰمَۃِ عَلَیْنَا۔ (بخاری۔مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر پنج شنبہ (جمعرات) کے دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ایک آدمی نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰنؓ! میری خواہش ہے کہ آپ ہم لوگوں کو ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔انھوں نے کہا: ہر روز تقریر کرنے سے جو چیز مجھے روکتی ہے، وہ یہ ہے کہ تم اُکتا جاؤ گے اور مَیں تمھیں اُکتا دینا پسند نہیں کرتا۔مَیں ناغے دے کر وعظ و نصیحت کرتا ہوں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ناغے دے کر نصیحت فرماتے تھے۔آپؐ ایسا اِس لیے کرتے تھے کہ ہم لوگ کہیں اُکتا نہ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عمل سے جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کرنے والے لوگوں کو کسی کے سر پر سوار ہو کر وعظ و نصیحت نہ کرنی چاہیے بلکہ حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔موقع محل دیکھنا چاہیے اور اس کسان کی طرح رہنا چاہیے جو ہر وقت بارش کا انتظار کرتا ہے اور جوں ہی بارش ہوتی ہے، فوراً زمین کو تیار کرنے میں لگ جاتا ہے۔پس نہ تو بے موقع تبلیغ کرنا صحیح ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ آدمی مواقع کی تلاش سے غافل رہے۔مواقع آتے رہیں اور یہ اپنے وقار کی ناپ تول میں انھیں ضائع کرتا رہے۔

کثرتِ وعظ کے نقصانات

۲۲۹۔ عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ کُلَّ جُمُعَۃٍ مَرَّۃً فَاِنْ اَبَیْتَ فَمَرَّتَیْنِ فَاِنْ اَکْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّنَّ النَّاسَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا اُلْفِیَنَّکَ تَاْتِی الْقَوْمَ وَھُمْ فِیْ حَدِیْثٍ مِّنْ حَدِیْثِھِمْ فَتَقُصُّ عَلَیْھِمْ فَتَقْطَعُ عَلَیْھِمْ حَدِیْثَھُمْ فَتُمِلُّھُمْ وَلٰکِنْ اَنْصِتْ فَاِذَا اَمَرُوْکَ فَحَدِّثْھُمْ وَھُمْ یَشْتَھُوْنَہٗ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَآءِ فَاجْتَنِبْہُ فَاِنِّیْ

عَهِدتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاَصْحَابَهٗ لَایَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ. (بخاری)

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: ہر ہفتے ایک مرتبہ وعظ کہا کرو، اور دو دفعہ کرسکتے ہو، اور تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا، اور اس قرآن مجید سے لوگوں کو تنفر مت کرنا۔ ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کردو اور ان کی بات کاٹ دو۔ اگر تم ایسا کروگے تو انھیں وعظ ونصیحت سے تنفر کردوگے، بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو، اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو، اور دیکھو! مُسَجَّع مُقَفّٰی عبارتیں بولنے سے بچو کیوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔

امام سرخسیؒ نے مبسوط میں ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُبَغِّضُوْا عِبَادَ اللّٰهِ عِبَادَةَ اللّٰهِ ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرو جس کی وجہ سے لوگ اللہ کی بندگی سے نفرت کرنے لگیں۔

"جب وہ مطالبہ کریں" کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے اپنی خواہش کا اظہار کریں، یا ان کے چہرے بشرے سے اندازہ ہوجائے کہ وہ اب دین کی بات سننے کے موڈ میں ہیں، تب اپنی بات کہنی چاہیے۔

دین میں سہولت

۲۳۰۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بَعَثَ رَجُلًا یُصَدِّقُ النَّاسَ حِیْنَ اَمَرَهُ اللّٰهُ اَنْ یَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ فَقَالَ لَهٗ لَا تَاْخُذْ مِنْ حَزَرَاتِ اَنْفُسِ النَّاسِ شَیْئًا خُذِ الشَّارِفَ وَالْبِکْرَ وَذَاتَ الْعَیْبِ فَذَهَبَ فَاَخَذَ ذٰلِکَ عَلٰی مَا اَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنْ یَّاْخُذَ حَتّٰی جَاءَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِیَةِ فَذَکَرَ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ رَسُوْلَهٗ اَنْ یَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ النَّاسِ یُزَکِّیْهِمْ بِهَا وَیُطَهِّرُهُمْ بِهَا فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ قُمْ فَخُذْ فَذَهَبَ فَاَخَذَ الشَّارِفَ وَالْبِکْرَ وَذَاتَ الْعَیْبِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ مَاقَامَ فِیْ اِبِلِیْ اَحَدٌ قَطُّ یَاْخُذُ شَیْئًا لِلّٰهِ قَبْلَکَ وَاللّٰهِ لَتَخْتَارَنَّ. (کتاب الخراج، ابو یوسفؒ)

جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں، تو آپؐ نے زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے ایک آدمی کو مقرر کیا اور اسے یہ وصیت کی کہ دیکھو! لوگوں کے

بہترین مال جس سے ان کے دلوں کو تعلق ہے، مت لینا۔ تم بوڑھی اونٹنیاں لینا اور ایسی اونٹنیاں لینا جن کے بچے نہ ہوئے ہوں، اور عیب دار اونٹنیاں لینا۔ چنانچہ یہ محصل (زکوٰۃ وصول کرنے والا) گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مویشیوں میں سے زکوٰۃ وصول کی۔ جب وہ ایک دیہاتی کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ یہ زکوٰۃ ان کی گندگی دُور کرے گی اور ایمان کو بڑھائے گی۔ اس آدمی نے محصل سے کہا کہ یہ ہمارے مویشی ہیں، تم جاؤ اور ان میں سے لے لو۔ اس نے بوڑھی، عیب دار، اور بے بچہ اونٹنیاں لے لیں، تو اس دیہاتی نے کہا کہ تم سے پہلے ہمارے اونٹوں میں خدا کا حق وصول کرنے والا کوئی نہیں آیا۔ خدا کی قسم! تمھیں تو بہترین اونٹ لینے ہوں گے (بھلا خدا کے حضور میں خراب چیز پیش کی جائے گی؟)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دن سے لوگوں کے بہترین مال، زکوٰۃ میں وصول کرتے تو عین ممکن تھا کہ لوگ اس حکم کے خلاف بغاوت کر دیتے۔ لیکن آہستہ آہستہ جب لوگوں کے اندر دین نے اپنی جڑیں جما لیں اور ان کی تربیت ہوگئی، تب مدینہ سے بہت دُور دیہات میں بسنے والے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ وہ زکوٰۃ میں بہترین مال لینے پر محصل سے اصرار کرتے۔

اندازِ گفتگو

۲۳۱۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰی تُفْهَمَ عَنْهُ.

(بخاری عن انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو (جب ضرورت محسوس کرتے) اسے تین دفعہ دُہراتے، تاکہ وہ بات اچھی طرح لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔

ہر زبان میں بولنے اور تقریر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں، انھیں جاننا ضروری ہے۔ مقصود تو لوگوں کے دلوں میں اپنی بات اُتارنا ہے۔ سامعین جس قسم کے ہوں، اسی لحاظ سے زبان و بیان کا انداز اختیار کرنا ہوگا۔ کم پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے فلسفیانہ انداز میں بولنا اور مشکل الفاظ اور ترکیبیں استعمال کرنا دعوت کو بے نتیجہ بنا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ کَلَامُهٗ کَلَامًا فَصْلًا یَفْهَمُهٗ کُلُّ مَنْ یَسْمَعُهٗ (ابوداؤد) (یعنی آپؐ کی تقریر صاف اور

واضح ہوتی تھی جو سنتا سمجھ جاتا۔

جذبات ورُجحانات کا خیال

۳۳۲۔ قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ **اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهَوَاتٍ وَاِقْبَالًا وَاِدْبَارًا فَأْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهَوَاتِهَا وَاِقْبَالِهَا فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِيَ.** (کتاب الخراج۔امام ابویوسفؒ)

حضرت علیؓ نے فرمایا: دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلانات ہوتے ہیں اور کسی وقت وہ بات سننے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اس کے لیے تیار نہیں رہتے تو لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے اندر سے داخل ہو، اور اس وقت اپنی بات کہو جب کہ وہ سننے کے لیے تیار ہوں۔اس لیے کہ دل کا حال یہ ہے کہ جب اسے کسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے (یعنی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔)

بیم ورجا

۳۳۳۔ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ **اَلْفَقِیْهُ کُلُّ الْفَقِیْهِ مَنْ لَّمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ یُرَخِّصْ لَهُمْ فِیْ مَعَاصِی اللّٰهِ وَلَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ.** (کتاب الخراج)

بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو (اپنی تقریر وعظ سے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا، اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے انھیں رخصتیں اور رعایتیں دیتا ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بے خوف بناتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے انداز میں تقریر نہیں کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں لوگ اپنی نجات اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں، اور نہ یہ درست ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی غفورالرحیمی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا غلط مطلب بتا بتا کر انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے جری اور بے باک بنایا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں پہلو سامنے لائیں، تاکہ نہ مایوسی پیدا ہو، اور نہ جرأت وبے خوفی۔

۹۔ دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے خوش خبری

محافظین دین ـــــ اللہ کی حفاظت میں

۳۳۴۔ قَالَ مُعَاوِیَۃُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ (بخاری، مسلم)

حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میری اُمت میں ایک ایسا گروہ برابر موجود رہے گا جو اللہ تعالیٰ کے دین کا محافظ رہے گا۔ جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں گے، اور جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے، وہ انھیں تباہ نہیں کر سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور یہ دین کے محافظ لوگ اپنی اِس حالت پر قائم رہیں گے۔

محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۳۳۵۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ یَّکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْرَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ. (مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، میری اُمت میں سے مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بعد میں آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ کاش وہ مجھے دیکھتا اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے ساتھ۔

دین واہلِ دین کی اجنبیت

۳۳۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ.

(مشکوٰۃ عن عمرو بن عوف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام اپنے آغاز میں لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور عنقریب یہ پہلے کی طرح اجنبی بن جائے گا، تو اجنبیوں کے لیے خوش خبری ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میرے طریقوں کو جنھیں لوگوں نے بگاڑ ڈالا ہوگا، زندہ کرنے کے لیے اُٹھیں گے۔

دین اپنے آغاز میں اجنبی تھا جسے لوگ نہیں پہچانتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی مسلسل کوشش سے اِسے غلبہ واقتدار حاصل ہوا اور اسے لوگوں نے قبول کیا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دنیا کے لیے اجنبی بن جائے گا، اور اس زمانے میں جو لوگ دین کو زندہ کرنے کے لیے اُٹھیں گے، وہ اجنبی بن جائیں گے، ایسے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

۱۱

داعیانہ صفات

ا۔ شکر

یوں تو اُمت مسلمہ کے ہر فرد میں اِس صفت کا ہونا ضروری ہے، لیکن جو لوگ اِس بگڑے ہوئے ماحول میں دین کو زندہ کرنے کے لیے اُٹھیں، ان کے لیے تو یہ توشہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا ناگزیر ہے۔

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اِس دنیا میں آنے سے پہلے ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں ہوا اور غذا پہنچائی۔ پھر جب میں دنیا میں آیا تو اس نے میری پرورش کے کیا کیا انتظامات کیے۔ میں بالکل لاچار تھا، زبان تھی نہ ہاتھ پیر تھے۔ پھر میرے رب نے مجھے پالا پوسا۔ میرے جسم کو طاقت دی، سوچنے سمجھنے اور بولنے کی قوت دی۔ پھر آسمان وزمین کی پوری مشین میرے لیے ہر وقت چلا رہا ہے تاکہ مجھے خوراک اور ہوا ملے۔

انسان ایک طرف اپنی لاچاریاں اور کمزوریاں دیکھتا ہے، اور دوسری طرف خدا کی رحمت کی یہ بارش دیکھتا ہے تو اس سے اس کے دل میں اپنے منعم ومحسن کی محبت جاگ اُٹھتی ہے، تب اس کی زبان پر اس کی تعریف کا کلمہ جاری ہوتا ہے اور جسم کی ساری قوتیں مالک کو خوش کرنے اور اس کی خوشی کی راہ میں دوڑنے کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔

اِسی کیفیت اور جذبے کا نام شکر وحمد ہے اور یہ تمام بھلائیوں کی جان ہے۔ اِسی جذبے کو زندہ کرنے اور اُبھارنے کے لیے کتابیں اور رسول آتے رہے ہیں اور اِسی جذبے کو ختم کرنا ابلیس کی اصلی مہم ہے۔ (ملاحظہ ہو: سورہ اعراف رکوع ۲، آیات: ۱۱۔۲۲)

سوال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ ان کے رب نے فلاں درخت کے پاس جانے

سے منع کیا ہے تو کیوں اِس ممانعت کے حکم کو توڑ بیٹھے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس نے انھیں ایک لمبی مدت تک پرچایا۔ پوری کوشش کی کہ رب کی ربوبیت (پروردگاری) اور اس کے انعام کا احساس جوان کے اندر زندہ ہے، کم زور ہو کر دب جائے، چنانچہ جب یہ شعور دب گیا تب ہی درخت کی طرف لپکے۔

غرض یہ شعور جتنا زندہ ہوگا، اتنا ہی آدمی خدا کی فرماں برداری میں آگے ہوگا، اور جب یہ شعور دب جائے، تب ہی آدمی کے لیے گناہ کی طرف جانا ممکن ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں عورت کے بہائے ہوئے طوفان سے بخیریت بچ نکلے، صرف اِس وجہ سے کہ انھیں اپنے رب کی ربوبیت یاد آئی۔ انھیں یاد آیا کہ میرے رب کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اور میں اُس کی نافرمانی کروں۔

شکر کا جذبہ جب آدمی کے دل میں جاگ اُٹھتا ہے تو اس کی زندگی بندگی کی راہ پر لگ جاتی ہے۔

شکر بحیثیتِ کفارۂ گناہ

۳۳۷۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَعَامًا فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِی اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کہے: شکر ہے اللہ کا، جس نے مجھے یہ کھانا دیا بغیر میری اپنی تدبیر اور طاقت کے تو اس سے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں، معاف ہو جائیں گے۔

ایک شخص کھانا کھا کر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے منعم و محسن نے مجھے کھانا بخشا، اِس میں میری اپنی تدبیر اور جسمانی اور ذہنی قوت کا کیا دخل؟ "اپنی تدبیر" کیسی؟ اپنی قوت کیا؟ میں نہایت درجہ لاچار مخلوق ہوں، اور جو کچھ میرے پاس ہے، وہ سب پروردگار ہی کی بخشش ہے اور یہ کھانا بھی اُسی کی بخشش ہے، اگر وہ نہ دیتا تو مجھے کہاں سے ملتا۔ جس آدمی کا یہ حال ہو کہ محنت کر کے کماتا ہے اور کمائی سامنے آتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ میرے رب کی بخشش ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ کیا وہ جان بوجھ کر گناہ کرے گا؟ اور اگر گناہ ہو جائے تو فوراً معافی کے لیے اپنے رب سے درخواست نہ کرے گا؟ اس کے گناہ معاف نہ ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے؟

نئے لباس پر شکر گزاری

۳۳۸۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاہُ بِاِسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْقَمِیْصًا اَوْرِدَاءً یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَمَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَہٗ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے، عمامہ، کرتہ یا چادر لیتے تو اس کا نام لے کر فرماتے: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اِس کی خیر کا طلب گار ہوں اور میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں، اِس کپڑے کی بُرائی سے اور اِس کے مقصد کے بُرے پہلو سے جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔

کپڑا ہو یا کوئی دوسری چیز، اِس کا استعمال بُرائی میں بھی ہوسکتا ہے اور بھلائی میں بھی۔ مومن کپڑے کو بھی خدا کا انعام جانتا ہے اور اِس کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں یہ نعمت استعمال کرتے ہوئے بُرا کام نہ کروں، کسی بُرے مقصد کے لیے اِسے استعمال نہ کروں، بلکہ مجھے اِس کی توفیق ملے کہ اِس کا استعمال اچھے مقصد کے لیے ہو۔ اِس کا یہ سوچنے کا ڈھنگ صرف کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا، بلکہ ہر نعمت پا کر وہ یوں ہی سوچتا ہے اور اسی طرح کی دعا مانگتا ہے۔

سوار ہوتے وقت شکر ادا کرنا

۳۳۹۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ شَھِدْتُّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اُتِیَ بِدَابَّۃٍ لِیَرْکَبَھَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الرِّکَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَھْرِھَا قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ۔ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (ابوداؤد)

علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کو دیکھا کہ ان کے پاس سواری کا جانور لایا گیا تو رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ ''اللہ کے نام سے'' پھر جب اس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو آپ نے درج بالا دعا پڑھی۔ (یہ دعا سورۃ الزخرف ۴۳: ۱۳۔۱۴ میں بھی موجود ہے) دعا کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کا شکر ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں دیا۔ ہم اپنی طاقت کے بل پر اِسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے اور ہم اپنے رب کے پاس پلٹ کر جانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں، گھوڑوں، اور دوسرے جانوروں کو انسان کے لیے مسخر نہ کیا ہوتا تو انسان جو

ان سے طاقت میں کم اور جسم میں چھوٹا ہے انھیں کیسے قابو میں لاسکتا تھا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسا قانون بنایا ہے کہ نہایت آسانی سے قابو میں آجاتے ہیں۔ مومن اس پر شکر کرتا ہے اور اس کا ذہن فوراً آخرت کی طرف پلٹ جاتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ سب نعمتیں بخشیں۔ ان کا وہ مجھ سے حساب لے گا۔ غور کیجیے جس کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہو، وہ عمل کے میدان میں کتنا آگے ہوگا۔

سوتے اور جاگتے وقت کی دعائیں

۳۴۰۔ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّیْلِ وَضَعَ یَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا وَاِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔ (بخاری)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے: اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور جیتا ہوں اور جب جاگتے تھے تو یہ فرماتے تھے: شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے ہمیں زندہ کیا، موت دینے کے بعد اور ہمیں پھر جی کر اس کے پاس جانا ہے۔

جب آدمی کے دل میں آخرت کی فکر گھر کر لیتی ہے تو سوتے وقت اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کا نام ہر وقت میرے ساتھ رہے، مرتے وقت بھی اور زندگی میں بھی، سوتے وقت بھی اور سو کر اٹھنے کے بعد بھی، اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے کہ اس نے عمل کرنے کے لیے مزید مہلت دی۔ اگر کل میں نے کوتاہی کی تھی تو آج مجھے کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور یہ ایک دن کی جو مہلت ملی ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

یہی حال اس کا ہر روز ہوتا ہے۔ جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو اسے آخرت اور اس کا حساب کتاب یاد آجاتا ہے کہ مجھے ایک دن موت آئے گی اور پھر زندہ ہو کر حساب کتاب کے لیے رب کے پاس جانا ہے۔ اگر یہ زندگی کی مہلت کھو دی تو اسے کیسے منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

نعمتِ اسلام پر شکر

۳۴۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ مُعَاوِیَةُؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ هٰهُنَا فَقَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُهٗ

عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا. (مسلم)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے بتایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کچھ لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ ساتھیو! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم یہاں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس کے احسانات جو اس نے ہم پر کیے، ہم انھیں یاد کر رہے ہیں۔ ہم اس احسان کو یاد کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا دین بھیجا اور ہمیں ایمان لانے کی توفیق بخشی اور ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔

بیت الحمد

۳۴۲۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَائِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَ سَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ. (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کا کوئی لڑکا مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: کیا تم نے میرے بندے کے لڑکے کی جان قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ پھر وہ ان سے پوچھتا ہے: تم نے اُس کے جگر کے ٹکڑے کی جان قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ پھر وہ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اِس مصیبت پر اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہا۔ تب اللہ تعالیٰ اُن سے کہتا ہے کہ میرے اِس بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد (شکر کا گھر) رکھو۔

اس بندۂ مومن نے حمد کی، یعنی یہ کہا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے۔ مَیں بیٹے کے چھین جانے پر تجھ سے بدگمان نہیں ہوں، تو جو کچھ کرتا ہے، ظلم و ناانصافی نہیں کرتا۔ اپنی چیز اگر کوئی لے لے تو اُس سے ناراضی کیوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یہ صبر کا کلمہ ہے اور انسان کو صبر کی تعلیم دیتا ہے، کیوں کہ اِس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں۔ ہمارا کام اس کی منشا کے مطابق دنیا میں زندگی گزارنا ہے اور ہم اسی

کے پاس لوٹ کر جائیں گے۔ اگر ہم نے مصیبت پر صبر کیا تو اچھا بدلہ ملے گا، ورنہ بُرے بدلے سے دوچار ہوں گے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ اِس طرح کا سوچنا مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔

صبر و شکر —— خیر کثیر

۳۴۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذٰلِکَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ (مسلم عن صہیبؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی حالت بھی عجب ہوتی ہے، وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ اگر وہ تنگ دستی، بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے، اور کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر کرتا ہے، اور یہ دونوں حالتیں اس کے لیے بھلائی کا سبب بنتی ہیں۔

جذبۂ شکر پیدا کرنے کی تدبیر

۳۴۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ فَھُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ. (مسلم عن ابو ہریرہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو تم سے مال و دولت اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں، ان کی طرف دیکھو (تو تمھارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا) اور اُن لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہیں، تاکہ جو نعمتیں تمھیں اِس وقت ملی ہوئی ہیں، وہ تمھاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔ (ورنہ خدا کی ناشکری کا جذبہ اُبھر آئے گا)

حیا

۳۴۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَاءُ لَایَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ.

(بخاری۔ مسلم عن عمران بن حصین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا کی صفت صرف بہتری لاتی ہے۔

یعنی حیا کی صفت وہ صفت ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہوگی، وہ بُرائی کے

پاس نہیں پھٹکے گا اور بھلائی کرنے کی طرف مائل ہوگا۔امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین میں حیا کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:

حَقِيقَةُ الْحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى تَرْكِ الْقَبِيحِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ وَقَالَ الْجُنَيْدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَلْحَيَاءُ رُؤْيَةُ الْاٰلَاءِ اَيِ النِّعَمِ وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيرِ فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰى حَيَآءً.

حیا ایک صفت ہے جو انسان میں بُرے کام نہ کرنے کا جذبہ اُبھارتی ہے اور اہلِ حق کو حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر یہ سوچتا ہے کہ اس منعم کا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کتنی کوتاہی ہوتی ہے، تو اِس سے آدمی کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے، اِسی کا نام حیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس صفت کے تقاضوں کو ایک حدیث مبارکہ میں وضاحت سے بیان فرمادیا ہے جو اگلے صفحات میں فکرِ آخرت کے عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

۲۔ صبر واستقامت

صبر۔ بہترین نیکی

۳۴۶۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً اَخَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. (بخاری عن ابوسعید خدریؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر دے گا، اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور انعام کوئی نہیں۔

جو شخص آزمائش میں پڑنے پر صبر کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اس وقت تک صبر نہیں کرسکتا جب تک کہ اسے خدا پر اعتماد اور یقین نہ ہو۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ شخص بھی ہرگز صبر نہیں کرسکتا جس کے اندر شکر کی صفت نہ پائی جاتی ہو۔ اس طرح غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ صبر کی صفت اپنے ساتھ کتنی خوبیاں سمیٹتی ہے۔

فطری رنج اور صبر

۳۴۷۔ عَنْ أُسَامَةَ قَالَ أَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنِي قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَرُفِعَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ فَأَقْعَدَهُ فِي حِجْرِهٖ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوْبِ عِبَادِهٖ. (بخاری، مسلم)

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا جان کنی کی حالت میں ہے، آپؐ تشریف لائیں۔ آپؐ نے سلام کہلا بھیجا اور یہ بھی کہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ لیتا ہے وہ اسی کا ہے اور جو کچھ دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز اس کے ہاں طے شدہ ہوتی ہے اور ہر ایک کی مدت مقرر ہوتی ہے تو تم آخرت میں اجر پانے کی نیت سے صبر کرو۔ آپؐ کی بیٹی رضی اللہ عنہا نے اس تاکید کے ساتھ دوبارہ کہلا بھیجا کہ ضرور تشریف لائیں۔ تب آپؐ کے

ساتھ سعد بن عبادہؓ ، معاذ بن جبلؓ ، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دوسرے لوگ وہاں گئے ۔ بچے کو آپؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے اسے گود میں اُٹھالیا۔ اس وقت اس کا دم نکل رہا تھا۔ اِس منظر کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، تو سعد بن عبادہؓ نے کہا یہ کیا ہے (یعنی آپؐ روتے ہیں، کیا یہ صبر کے خلاف بات نہیں ہے؟) آپؐ نے فرمایا: نہیں یہ صبر کے خلاف نہیں ہے۔ یہ رحم کا جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔

صبر —— گناہوں کا کفارہ

۳۴۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ. (ترمذی عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اس کا لڑکا مر جاتا ہے، کبھی اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے (اور وہ اِن تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کر لیتا ہے اور اِس طرح اس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور بُرائیوں سے دُور ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اِس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

۳۴۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَايُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَاهَمٍّ وَّلَاحُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَاغَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهٗ اِلَّا كَفَّرَاللّٰهُ مِنْ خَطَايَاهُ.

(متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی مسلمان کو کوئی قلبی تکلیف، کوئی جسمانی بیماری، کوئی دکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اِس پر صبر کرتا ہے تو اِس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔

آزمائش میں تسلیم و رضا:

۳۵۰۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَّضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ.

(ترمذی۔ انسؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہِ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انھیں (مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لیے) آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ آزمائش میں اللہ تعالیٰ سے ناراض رہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔

استقامت۔ ایک جامع ہدایت

۳۵۱۔ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْئَلُ عَنْہُ اَحَدًا غَیْرَکَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ (مسلم)

حضرت سفیانؓ ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اسلام کے سلسلے میں ایسی جامع بات مجھے بتا دیجیے کہ پھر کسی اور سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہو اور پھر اس پر جم جاؤ۔

یعنی دینِ توحید (اسلام) کو آدمی اختیار کرے، اسے اپنی زندگی کا دین بنائے اور پھر کیسے ہی ناسازگار حالات سے گزرنا پڑے، اس پر جما رہے۔ یہ ہے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی کنجی۔

صابر۔ خوش بخت انسان

۳۵۲۔ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ (ثَلَاثًا) وَلَمَنْ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاھًا۔ (ابوداؤد)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی)، لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا، پھر بھی حق پر جما رہا تو اس کے کیا کہنے۔ ایسے آدمی کے لیے شاباشی ہے۔

فتنوں سے مراد وہ آزمائشیں ہیں جن سے مومن کا اُس زمانے میں سابقہ پڑتا ہے جب باطل حاکم غالب ہو، اور حق مغلوب اور محکوم ہو تو دینِ حق اختیار کرنے والوں کو اور اس پر چلنے والوں کو کیسی کیسی زحمتیں پیش آتی ہیں، بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایسے زمانے میں باطل اور اہلِ باطل کی پیدا کی ہوئی رکاوٹوں اور ڈالی ہوئی مصیبتوں کے باوجود ایک شخص حق پر جما رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ شاباشی اور دُعا کا مستحق ہے۔

امام سلیمان بن احمد الطبرانی (۲۶۰ھ-۳۶۰ھ) نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ مضمون ارشاد ہوا ہے کہ جب دین کا سیاسی نظام بگڑ جائے تو مسلمانوں پر ایسے حکمران ہوں گے جو غلط رُخ پر سوسائٹی کو لے جائیں گے۔ اگر ان کی بات مانی جائے تو لوگ گم راہ ہو جائیں گے اور اگر کوئی ان کی بات نہ مانے تو وہ اُسے قتل کردیں گے۔ اِس پر لوگوں نے پوچھا کَیْفَ نَصْنَعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی ایسے حالات میں ہمیں آپؐ کیا ہدایت دیتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: کَمَا صَنَعَ اَصْحَابُ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ نُشِرُوْا بِالْمِنْشَارِ وَحُمِلُوْا عَلَی الْخُشُبِ مَوْتٌ فِیْ طَاعَةِ اللّٰہِ ـــــ خَیْرٌ مِّنْ حَیَاةٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ. "(طبرانی)" یعنی تمھیں وہی کچھ اِس زمانے میں کرنا ہوگا جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا۔ وہ آروں سے چیرے گئے اور سولیوں پر لٹکائے گئے لیکن انھوں نے باطل کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مرجانا اس زندگی سے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر ہو۔

صبر کی مشکلات

۳۵۴۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ. (ترمذی، مشکوٰۃ عن انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایسا وقت آجائے گا جس میں اہلِ دین کے لیے دین پر جمے رہنا انگارے کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہوگا۔

مطلب یہ کہ حالات انتہائی ناسازگار ہوں گے۔ باطل کا غلبہ ہوگا، حق مغلوب ہوگا، لوگوں کی اکثریت دنیا پرست ہو جائے گی۔ ایسی حالت میں دین پر جمنے والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔ انگاروں سے کھیلنا بہادری کا کام ہو سکتا ہے، بزدل لوگ اِس طرح کا کھیل نہیں کھیلا کرتے۔

۳۔ توکل

توکل کی حقیقت

۳۵۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر ٹھیک سے توکل کرو، تو وہ تمھیں اس طرح روزی دے گا، جیسے کہ وہ چڑیوں کو روزی دیتا ہے۔ وہ صبح کو جب روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے روانہ ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ پچکے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو جب وہ اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

۳۵۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْکُہٗ اسْتِخَارَۃَ اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُہٗ بِمَا قَضَی اللّٰہُ۔ (ترمذی عن سعدؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی خوش نصیبی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس کے لیے فیصلہ کرے، اس سے راضی ہو، اس پر قناعت کرے اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کی دعا نہ کرے، اور آدمی کی بدنصیبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے پر ناراض ہو۔

توکل کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنانا اور اس پر پورا اعتماد کرنا، اور وکیل کہتے ہیں سرپرست کو، اور سرپرست اسے کہتے ہیں جو بہتری اور بھلائی کی بات سوچے اور خرابیوں سے بچائے۔ مومن کا وکیل اللہ تعالیٰ ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آئے، وہ بھلائی ہے، اسی میں میری بہتری ہے، خدا جس حال میں رکھے گا، میں اس سے خوش ہوں۔ مومن اپنی سی کوشش کرتا ہے اور پھر اپنے معاملے کو خدا کے حوالے کردیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اے رب! تیرے کم زور بندے نے اِس کام کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کرلی، میں کم زور اور ناتواں ہوں، اِس کام میں جو کوتاہی رہ گئی ہے، وہ تُو پوری کردے، تو غالب اور طاقت ور ہے۔

تدبیر و توکل

۳۵۶۔ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْقِلُھَا وَاَتَوَکَّلُ اَوْاُطْلِقُھَا وَاَتَوَکَّلُ قَالَ اَعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ۔ (ترمذی عن انسؓ)

ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کروں، یا اسے چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپؐ نے فرمایا: پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔

بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کی جو تدبیر ہو سکتی ہے، وہ اسے پوری اختیار کرے اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ میں نے تو ممکن تدبیر کر لی، اب تو مدد فرما۔ یہ ہے توکل۔

توکل ذریعۂ اطمینان

۳۵۷۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَۃٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَہُ الشُّعَبَ کُلَّھَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَھْلَکَہُ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ کَفَاہُ الشُّعَبَ۔ (مشکوٰۃ، حدیث نمبر ۵۰۷۶، ابن ماجہ)

حضرت عمروؓ بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے، تو جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ کو پروا نہ ہوگی کہ اُسے کون سی وادی تباہ کرتی ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچائے گا۔

اگر آدمی اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل اور سرپرست نہیں بناتا تو اس کا دل ہمیشہ پریشان رہے گا اور مختلف قسم کے جذبات کا گھر بنا رہے گا۔ لیکن جو شخص اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دے گا، اسے یک سُوئی حاصل ہوگی۔

۴۔ توبہ واستغفار

توبہ پر اللہ کی خوشی

۳۵۸۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَلّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ سَقَطَ عَلٰی بَعِیْرِہٖ وَقَدْ اَضَلَّہٗ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد معافی مانگنے کے لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے پلٹنے پر اس شخص کے مقابلے میں زیادہ خوشی ہوتی ہے، جس نے اپنی اونٹنی (جس پر اس کی زندگی کا دارومدار تھا) کسی بیاباں میں کھو دی ہو۔ پھر اس نے اچانک اسے پالیا ہو (تو وہ اپنے اونٹ کو پاکر جتنا خوش ہوتا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ آدمی کے توبہ کرنے پر خوش ہوتا ہے، بلکہ خدا کی خوشی اس کے مقابلے میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے کیوں کہ وہ رحم وکرم کا سرچشمہ ہے)

۳۵۹۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْئُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں اللہ کی طرف پلٹ آئے اور دن میں وہ ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے حتیٰ کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خطاکار بندے کو بلاتا ہے کہ میری طرف آؤ، میری رحمت تجھے اپنے دامن میں لینے کے لیے تیار ہے۔ اگر تُو نے وقتی طور پر جذبات سے شکست کھا کر رات میں گناہ کرڈالا ہے تو دن نکلتے ہی معافی مانگ۔ اگر دیر لگائے گا تو شیطان تجھے اور دُور کردے گا، اور خدا سے دُور ہونا اور ہوتے جانا آدمی کی تباہی ہے۔

توبہ کی مدت

۳۶۰۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ

یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ. (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ، سانس کے اُکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔

یعنی اگر کسی نے اپنی ساری زندگی گناہ میں بسر کی ہو، لیکن موت کی بے ہوشی سے پہلے اُس نے سچی توبہ کرلی ہو تو سب گناہ دھل جائیں گے، البتہ سانس کے اُکھڑ جانے کے بعد جسے سکرات کی حالت کہتے ہیں، اس وقت اگر معافی مانگے گا تو اسے معافی نہیں ملے گی۔ اِس لیے ضروری ہے کہ موت دیکھنے سے پہلے آدمی توبہ کرلے۔

استغفار کی حد

۳۶۱۔ عَنِ الْاَغَرِّ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ. (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ مجھے دیکھو! میں دن میں سو، سو بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

صرف اللہ سے مانگو

۳۶۲۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ یَاعِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا یَاعِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ یَاعِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ یَاعِبَادِیْ کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ یَاعِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ. (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اُوپر ظلم حرام کرلیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام سمجھو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گم راہ ہے سوائے اس شخص کے جسے میں ہدایت دے دوں۔ پس مجھ سے ہدایت مانگو تو میں تمھیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے، سوائے اس شخص کے جسے میں کھانا دوں، پس مجھ سے روزی مانگو تو میں تمھیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر

ایک ننگا ہے سوائے اس شخص کے جسے میں پہناتا ہوں تو مجھ سے کپڑا مانگو میں تمھیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات میں اور دن میں گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ معاف کرسکتا ہوں، پس مجھ سے معافی مانگو میں تمھیں معاف کردوں گا۔

محبتِ خلق

۳۶۳۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاھَا ثَمَنًا وَّاَنْفَسُھَا عِنْدَ اَھْلِھَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْتَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِکَ. (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: کون سا کام افضل اور معیاری ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خدا پر ایمان لانا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا کہ: کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرانا زیادہ بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے غلاموں کو آزاد کرانا جن کی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کی نگاہ میں بہتر ہوں۔ میں نے کہا کہ: اگر میں یہ نہ کرسکوں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: تو پھر تم کسی کام کرنے والے کی مدد کرو، یا اس شخص کا کام کردو جو اپنے کام کو بہتر طریقے پر نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا کہ اگر مَیں یہ نہ کرسکوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو تکلیف نہ دو، تو یہ تمھارا صدقہ ہوگا جس کا اجر تمھیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب: دین توحید یعنی اسلام کو قبول کرنا ہے اور جہاد کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ دین حق کو مٹانے کے لیے آمادہ ہوں، ان کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر وہ دین اور اہل دین کو فنا کرنے کے لیے تلوار اُٹھائیں تو مومن کا فرض ہے کہ وہ بھی تلوار اُٹھائے اور اعلان کردے کہ دین ہماری جانوں اور تمھاری جانوں سے زیادہ قیمتی ہے، اگر تم اِسے ذبح کرو گے تو ہم تمھیں ذبح کردیں گے یا خود ذبح ہوجائیں گے۔ عرب میں غلامی کا رواج تھا، اور عرب ہی میں نہیں تھا بلکہ اس زمانے کی تمام مہذب دنیا میں یہ لعنت پائی جاتی تھی۔ اسلام جب آیا تو اس نے انسانوں کو اونچا اُٹھانے اور انسانیت کی برادری میں شامل کرنے کے لیے غلاموں کی آزادی کے مسئلے کو اپنے پروگرام میں شامل کیا اور اِسے بہت بڑی نیکی قرار دیا۔ سوسائٹی کے ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنا اور کسی شخص کا کام کردینا جسے وہ نہیں کرسکتا، یا بے ڈھنگے طریقے سے کرتا ہے، بہت بڑی نیکی ہے۔

غلام آزاد کرنا

۳۶۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَۃً مُّسْلِمَۃً اَعْتَقَ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِّنْہُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ. (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کرے گا جو اسلام لا چکا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد کردے گا۔

نیکی کا تصور اور معیار

۳۶۵۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِکَ فِیْ اِنَاءِ اَخِیْکَ. (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھ۔ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے، یہ بھی نیکی ہے اور اپنے پانی کا ڈول اپنے بھائی کے برتن میں انڈیل دے یہ بھی نیکی ہے۔

۳۶۶۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَۃٌ وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِہٖ فَتَحْمِلُہٗ عَلَیْھَا اَوْ تَرْفَعُ لَہٗ عَلَیْھَا مَتَاعَہٗ صَدَقَۃٌ وَالْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَبِکُلِّ خَطْوَۃٍ تَمْشِیْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ. (بخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان صلح کرادو، یہ بھی نیکی ہے۔ تم کسی شخص کو اس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد دو، یا اس کا سامان سواری پر رکھ دو، یہ بھی نیکی ہے۔ اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔ تمھارا ہر قدم جو نماز کے لیے اُٹھتا ہے نیکی ہے۔ راستے سے کانٹے پتھر ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ تم اپنے جاہ و مرتبے سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچاؤ، یہ نیکی ہے۔ ایک آدمی اپنے مدعا کو عمدہ طریق سے بیان نہیں کرسکتا اور تمھیں یہ نعمت ملی ہوئی ہے تو اپنے بھائی کی وکالت کرنا

اور ترجمانی کرنا یہ بھی نیکی ہے۔ تمھیں قوت دی گئی ہے تو کسی کم زور کی مدد کرو، یہ بھی نیکی ہے۔ تمھارے پاس علم ہے، تو دوسروں کو صحیح بات بتانا، یہ بھی نیکی ہے۔

۳۶۷۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ قُلْتُ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ قَالَ یَعْمَلُ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ قُلْتُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ قَالَ یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفِ قُلْتُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ قَالَ یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِالْخَیْرِ قُلْتُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ قَالَ یُمْسِکُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو؟'' آپؐ نے فرمایا: وہ کمائے، خود کھائے اور غریبوں کو بھی دے۔ میں نے کہا: اگر وہ یہ نہ کر سکے تو؟ آپؐ نے فرمایا کسی ضرورت مند مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرے۔ میں نے کہا: اگر وہ یہ نہ کر سکے تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو نیکی پر اُبھارے۔ میں نے کہا: اگر اس نے یہ نہ کیا تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ: لوگوں کو تکلیف نہ دے، یہ بھی نیکی ہے۔

۳۶۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کے وقت اُس کے کام آئے گا، اللہ تعالیٰ ضرورت کے وقت اس کی مدد کرے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر پیدا کیے ہیں۔ لوگ اپنی ضروریات ان تک پہنچاتے ہیں اور وہ پوری کردیتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غصے اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اِخلاصِ عمل

۳۶۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ ھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَ لَہٗ۔

(مسلم عن ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں دوسرے شرکا کے مقابلے میں شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ جس شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اس میں میرے ساتھ اس نے کسی اور کو بھی شریک کیا تو میرا اس عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اس عمل سے بیزار ہوں، وہ عمل تو اس دوسرے کا حصہ ہے جسے میرے ساتھ اس نے شریک کیا۔

جن برادرانِ اسلام کو نیکی کی توفیق ملی ہے، انھیں اور دین کا کام کرنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ سوچنا چاہیے کہ اِس حدیث مبارکہ میں کیا بات کہی گئی ہے۔ اِس میں آپؐ نے بتایا ہے کہ نیکی کا جو کام بھی ہو، چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو، یا معاملات سے ہو، چاہے وہ نماز ہو یا خدا کے بندوں کی خدمت، اگر اِس کا محرک نام ونمود اور شہرت حاصل کرنا ہو، یا کسی گروہ یا کسی فرد سے شاباشی لینا ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی حیثیت محض صفر کی ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی اس کا محرک ہے اور لوگوں کی شاباشی لینا بھی مقصود ہے تو وہ عمل بے کار ہو کر رہ جائے گا، اور اگر ابتدا میں تو خدا کی خوشنودی نے عمل پر اُبھارا، مگر بعد میں دوسروں کی خوشنودی نے اس کی جگہ لے لی تو یہ عمل بھی بے کار جائے گا، اِس لیے بہت ہوشیار رہنا ہوگا۔

شیطان کے حملہ آور ہونے کے ہزار دروازے ہیں۔ ایسے دکھائی نہ دینے والے دشمن کے حملوں سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے: اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانا، اس سے اپنی بے بسی بیان کرنا اور اس سے مدد طلب کرنا خدا مدد نہ دے تو کم زور انسان شیطانی حملوں سے کیوں کر بچ سکتا ہے۔

۱۲

اِصلاح وتربیت کے ذرائع

ا۔ خدا کی صفات کا تذکّر

۳۷۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ اِسْمًا مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، سو سے ایک کم، جو اِنھیں یاد رکھے گا، جنت میں داخل ہوگا۔

''یاد رکھنے'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان کے معنی ومفہوم کو جانے اور ان کے جو تقاضے اور مطالبے ہیں، انھیں پورا کرے۔ دوسرے لفظوں میں اِس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان صفات کو اپنے اندر جذب کرلے اور اپنی پوری زندگی میں ان کے تقاضوں پر عمل کرے۔

اِس حدیث میں سارے ناموں کی تفصیل نہیں دی گئی ہے۔ انھیں جاننے کا اور ان کے تقاضے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی قرآن مجید پڑھے جس میں اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی تمام صفات بیان کردی ہیں۔ ان کے کیا تقاضے ہیں اور آدمی کو ان سے کس طرح فائدہ اُٹھانا چاہیے یہ سب کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ لیکن اس سے پورے طور پر فائدہ وہی اُٹھا سکتا ہے جو قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے پڑھنے کی عادت ڈالے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِنھی کو اپنے لفظوں میں مع تقاضوں کے بیان کیا ہے۔ اِن دونوں کا

مطالعہ ہی بتائے گا کہ خدا کی صفات سے تذکر اور یاد دہانی کیسے حاصل کی جائے۔ ہم یہاں چند اہم صفات کا (جنھیں قرآن مجید نے بار بار دُہرایا ہے اور جن سے مومنین کی تربیت میں بہت زیادہ کام لیا گیا ہے) ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ، کیوں کہ یہ کتاب اس موضوع کو پھیلا کر بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

۱۔ اَللّٰہ

یہ اس ذات کا نام ہے جس نے ساری کائنات کو وجود بخشا ہے۔ یہ لفظ غیر اللہ کے لیے کبھی نہیں بولا گیا۔ یہ جس مادے سے بنا ہے، اس کے دو معنی ہیں: محبت سے کسی کی طرف لپکنا، بڑھنا اور خطرات سے بچنے کے لیے کسی کی طرف بھاگنا اور اس کی پناہ میں اپنے آپ کو دینا۔ پس اللہ ہمارا الٰہ ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہمارا دل اس کی محبت سے معمور ہو، ہمارے دل میں اس کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت نہ ہو۔ ہمارے جسم و جان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اسی کے لیے وقف ہوں۔ صرف اسی کی عبادت اور بندگی ہو۔ صرف اسی کے سامنے جھکیں اور صرف اسی کی جناب میں نذر و قربانی پیش کریں۔ صرف اسی پر اعتماد و توکل ہو، اور صرف اسی کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مشکلات و مصائب میں مدد نہ مانگیں۔ یہ تقاضا ہے اللہ کے الٰہ ہونے کا اور بالکل اُبھرا ہوا تقاضا۔

۲۔ الرّب

یہ لفظ جس مادے سے بنا ہے اس کے معنی ہیں: پالنا پوسنا، پرورش کرنا، درست حالت میں رکھنا، تمام خطرات سے بچاتے ہوئے اور ارتقا کے سارے اسباب فراہم کرتے ہوئے نقطۂ کمال تک پہنچا دینا۔ خدا کی ربوبیت ایک بالکل واضح بات ہے۔ ماں کے شکم کے اندھیروں میں ہوا اور غذا کون پہنچاتا ہے؟ دنیا میں آنے سے پہلے بچے کی غذا کا انتظام کون کرتا ہے؟ پھر وہ کون ہے جو ماں باپ اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں بچے کی محبت بھر دیتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو گوشت کے لوتھڑے کو کون اُٹھاتا، اس کی ضروریات کو کون پورا کرتا؟ پھر آہستہ آہستہ جسم اور عقل کی قوتوں کو کون پروان

چڑھاتا ہے؟ جوانی اور صحت کس کی بخشی ہوئی ہے؟ پھر یہ زمین و آسمان کا کارخانہ کس کے لیے ہر وقت متحرک رہتا ہے؟ کیا یہ سب اس کی ربوبیت کا فیض نہیں؟ اور کیا اِس کے سوا کوئی اور ہے جو ربوبیت میں اس کا شریک ہو؟

اگر صرف وہی ہمارا محسن اور مربی ہے تو اس کا بالکل واضح تقاضا یہ ہے کہ زبان، ہاتھ، پاؤں اور جسم و جان کی ساری صلاحیتیں صرف اسی کی ہو کر رہیں۔ پھر اس نے اتنا ہی نہیں کیا کہ روٹی اور پانی کا انتظام کر دیا ہو، نہیں! بلکہ یہ اس کی ربوبیت کا فیض ہے کہ ہماری زندگی کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے اور ہماری روح کی پرورش کے لیے اس نے اپنی کتاب بھیجی جو تمام احسانات میں سب سے بڑا احسان ہے۔ اِس احسان کا تقاضا ہے کہ ہم اس کی کتاب کی قدر کریں۔ اسے اپنے قلب و روح کی غذا بنائیں۔ اِسے اپنی زندگی میں سموئیں اور شکر گزار غلام کی طرح دنیا بھر میں اس کا چرچا کریں، اور جو لوگ اِس کی لذت اور مٹھاس سے نا آشنا ہوں، انھیں اِس سے آشنا کریں۔

۳۔ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ

یہ دونوں لفظ رحمت سے بنے ہیں۔ الرحمٰن، جوش و خروش اور کثرت کا مفہوم اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور الرحیم میں ہمیشگی اور تسلسل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ رحمٰن وہ جس کی رحمت نہایت پُر جوش ہے۔ ہوا، پانی اور دوسری ساری ضروریات کی فراہمی اِسی صفت کا پرتو ہے۔ پھر اِسی صفت کا نتیجہ ہے کہ اس نے ہماری طرف اپنی سب سے بڑی رحمت قرآن مجید بھیجی۔ اللہ نے قرآن مجید ہی میں فرمایا:

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ. (الرحمٰن ۵۵:۱۔۴)

الرحیم وہ ہے۔ رحمٰن نے قرآن مجید کی تعلیم دی، رحمٰن نے انسان کو وجود بخشا، رحمٰن نے انسان کو گویائی کی قوت بخشی۔

الرحیم وہ ہے جس کی رحمت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جس کا رحم و کرم دائمی ہے۔ اِن صفتوں کے ماننے سے لازم آتا ہے کہ آدمی ایسے ڈھنگ سے زندگی گزارے جسے رحمٰن پسند کرتا

ہے، تاکہ مزید رحمت کا مستحق ٹھہرے اور اُن اُصولوں پر اپنی زندگی کی عمارت نہ اُٹھائے جو اسے ناپسند ہیں، ورنہ وہ اپنی نظر کرم پھیر لے گا۔ پھر جو لوگ دین کا کام کر رہے ہیں، انھیں ناموافق حالات میں مصیبتوں اور مزاحمتوں کے طوفان میں یاد آنا چاہیے کہ جب وہ ربّ رحیم کا کام کر رہے ہیں تو وہ انھیں اِس دنیا میں اپنی رحمتوں سے محروم کیوں رکھے گا۔

۴۔ اَلْقَائِمُ بِالْقِسْطِ

یعنی عادل و منصف۔ جب اللہ تعالیٰ عادل و منصف ہے تو اس کی نظر میں وفادار اور مجرم ایک نہیں ہو سکتے۔ دونوں کے ساتھ وہ یکساں معاملہ نہ اِس دنیا میں کرے گا اور نہ اس دنیا میں کرے گا۔

۵۔ اَلْعَزِیْزُ

صاحب اقتدار۔ جس کا اقتدار سب پر حاوی ہو۔ جس کے اقتدار کو کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ اگر وہ اپنے وفادار غلاموں کو غلبہ واقتدار دینے کا فیصلہ کرے تو کوئی طاقت اس کے فیصلے کو روک نہ سکے، اور جسے وہ سزا دینا چاہے تو وہ بھاگ نہ سکے اور نہ کوئی اس کے فیصلے کو کالعدم کر سکے۔

۶۔ اَلرَّقِیْبُ

نگرانی کرنے والا، اور جب وہ بندوں کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا وسزا دے گا۔

۷۔ اَلْعَلِیْمُ

جاننے والا، پورا علم رکھنے والا کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے اور کس کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے وفادار بندے کہاں ہیں اور کن مشکلات و مصائب سے دوچار ہیں اور یہ کہ وہ علم رکھتا ہے اِس لیے غلط بخشی سے پاک ہے۔ ہر ایک کو وہی کچھ دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کی رحمت ونصرت کے مستحق ناکام نہیں ہو سکتے، اور اس کے غصے وعذاب کے مستحق کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔

یہ چند اہم صفات ذکر کی گئی ہیں جن میں باقی تمام صفتیں سمٹ آتی ہیں۔ یہاں اِس سے زیادہ کا موقع

نہیں۔ اِس بات کو ہم پھر دُہراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ تفصیلی صفتوں کو جاننے کے لیے قرآن مجید وحدیث کا مطالعہ ضروری ہے۔ عربی زبان سے جو لوگ واقف ہیں اور جو لوگ واقف نہیں ہیں، دونوں کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ آیتوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں کیوں لائی گئی ہیں اور ان سے کیا ہدایت ملتی ہے۔

۲۔ دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت

شرحِ صدر کی علامت۔ موت کی تیاری

۱۳۷۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ. (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ. (الانعام ۶: ۱۲۵) ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔''

یہ آیت پڑھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نور سینے میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا اِس کی کوئی محسوس علامت ہے جس کے ذریعے پہچان لیا جائے تو آپؐ نے فرمایا: ہاں! اِس کی محسوس علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل اِس دنیا سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور ہمیشگی کے گھر کا وہ مشتاق ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی جس شخص کے دل میں اسلام کی حقیقت اُتر جاتی ہے، تو اس کا دل اِس فانی دنیا سے دُور بھاگنے لگتا ہے اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے نیک عمل کرنے لگ جاتا ہے۔

خطرے کی گھنٹی

۳۷۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الْھَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْھَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَۃَ ھٰذِہِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَۃٌ ذَاھِبَۃٌ وَھٰذِہِ الْاٰخِرَۃُ مُرْتَحِلَۃٌ قَادِمَۃٌ وَلِکُلِّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّکُمُ الْیَوْمَ فِیْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا اَنْتُمْ فِیْ دَارِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا عَمَلَ۔ (مشکوٰۃ عن جابرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی اُمت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میری اُمت خواہشات کی پیروی کرنے اور دنیاوی مال ومتاع کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں لگ جائے گی، تو اس کی خواہشِ نفس کی پیروی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حق سے دور جا پڑے گی اور دنیا سازی کے منصوبے آخرت سے غافل کر دیں گے۔ (اے لوگو!) یہ دنیا کوچ کر چکی ہے، جا رہی ہے، اور آخرت کوچ کر چکی ہے، آ رہی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اچھا ہوگا کہ تم دنیا کے پرستار نہ بنو۔ تم اِس وقت عمل کے گھر میں ہو، اور حساب کا وقت نہیں آیا ہے۔ کل تم حساب کے گھر (آخرت) میں ہو گے جہاں عمل کا کوئی امکان نہ ہوگا۔

اس حدیث میں دنیا کی عارضی یعنی ختم ہو جانے والی زندگی سے دل لگانے اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو بھلا دینے کے نقصان سے خبردار کیا گیا ہے۔

''دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اس زندگی میں آخرت کی زندگی کے لیے کچھ کما لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم آخرت میں خالی ہاتھ پہنچ جاؤ تو پھر وہاں پچھتاوا ہی پچھتاوا ہے۔ اس لیے جلدی کرو ——— کچھ کما لو۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

۳۷۳۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ وَّھُوَ یَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا

شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ. (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو:**

۱۔ اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے ۲۔ اپنی صحت کو بیماری سے آنے سے پہلے

۳۔ اپنی خوش حالی کو محتاجی سے پہلے ۴۔ اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے

۵۔ اپنی زندگی کو موت سے پہلے

یعنی جوانی میں خوب عمل کرلو کیوں کہ سخت بڑھاپے کی حالت میں باوجود خواہش کے کچھ نہیں کرسکو گے اور اپنی تن دُرستی کو آخرت کی تیاری میں لگادو ہوسکتا ہے کہ بیمار پڑ جاؤ اور کچھ نہ کرسکو اور جب اللّٰہ تعالیٰ خوش حالی دے تو اس سے آخرت کا کام لو، ہوسکتا ہے کہ تم غریب ہوجاؤ اور پھر خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا موقع ہی نہ رہے۔ غرض یہ کہ اِس پوری زندگی کو خدا کے کام میں لگاؤ، ورنہ موت آکر عمل کے سارے امکانات کو ختم کردے گی۔

موت کی یاد

۳۷۴۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِصَلٰوۃٍ فَرَاَ النَّاسَ کَاَنَّهُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرٰی ـــ اَلْمَوْتِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ لَمْ یَاتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فِیْهِ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَیْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذْ دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ وَیُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْکَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ

وَلِيُتَكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْاَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَتْ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّابَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ. (ترمذی، الترغیب والترھیب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی موت کو زیادہ یاد کرتے تو وہ ہنسنے سے روک دیتی۔ موت کو بہت زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی ہے، اور قبر (کو بھی یاد رکھو جو) ہر روز یہ کہتی ہے کہ میں مسافرت کا گھر ہوں، میں تنہائی کی کوٹھڑی ہوں، مَیں مٹی کا گھر ہوں، مَیں کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی بندہ مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہتی ہے کہ: تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب آدمی تھا۔ آج تو میری ذمہ داری میں دے دیا گیا ہے اور میرے پاس آگیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مومن بندے کے لیے وہ قبر تاحدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

جب کوئی بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال نہیں کرتی، بلکہ کہتی ہے کہ: تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی تھا۔ اب جب کہ تجھے میرے حوالے کر دیا گیا ہے اور تو میرے پاس آگیا ہے تو تُو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کتنا بُرا سلوک کرتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر قبر اس کے لیے بھینچے گی اور تنگ ہو گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ یہ فرماتے ہوئے رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کیا۔ اِس کے بعد فرمایا: اس پر ۷۰ اژدہے

مسلط کیے کردیے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اتنا زہریلا ہوگا کہ زمین پر اگر وہ پھونک مارے تو اس کے زہر کے اثر سے ہمیشہ کے لیے زمین کچھ بھی پیدا کرنے کے قابل نہ رہ جائے گی۔ پھر یہ سب اژدھے اسے ڈسیں گے اور نوچیں گے۔ ایسا ہی اس کے ساتھ ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ حساب کا دن آجائے گا اور وہ خدا کی عدالت میں حساب دینے کے لیے پیش ہو جائے گا۔ اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر آدمی کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنتا ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

جب کوئی شخص اپنی حد تک دنیا میں بُرائیوں سے لڑتا اور آخرت کی تیاری کرتا ہوا مرتا ہے تو اس بیچ والی زندگی میں (جسے قبر کہا جاتا ہے) اس کے ساتھ اللہ تعالی مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے اور وہ خوشی و مسرت محسوس کرتا ہے، اور جو شخص زندگی بھر بُرے کام کرتا رہا اور بغیر توبہ کیے مرگیا تو اس کے ساتھ کچھ اِس طرح کا معاملہ ہوگا جیسا کہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے حوالات میں ہوتا ہے۔ حدیث کے آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر چاہے تو اپنے عمل سے قبر والی زندگی کو آرام وراحت کی زندگی بنائے، یا پھر بدکاری کی حالت میں یہ زندگی گزارے اور پھر قبر کے عذاب سے دوچار ہو۔

قبروں کی زیارت

۳۷۵۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا. (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے پہلے تمھیں قبرستان کی زیارت سے روک دیا تھا (تاکہ توحید کا عقیدہ پوری طرح دل میں جم جائے) سو اب تم ان کی زیارت کرو۔ مسلم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ: اب اگر چاہو تو جاؤ کیوں کہ قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

قبرستان کے آداب

۳۷۶۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ

وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ. (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو لوگ قبرستان جاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بتاتے کہ وہاں پہنچ کر یہ کہنا: سلامتی ہو تم پر اے اس بستی کے اطاعت گزار مومنو! ہم بھی ان شاءاللہ عنقریب تم سے آ ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور غصے سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔

عیش کوشی

۳۷۷۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ. (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں (یمن کا قاضی یا گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا: اے معاذؓ! اپنے کو عیش کوشی سے بچانا، اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔

مطلب یہ کہ تم ایک بڑے عہدے پر فائز ہو کر جا رہے ہو، وہاں زندگی کی لذتوں سے فائدہ اُٹھانے اور ہاتھ رنگنے کا خوب موقع مل سکتا ہے۔ لیکن تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جانا اور دنیا پرست حکام جیسی ذہنیت اپنے اندر نہ پالنا کیوں کہ یہ خدا کی بندگی سے میل نہیں کھاتی۔

دُنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ ذلت کا سبب

۳۷۸۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَّحْنُ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ. (ابوداؤد عن ثوبانؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا: میری اُمت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری اُمتیں اِس پر اِس طرح ٹوٹ پڑیں گی کہ جس طرح کھانے والے لوگ دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ: جس زمانے کا آپؐ حال بیان کر رہے

ہیں، اس زمانے میں کیا ہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہمیں نگل لینے کے لیے قومیں متحد ہوکر ٹوٹ پڑیں گی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اس زمانے میں تمھاری تعداد کم نہ ہوگی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہوگے، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو جاؤ گے اور تمھارے دشمنوں کے سینوں سے تمھاری ہیبت نکل جائے گی اور تمھارے دلوں میں پست ہمتی گھر کرلے گی۔

ایک آدمی نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی؟ آپؐ نے فرمایا: یہ اِس وجہ سے ہوگی کہ تم (آخرت سے محبت کرنے کے بجائے) دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور (خدا کی راہ میں جان دینے کی آرزو کے بجائے) موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگو گے۔

دنیا وآخرت کا موازنہ

۳۷۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَايَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى. (مشکوٰۃ عن ابوموسیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت تباہ کرے گا، اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہو جانے والی زندگی پر ترجیح دو۔

یعنی دنیا وآخرت میں سے ایک کا انتخاب ضروری ہے، یا تو دنیا کو اپنا نصب العین بناؤ یا آخرت کو۔ اگر دنیا کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو آخرت کی راحتیں اور مسرتیں نہیں پاسکو گے، اور اگر آخرت کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو اس کے نتیجے میں ہوسکتا ہے کہ تمھاری دنیا تباہ ہو جائے۔ لیکن اِس کے صلے میں آخرت کا انعام ملے گا جو ہمیشہ اور باقی رہنے والا ہے۔ جو چیز آخرت کی راہ پر چلنے سے تباہ ہوگی، وہ فانی ہے اور یہ زندگی بھی فانی ہے۔ اِس فانی چیز کی قربانی دے کر اگر ابدی انعام ملے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے، سراسر نفع کا سودا ہے۔

عقل مند کون؟

۳۸۰۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهُ وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (ترمذی، شدادؓ بن اوس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہوشیار درحقیقت وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی سنوارنے میں لگ گیا، اور بے وقوف وہ ہے جس نے

اپنے آپ کو نفس کی ناجائز خواہشوں کے پیچھے لگایا اور اللہ پر غلط توقع باندھی۔

یعنی حق کی پیروی چھوڑ کر خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے اور توقع یہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت دے دے گا۔ایسی ہی باطل آرزوؤں میں قرآن مجید کے نزول کے زمانے کے یہودی اور نصرانی مبتلا تھے اور آج ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی ایسی ہی باطل تمناؤں پر زندگی گزار رہے ہیں۔

محرومِ رحمت

۳۸۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلَی امْرِیءٍ اَخَّرَ اَجَلَہٗ حَتّٰی بَلَغَ سِتِّیْنَ سَنَۃً. (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے لمبی زندگی دی یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ گیا (اور پھر بھی نیک نہ بن سکا) تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کے پاس کچھ کہنے کو باقی نہیں رہے گا۔

حقیقی حیا

۳۸۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ قُلْنَا یَانَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّا لَنَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ قَالَ لَیْسَ ذَاکَ وَلٰکِنَّ الْاِسْتِحْیَاءَ مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَآءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّاْسَ وَمَا وَعٰی وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰی وَتَتَذَکَّرَ الْمَوْتَ وَمَنْ اَرَادَالْاٰخِرَۃَ تَرَکَ زِیْنَۃَ الدُّنْیَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدِ اسْتَحْیَا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ. (ترمذی حدیث نمبر ۲۴۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پوری طرح شرماؤ۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے شرماتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے شرمانے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے پوری طرح شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے سر اور سر میں آنے والے خیالات کی نگرانی کرتا رہے، اور پیٹ کے اندر جانے والی غذا کی دیکھ بھال کرتا رہے، اور موت کو یاد رکھے، (اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا) جو شخص آخرت کا

طالب ہوتا ہے، وہ دنیا کی زینت وآرائش کو ترک کردیتا ہے۔ پس جو شخص یہ سب کرتا ہے، وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ٹھیک ٹھیک شرماتا ہے۔

جامع نصیحت

۳۸۳۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ ؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تُکَلِّمْ بِکَلَامٍ تُعْذِرُ مِنْہُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْیَاْسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ. (مشکوٰۃ)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے نہایت مختصر اور جامع نصیحت فرمادیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم اپنی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جانے والا ہے اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالو کہ اگر قیامت میں اِس کا حساب ہو تو تمھارے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ ہو، اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال واسباب ہے، اس سے تم بالکل بے نیاز ہو جاؤ۔

جو شخص اِس دنیا سے جا رہا ہو، اور اسے یقین ہو گیا ہو کہ میں اب زندہ نہیں رہ سکتا، ایسا شخص نہایت خشوع سے نماز پڑھے گا۔ اس کا دل پوری طرح سے خدا کی طرف متوجہ ہوگا اور نماز پڑھتے ہوئے دنیا کی وادیوں میں اس کا دل نہیں بھٹکے گا۔ وہ بات جو آدمی زبان سے نکالتا ہے، اگر وہ خلافِ حق ہے اور آدمی نے اپنی اِس دنیا کی زندگی میں اس کی معافی نہ مانگی تو ظاہر ہے کہ حساب کے وقت اس کے پاس کچھ کہنے اور معذرت کرنے کے لیے کیا باقی رہ جائے گا۔ آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مال واسباب اور دولت کی فراوانی پر رشک نہ کرو، کیوں کہ یہ فانی ہے۔ جب تک آدمی کے اندر دنیا سے بے نیازی نہیں پیدا ہوتی، آخرت کی بلندیوں تک اس کی نگاہ نہیں جا سکتی۔

پانچ باتوں کی جواب طلبی

۳۸۴۔ عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَا

فَعَلَ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ. (ترمذی)

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللّٰہ تعالیٰ کی عدالت سے آدمی نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری؟ دین کا علم حاصل کیا تو اِس پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ جسم کو کس کام میں گھلایا۔

جنت غافل کے لیے نہیں

۳۸۵۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ. (ترمذی، عن ابوہریرہؓ)

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسافر کو ڈر ہو کہ وہ راستے میں رہ جائے گا اور منزل پر بروقت نہ پہنچ سکے گا، وہ رات کو سوتا نہیں، بلکہ اپنا سفر رات کے آغاز ہی میں شروع کر دیتا ہے، اور جو ایسا کرتا ہے وہ (بخیریت اور وقت پر) منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سن لو! اللّٰہ تعالیٰ کا مال بھاری قیمت میں ملے گا، سن لو! اللّٰہ تعالیٰ کا مال جنت ہے۔

اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے انسان مسافر ہے اور آخرت اس کا اصلی وطن ہے۔ یہاں وہ کمائی کرنے کے لیے آیا ہے۔ اب جنھیں اپنا اصلی وطن یاد ہے، وہ اگر چاہتے ہیں کہ بخیریت اپنے وطن پہنچیں اور راستے کے خطرات سے بچ کر پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ غفلت سے کام نہ لیں، اپنا سفر جلد شروع کر دیں، ورنہ اگر سوتے رہے تو پچھتائیں گے۔ پھر جس نے یہ طے کیا ہو کہ اسے اللّٰہ تعالیٰ کی خوشنودی اور انعام کا گھر جنت حاصل کرنا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ گرا پڑا مال نہیں ہے کہ تاجر اونے پونے دے دے، اور کوئی لے لے۔ اللّٰہ تعالیٰ کا مال حاصل کرنے کے لیے بڑی قیمت دینا پڑے گی، بڑی آزمائشیں آئیں گی، اپنے وقت کو، مال کو، جسم کو، جان کو اور صلاحیتوں کو اِس کے حصول کے لیے قربان کرنا ہوگا، تب یہ چیز ملے گی جسے پا کر آدمی ہر تکلیف بھول جائے گا۔

۳۔ تلاوتِ قرآن مجید

شفاعتِ قرآن

۳۸۶۔ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَھْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ تَقْدُمُہٗ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَاٰلُ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُھُنَّ بَعْدُ قَالَ کَاَنَّھُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَا وَانِ بَیْنَھُمَا شَرْقٌ اَوْ کَاَنَّھُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَافٍّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِھِمَا. (مسلم)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ: قیامت کے دن قرآن مجید اور قرآن مجید کو ماننے والے جو اِس پر عمل کرتے تھے، خدا کی جناب میں لائے جائیں گے، اور سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پورے قرآن مجید کی نمائندگی کرتی ہوئی اپنے عمل کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گی (کہ یہ شخص آپ کی رحمت ومغفرت کا مستحق ہے، لہٰذا اِسے رحمت سے نوازا جائے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مثالیں دے کر سمجھایا کہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن یوں معلوم ہوں گی جیسے:

۱۔ بادلوں کے دو ٹکڑے۔

۲۔ دو کالے سائبان جن سے روشنی نکلی ہو گی۔

۳۔ چڑیوں کے دو جھنڈ۔

قرآنِ مجید کے آداب

۳۸۷۔ عَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ .... قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابًا. (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۱۰۶)

عبیدہ مُلَیکی رضی اللہ عنہ .... کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے قرآن کے

ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بنانا، اور رات دن کے اوقات میں اِس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرنا، اور اِس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا، اور اِس کے الفاظ کو صحیح طریقے سے پڑھنا، اور جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور وفکر کرنا، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اِس کے ذریعے دنیاوی نتیجے کی خواہش نہ کرنا، بلکہ خدا کی خوشنودی کے لیے اِسے پڑھنا۔

قرآن مجید کو تکیہ نہ بنانا یعنی اس سے غافل نہ ہونا اور آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا علم حاصل کر کے اِسے دنیاوی جاہ و مرتبہ اور مال و دولت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنانا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خبر دی گئی ہے کہ کچھ لوگ قرآن مجید کا علم حاصل کر کے، اسے دنیا کی دولت کے حصول کے لیے زینہ بنائیں گے۔

تلاوتِ قرآن سے نورِ الٰہی کا حصول

۳۸۸۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کچھ وصیت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہ چیز تمھارے پورے دین اور تمام معاملات کو ٹھیک حالت میں رکھنے والی ہے۔ میں نے کہا: کچھ اور فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے کو قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر کا پابند بنالو تو خدا تمھیں آسمان پر یاد کرے گا اور زندگی کی تاریکیوں میں یہ دونوں چیزیں تمھارے لیے روشنی کا کام دیں گی۔

''اللہ یاد کرے گا'' اِس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمھیں نہیں بھولے گا، تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اللہ کی یاد اور قرآن مجید کی تلاوت سے مومن کو روشنی ملتی ہے۔ زندگی کی تاریکیوں میں مومن صحیح راہ پالیتا ہے۔

دل کے زنگ کا علاج

۳۸۹۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ کَمَا یَصْدَءُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَاءُ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَاجَلَاؤُھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ

وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ. (مشکوٰۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ: دلوں کے زنگ کو دُور کرنے والی کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: دلوں کا زنگ اِس طرح دُور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو بہت زیادہ یاد کرے اور قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

موت کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ زندگی کی مہلت بس ایک ہی مہلت ہے۔ دوبارہ عمل کرنے کے لیے مہلت نہ ملے گی۔ تلاوت کے معنی ہیں: قرآن مجید کے الفاظ کو صحیح طریقے سے پڑھنا اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ قرآن مجید اور احادیث میں جہاں بھی اِس لفظ کا پورا مفہوم بیان ہوا ہے، یہی بیان ہوا ہے، بلکہ ایک اور مفہوم میں بھی آتا ہے، یعنی یہ کہ قرآن مجید کی تبلیغ کرے۔ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

۴۔ نوافل اور تہجد

تقرب الی اللہ کے ذرائع

۳۹۰۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔ (مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے، میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے، تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

مطلب یہ کہ جو شخص اپنے ارادے و اختیار سے خدا کی راہ پر چل نکلتا ہے تو خدا کا اس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اِس سفر کو آسان کر دیتا ہے۔ بندہ اس کی طرف لپکتا ہے تو چوں کہ اس کے اندر کم زوری ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ اس پر شفقت کرتا ہے اور بڑھ کر اسے اپنے سے قریب کر لیتا ہے، جیسے کہ بچہ اپنے باپ کی طرف لپکتا ہے لیکن اپنی کم زوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا تو باپ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے اور اسے گود میں اُٹھا لیتا ہے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتا ہے۔

۳۹۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہٗ وَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنے جن اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ اعمال ہیں جنھیں میں نے اس پر فرض کیا ہے، اور میرا بندہ نفلوں کے ذریعے مجھ سے برابر قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے، اور وہ جب میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ سب سے پہلے خدا کے فرض کیے ہوئے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اتنے پر ہی بس نہیں کرتا، بلکہ بطورِ خود اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے کی وجہ سے نفل نمازیں اور نفلی روزے اور نفل صدقہ اور نیکی کے دوسرے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے جسم و جان کی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے۔ اب اس کی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں اور اس کی ساری قوتیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں لگ جاتی ہیں اور شیطان اس کی قوتوں میں کوئی حصہ نہیں پاتا۔

تہجد کی ترغیب

۳۹۲۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَیْقَظَ لَیْلَۃً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ یُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ یَارُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ (بخاری)

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اُٹھے اور ارشاد فرمایا: پاک ہے اللہ کی ذات، یہ رات کس قدر فتنوں سے بھری ہوئی ہے جن سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے، اور یہ رات اپنے اندر کتنے خزانے رکھتی ہے (یعنی رحمت کے خزانے، جنھیں سمیٹنا چاہیے) اِن پردے

میں رہنے والیوں کو کون جگائے؟ بہت سے لوگ ہیں جن کا عیب اِس دنیا میں چھپا ہوا ہے، آخرت میں ان کا پردہ ہٹ جائے گا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو تہجد کے لیے اُٹھنے پر اُبھارتے تھے اوران سے کہتے تھے کہ خدا کی رحمت کا خزانہ سمیٹنے کی فکر کرو۔ دنیا میں تم نبی کی بیوی کہلاتی ہو اور تمھیں اس پہلو سے بلند مقام حاصل ہے لیکن عمل نہ کروگی تو خدا کے ہاں یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ کام اگر آئے گا تو تمھارا عمل کام آئے گا۔ نبی کی بیوی ہونا وہاں کام نہ آئے گا۔

۳۹۳۔ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلًا فَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ (متفق علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھ سے اور فاطمہؓ سے کہا: کیا تم نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟

اِس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ ذمہ دار اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کو تہجد پر اُبھاریں۔

۳۹۴۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے) کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! تم فلاں کی طرح نہ ہوجانا جو تہجد کے لیے اٹھتا تھا، پھر اس نے اٹھنا چھوڑ دیا۔

پابندی عمل

۳۹۵۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلدَّائِمُ قُلْتُ فَاَيَّ حِيْنٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ الَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ حِيْنَ سَمِعَ الصَّارِخَ. (بخاری، مسلم)

حضرت مسروقؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کا عمل زیادہ پسند تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ''وہ کام جسے پابندی سے کیا جائے، آپؐ کو زیادہ پسند تھا۔ میں نے پوچھا کہ حضور رات میں کس وقت (تہجد کے لیے) اُٹھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپؐ اس وقت اُٹھتے جس وقت مرغ اذان دیتا

ہے (یعنی آخر شب میں)

نزول رحمت کا وقت

۳۹۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ الَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبُ لَہٗ مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرُلَہٗ۔ (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نظر آنے والے آسمان پر آتا ہے اور بندوں کو بلاتا ہے کہتا ہے کہ: کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی مدد کو دوڑوں۔ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ اسے دوں۔ کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ اسے معاف کردوں۔

۵۔ اِنفاق

افضل دینار

۳۹۷۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہٗ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی عِیَالِہٖ وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی دَابَّتِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے سواری خریدنے میں خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے ان ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

افضل صدقہ

۳۹۸۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْظَمُ اَجْرًا فَقَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَخْشَی الْفَقْرَ وَتَاْمُلُ الْغِنٰی وَلَا تُمْھِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَلِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ۔

(بخاری، مسلم)

ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ: کون سا صدقہ اجر وثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: وہ صدقہ سب سے افضل ہے جو تو اس زمانے میں کرے جب تو صحیح وتن درست ہو، اور حریص ہو، اور تجھے محتاجی کا بھی ڈر ہو، اور یہ بھی توقع کہ تجھے مزید مال مل سکتا ہے۔ ایسے زمانے میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے اور تو ایسا نہ کر کہ جب تیری جان حلق میں آجائے اور مرنے لگے تب صدقہ کرے اور یوں کہے کہ اتنا فلاں کا ہے، اتنا فلاں کا ہے (اب تیرے کہنے کا کیا فائدہ) اب تو وہ فلاں کا ہو ہی چکا۔

فرشتوں کی دُعائیں

۳۹۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَكَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا. (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی دن نہیں گزرتا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے اُترتے ہیں، جن میں سے ایک فرشتہ (خرچ کرنے والے بندے کے لیے دعا کرتا ہے) کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اچھا عوض دے۔ دوسرا فرشتہ (بخیلوں کے بارے میں بددعا کرتا ہے) کہتا ہے کہ: اے اللہ! بخل کرنے والے کو تباہی وبربادی سے دوچار کردے۔

زائد از ضرورت مال خرچ کرو

۴۰۰۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ. (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کے محتاج بندوں اور دین کے کاموں میں لگائے گا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوگا، اور اگر تو ضرورت سے زائد مال کو اہلِ ضرورت پر خرچ نہیں کرے گا تو آخر کار یہ تیرے حق میں بُرا ہوگا اور اگر تیرے

پاس زائد از ضرورت مال نہیں ہے، بلکہ اتنا ہی ہے جو تیری بنیادی ضروریات کو پورا کرتا ہے تو اس میں سے خرچ نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ تجھے ملامت نہیں کرے گا، اور اپنا صدقہ ان لوگوں پر خرچ جن کی تم کفالت کرتے ہو۔

انفاق کا بدلہ

۲۰۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ. (مسلم، بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: تو (میرے محتاج بندوں پر اور دین کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے) خرچ کر تو میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

''تجھ پر خرچ کروں گا'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اپنی کمائی میں سے خدا کے محتاج بندوں کی ضروریات اور دینی جدوجہد کے سلسلے میں خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ پیسا ضائع نہیں جائے گا، بلکہ وہ اس کا بدلہ آخرت میں بھی پائے گا اور یہاں بھی۔ دنیا میں اُس کے مال میں برکت ہوگی اور آخرت میں جو کچھ اسے ملے گا، اس کا اندازہ یہاں نہیں کیا جاسکتا۔

بخیل اصحابِ ثروت کی ہلاکت

۲۰۲۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ. (بخاری، مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ تباہ ہوگئے؟ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ کون لوگ تباہ ہوگئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تباہ و برباد ہوگئے جو مال دار ہونے کے باوجود خرچ نہیں کرتے۔ کام یاب صرف وہی ہوگا جو اپنی دولت لٹائے، سامنے والوں کو دے، پیچھے والوں کو دے اور بائیں جانب والوں کو دے اور ایسے مال خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں۔

۶۔ ذکرودُعا

اللہ کی معیت

۴۰۳۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ بِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ۔ (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں جب اس کے دونوں ہونٹ ملتے ہیں تو اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

''اس کے ساتھ ہوتا ہوں'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیتا ہے اور بُرائی ونافرمانی سے اسے بچاتا ہے۔ نیز یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد قلب کی توجہ کے ساتھ زبان سے بھی ہونی چاہیے۔

ذکر زندگی ہے

۴۰۴۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے ربّ کو یاد کرتا ہے، اس شخص کی سی ہے جس کے اندر زندگی پائی جاتی ہے، اور اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں رکھتا، ایسی ہے جیسے کہ کوئی میت۔

اللہ تعالیٰ کی یاد دل کو زندگی بخشتی ہے اور اس سے غفلت انسان کے دل پر موت طاری کردیتی ہے۔ اس انسانی ڈھانچے کی زندگی کھانے پر منحصر ہے۔ اگر کھانا نہ ملے تو یہ ڈھانچا مرجاتا ہے اور اس ڈھانچے کے اندر جو روح ہے، اس کی غذا اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ اگر اسے یہ غذا نہ ملے تو اس پر موت طاری ہوجاتی ہے، چاہے اس کا ظاہری خول (جسم) کتنا ہی طاقت ور ہو۔

ذکر کی تعلیم

۴۰۵۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُهٗ قَالَ قُلْ:

☆ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ.

فَقَالَ هٰؤُلَاءِ لِرَبِّیْ فَمَالِیْ فَقَالَ قُلْ:

☆ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ. (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے ایک ایسے کلمات سکھا دیجیے جن سے میں اپنے خدا کو یاد کروں۔ آپؐ نے اسے درج بالا کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جس سے محبت کی جائے اور جس کی اطاعت وعبادت کی جائے، وہ اکیلا ہے، الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اُسی کے لیے شکر وتعریف ہے، اللہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے، لوگوں کا پالنے والا اور آقا ہے۔ بندے کے پاس کوئی تدبیر اور کوئی قوت نہیں ہے، تدبیر وقوت بندے کو صرف اللہ کے سہارے ملتی ہے جو مکمل اقتدار کا مالک اور علم وانصاف کے ساتھ اقتدار کو استعمال کرنے والا ہے۔

اس شخص نے پھر کہا: یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے، میں کیا کہوں؟

آپؐ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! تُو میرے گناہ معاف کردے، مجھ پر رحم کر، مجھے سیدھے رستے پر چلا اور مجھے روزی دے۔

سیّد الاستغفار

۲۰۶۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (بخاری)

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے عمدہ

استغفار کی دعا یہ ہے کہ تم کہو:

اے اللہ ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں، میں نے تجھ سے بندگی اور اطاعت کا جو قول وقرار کیا ہے، اس پر اپنے امکان بھر قائم رہوں گا، جو گناہ میں نے کیے ہیں، ان کے بُرے نتائج سے بچنے کے لیے تیری پناہ کا طلب گار ہوں، تو نے مجھ پر جتنے احسانات کیے ہیں، ان کا مجھے اقرار ہے، اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے گناہ کیے ہیں۔ پس اے میرے رب! میرے جرم کو معاف کر دے، تیرے سوا میرے گناہوں کو اور کون معاف کرنے والا ہے۔

سونے کا طریقہ اور دُعا

۴۰۷۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ......ثُمَّ یَقُوْلُ:

☆ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ. (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر سونے کے لیے جاتے تو دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے) اور فرماتے:

اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا، اور تیرے سہارے یہ اُٹھے گا، اگر تو (اسی رات سوتے میں) میری جان قبض کر لے تو اس پر رحم کیجیے گا اور اگر زندگی کی مزید مہلت دے تو میری حفاظت کرنا، اُس طریقے سے جس طریقے پر تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

پریشان کی دعا

۴۰۸۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعْوَةُ الْمَکْرُوْبِ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (ابوداؤد)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پریشان اور غم زدہ آدمی یہ دعا کرے:

اے میرے اللہ! میں تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں، مجھے پل بھر کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا (اپنی نگرانی میں رکھ) اور میرے جملہ احوال و معاملات کو درست کردے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

جب تک کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگرانی میں رہتا ہے، نفس کا اس پر قابو نہیں چلتا اور اُس سے گناہ کا کام نہیں کرا پاتا، لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے بندہ اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے، نفس اُسے تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ اِسی لیے مومن دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر، ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا، اور میری پوری زندگی کو صالح بنا، درست کردے۔

پریشانی اور غم کی دُعا

۴۰۹۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے:

اے میرے اللہ! مَیں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں پریشانی سے، غم سے، درماندگی سے، سستی و کاہلی سے، قرضے کے بوجھ سے اور آدمیوں کے غلبہ پانے سے۔

خدا کی پناہ میں اپنے کو دینے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو اپنی کم زوری و بے بسی کا احساس ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں کم زور ہوں، اِس لیے اپنے طاقت ور آقا کی پناہ چاہتا ہے تاکہ وہ ان خرابیوں سے بچائے۔ آنے والی مصیبت سے جو پریشانی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اسے **ھم** کہتے ہیں اور **حزن** دُکھ کو کہتے ہیں جو مصیبت آنے کے بعد لاحق ہوتا ہے۔ **عجز** کے معنی ہیں: کسی کام کو نہ کر سکنا اور **کسل** بے وقوفی اور بے تدبیری کے معنی میں بولا جاتا ہے، یعنی یہ کہ آدمی سوچتا ہے کہ یہ تو آسان کام ہے، رات میں کرلیں گے، لیکن رات گزر جاتی ہے اور وہ نہیں کرسکا تو کہتا ہے اچھا خیر کل ہو جائے گا۔ اِس طرح کام کا اصل موقع کھو دیتا ہے۔ اِس دعا کا حاصل یہ ہے کہ مومن اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے اللہ! میری حفاظت و نگرانی کر، آنے والے خطرات کی وجہ سے میرا دل پریشان نہ ہو اور جب مصیبت آجائے تو مجھے صبر

دے، جو چیز کھو جائے، اس پر رنج نہ کروں، اور تیری راہ پر چلنے میں کاہلی اور سہل انگاری میرے پاس نہ پھٹکے اور مجھ پر لوگوں کا اتنا قرض نہ چڑھ جائے کہ میں اسے ادا نہ کرسکوں اور فکر میں گھلتا رہوں اور بُرے لوگوں کو مجھ پر مسلط نہ کر۔

تمام بھلائیوں کی دعا

۴۱۰۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّایَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَا یُسْتَجَابُ لَھَا۔ (مسلم، زید بن ارقمؓ)

اے میرے اللہ! تو میرے نفس کو ایسا کردے کہ وہ تیری نافرمانی سے بچے اور تیری سزا سے ڈرے اور اسے بُری صفات سے پاک کر، تو اِسے سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اِس کا سرپرست اور آقا ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جو تیرے سامنے پست نہ ہو، اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

علم نافع وہ علم ہے جو دنیا میں آدمی کو تقوٰی سکھاتا، عمل پر اُبھارتا اور خدا کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔ نفس کے آسودہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اِسے دنیا کا سروسامان جتنا بھی ملے، قناعت نہیں کرتا، بلکہ اس کی بھوک برابر بڑھتی ہی جاتی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ آدمی کی کمائی حرام ہو۔ جیسا کہ معاملات کے باب میں حلال کمائی کے عنوان کے تحت بیان ہوا۔

دعائے خیر

۴۱۱۔ کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ۔

(مسلم، عن عبداللہ بن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جو نعمت تو نے بخشی ہے (وہ میری بداعمالیوں کی وجہ سے) چھن جائے، اور جو عافیت مجھے حاصل ہے اس سے میں محروم ہو جاؤں اور یہ کہ تیرا عذاب نازل ہو، اور یہ کہ تو مجھ سے ناراض ہو، میں ان باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

عافیت یہ ہے کہ دین وایمان درست ہو، جسمانی صحت بھی عافیت کے مفہوم میں شامل ہے۔

نومسلم کی دعا

۴۱۲۔ عَنْ اَبِیْ مَالِکِ نِ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَجُلٌ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ یَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْکَلِمٰتِ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (مسلم)

حضرت ابو مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے نماز سکھاتے، پھر اس سے فرماتے کہ اس طرح دعا مانگو:

اے میرے اللہ! تو میرے گناہ معاف کر دے اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے سیدھے راستے پر چلا اور مجھے عافیت اور روزی دے۔

دعا بعد از نماز

۴۱۳۔ عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِهٖ وَقَالَ یَامُعَاذُ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثُمَّ قَالَ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ (ریاض الصالحین، ابوداؤد، نسائی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذؓ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا مانگنا، اِسے چھوڑ نامت۔

اے اللہ! تو میری مدد فرما ذکر اور شکر کے اور اچھی عبادت کے سلسلے میں۔

یعنی میں زندگی کے تمام شعبوں میں تجھے یاد رکھوں، تیرا شکر گزار رہوں اور بہتر سے بہتر ڈھنگ

سے تیری عبادت کروں لیکن میں کم زور ہوں، تیری مدد کا محتاج ہوں، تیری مدد کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتے۔

فرض نماز کے بعد کی دعا

۴۱۴۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ اِذَا سَلَّمَ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ. (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد (سلام پھیرنے کے بعد) یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اقتدار میں اس کا کوئی ساجھی نہیں، مکمل اقتدار اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ دینا چاہے، اسے روک دینے والی کوئی طاقت نہیں اور جس سے تو محروم کرنا چاہے تو وہ چیز دینے والی کوئی طاقت نہیں، اور تیرے مقابلے میں کسی صاحبِ قدرت کی قدرت کچھ کام نہیں آ سکتی۔

اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ا۔ عملی نمونہ

نماز اور خطبے میں میانہ روی

۴۱۵۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ آپؐ کی نماز بھی معتدل ہوتی تھی اور خطبہ بھی معتدل ہوتا تھا (نہ بہت طول نہ بہت زیادہ اختصار)

متقدیوں کا لحاظ

۴۱۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ. (بخاری عن ابو قتادہؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نماز کے لیے آتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ لمبی نماز پڑھاؤں، پھر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیوں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نماز لمبی کر کے بچے کی ماں کو زحمت میں مبتلا کروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں بھی مسجد میں آتیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ ان میں چھوٹے بچوں والی مائیں بھی ہوتیں، وہ اپنے بچوں کو ساتھ لاتیں، کیونکہ انھیں گھر پر نہ چھوڑ سکتی تھیں۔ اِس حدیث میں انھی بچوں اور عورتوں کے بارے میں ارشاد ہوا۔ اِس میں ان

اماموں کے لیے سبق ہے جو مقتدیوں کے حالات سے بے خبر ہو کر طویل قراءت کرتے ہیں۔

لمبی نماز:

۴۱۷۔ عَنْ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِیْرَۃَ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَیَقُوْمُ لِیُصَلِّیَ حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاہُ اَوْسَاقَاہُ فَیُقَالُ لَہٗ فَیَقُوْلُ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (بخاری)

حضرت زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں (اتنی دیر تک) کھڑے رہتے، کہ آپؐ کے دونوں پاؤں یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔ اس پر لوگ آپؐ سے کہتے کہ آپؐ اتنی زحمت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ آپؐ جواب دیتے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

۲۔ طریقۂ تعلیم

ذمہ داری کسے دی جائے؟

۴۱۸۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَمَرَھُمْ اَمَرَھُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا یُطِیْقُوْنَ۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایسے ہی کام کرنے کا حکم دیتے تھے جسے وہ کر سکتے (جو ان کے بس میں ہوتا)

آدابِ نماز کی تعلیم

۴۱۹۔ عَنْ مُعٰوِیَۃَ بْنِ الْحَکَمِ السُّلَمِیِّ قَالَ بَیْنَا اَنَا اُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَرَمَانِی الْقَوْمُ بِاَبْصَارِھِمْ فَقُلْتُ وَاثُکْلَ اُمِّیَاہُ مَاشَاْنُکُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَیَّ فَجَعَلُوْا یَضْرِبُوْنَ بِاَیْدِیْھِمْ عَلٰی اَفْخَاذِھِمْ فَلَمَّا رَاَیْتُھُمْ یُصَمِّتُوْنَنِیْ لٰکِنِّیْ سَکَتُّ فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَبِاَبِیْ ھُوَ وَاُمِّیْ مَا رَاَیْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِّنْہُ فَوَاللّٰہِ مَا کَھَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ

وَلَا شَتَمَنِی ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْئٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ. (مسلم)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو چھینک آئی، تو میں نے نماز کے دوران ہی یرحمك الله کہہ دیا۔ لوگوں نے مجھے ٹیڑھی نظروں سے دیکھا اور اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ میں نے کہا کہ خدا تمھیں زندہ رکھے، تم لوگ کیوں مجھے دیکھتے ہو؟ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے خاموش ہو جانے کی تلقین کر رہے ہیں تو میں چپ ہو گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے ــــــ میرے ماں باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تعلیم و تربیت کرنے والا نہ تو پہلے دیکھا، نہ بعد میں دیکھا۔ آپؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا، صرف اتنا کہا کہ: ''یہ نماز ہے اِس میں بات چیت مناسب نہیں ہے۔ نماز تو نام ہے اللہ تعالیٰ کی پاک بازی بیان کرنے کا، اس کی بڑائی بیان کرنے کا اور قرآن مجید پڑھنے کا۔

دین میں آسانی

۴۲۰۔ بَالَ اَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. (بخاری عن ابو ہریرہؓ، الترغیب والترہیب حدیث نمبر ۴۱۱۵)

ایک بدو (دیہاتی آدمی) نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو لوگ اُسے مارنے پیٹنے کے لیے دوڑے۔ آپؐ نے فرمایا: اِسے چھوڑ دو، اِس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال کر بہا دو۔ تم لوگ تو اِس لیے برپا کیے گئے ہو کہ دین کی طرف لوگوں کو کھینچو اور دین کو ان کے لیے آسان بناؤ۔ تمھیں اِس لیے اللہ تعالیٰ نے معبوث نہیں کیا ہے کہ اپنے غیر حکیمانہ طرزِ عمل سے لوگوں کے لیے دین کی طرف آنا دشوار بنا دو۔

ذیل کی حدیث سے درج بالا حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت یہ وصیت فرمائی: یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۵۵۲) ''تم دونوں وہاں کے لوگوں کے سامنے دین کو اتنی خوب صورتی سے پیش کرنا کہ وہ انھیں آسان معلوم ہو۔ ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرنا جس کے نتیجے میں دین کو لوگ دشوار محسوس کرنے لگیں، اور لوگوں کو اپنے سے مانوس کرنا، انھیں اپنے سے نہ بدکانا اور نہ متنفر کرنا۔

جذبات کا احترام

۲۲۱۔ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَیْنَا النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ شَبَبَۃٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَہٗ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَحِیْمًا رَفِیْقًا فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَھْلَنَا فَسَاَلَ عَمَّنْ تَرَکْنَا مِنْ اَھْلِنَا فَاَخْبَرْنَاہُ فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلٰی اَھْلِیْکُمْ فَاَقِیْمُوْا فِیْھِمْ وَعَلِّمُوْھُمْ وَمُرُوْھُمْ وَصَلُّوْا صَلَاۃَ کَذَا حِیْنَ کَذَا وَصَلَاۃَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَصَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ) فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمُّکُمْ اَکْبَرُکُمْ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند ہم عمر نوجوان دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ یہاں ہم نے بیس دن قیام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رحیم اور نرم معاملہ کرنے والے تھے۔ آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر جانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تمھارے پیچھے کون لوگ ہیں؟ ہم نے بتایا، تو آپؐ نے فرمایا: اپنے بیوی بچوں میں واپس جاؤ اور جو کچھ تم نے سیکھا ہے، انھیں سکھاؤ اور بھلی باتیں بتاؤ اور فلاں نماز، فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو۔

ایک روایت میں ہے کہ تم اِس طرح نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جو تم میں علم اور سیرت کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہو، وہ امامت کرے۔

۳۔ شفقت علی الخلق

بھوکوں کو کھانا کھلانا

۴۲۲۔ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ کُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّھَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَہٗ قَوْمٌ عُرَاۃٌ مُجْتَابِی النِّمَارِ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ عَامَّتُھُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ کُلُّھُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَا رَاٰی بِھِمْ مِنَ الْفَاقَۃِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ (النساء ۴:۱)

وَالْاٰیَۃَ الْاُخْرٰی الَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ الْحَشْرِ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (حشر ۵۹:۱۸)

لِیَتَصَدَّقْ رَجُلٌ مِّنْ دِیْنَارِہٖ مِنْ دِرْھَمِہٖ مِنْ ثَوْبِہٖ مِنْ صَاعِ بُرِّہٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِہٖ حَتّٰی قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّۃٍ کَادَتْ کَفُّہٗ تَعْجِزُ عَنْھَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰی رَاَیْتُ کَوْمَیْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِیَابٍ حَتّٰی رَاَیْتُ وَجْہَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَھَلَّلُ کَاَنَّہٗ مُذْھَبَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ۔ (مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے۔ تلواریں باندھے ہوئے، موٹے کمبل لپیٹے ہوئے۔ ان کے جسموں کے بیشتر حصے ننگے تھے۔ زیادہ تر لوگ قبیلہ مضر کے تھے، بلکہ سب ہی مضری تھے۔ ان کے فقر و تنگ دستی کی حالت دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے زرد

پڑ گیا۔ پھر آپؐ گھر میں گئے اور باہر آئے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں (نماز کا وقت ہو چکا تھا) تو بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر تکبیر کہی۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد تقریر فرمائی، جس میں آپ نے سورہ نسا کی پہلی آیت اور پھر سورہ حشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت تلاوت کی۔ اِس کے بعد فرمایا: لوگوں کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں صدقہ دیں، دینار دیں، درہم دیں، کپڑے دیں۔ گیہوں کا ایک صاع دیں۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کسی کے پاس کھجور کا آدھا ٹکڑا بھی ہو تو وہی دے۔

تقریر سننے کے بعد انصار کا ایک آدمی اپنے ہاتھ میں تھیلی لیے ہوئے آیا جو ہاتھ میں سماتی نہیں تھی۔ پھر لوگوں نے یکے بعد دیگرے صدقہ دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میں نے غذا اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے۔ لوگوں کے اِس صدقہ دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ یوں دمک اُٹھا، گویا سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اسے اِس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اِس اچھے طریقے پر بعد میں عمل کریں گے، ان کا بھی اجر اِس کو ملے گا بغیر اِس کے کہ اِن عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی کی جائے، اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کو جاری کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں جو لوگ اس بُرے طریقے پر چلیں گے، ان کا گناہ بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، بغیر اِس کے کہ بُرے طریقے پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔

اسلام کی دو بنیادی تعلیمات ہیں، اول: توحید۔ دوسرے: خدا کے محتاج بندوں پر رحمت وشفقت۔ یہی وجہ ہے کہ ان آنے والے لوگوں کی خستہ حالت کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پیلا پڑ گیا، اور جب ان کے لیے کپڑوں اور کھانوں کا کچھ انتظام ہو گیا تو آپؐ کا چہرہ مبارک سونے کی طرح دمکنے لگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں سورہ نسا کی پہلی آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اے لوگو! اپنے پالنے والے کے غصے سے بچنے کی فکر کرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اِس سے اس کا جوڑا بنایا اور اِن دونوں سے دنیا میں بہت سے مرد وعورت پھیلا دیے تو اپنے پالنے والے خالق یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی فکر کرو، جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو، اور

رشتہ داری کا لحاظ کرو اور ان کے حقوق پورے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھاری نگرانی کر رہا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک: وحدت الٰہ اور دوسری: وحدتِ بنی آدم۔ وحدتِ الٰہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ عبادت واطاعت کا مستحق ہے اس کا نام توحید ہے اور وحدتِ بنی آدم کا مطلب یہ ہے کہ سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، لہٰذا ان کے درمیان رحمت وشفقت کی بنیاد پر معاملہ ہونا چاہیے۔ ان غریبوں کو دیکھ کر صدقے کے لیے اپیل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت پڑھنا صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سوسائٹی کے غریبوں کی مدد نہ کرنا خدا کی ناراضی اور غصے کا سبب بنتا ہے۔

سورہ حشر کی جو آیت آپؐ نے پڑھی، اس کا ترجمہ یہ ہے:

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالیٰ کے غصے سے ڈرو، اور ہر آدمی کو اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا ذخیرہ جمع کر رہا ہے۔ اے لوگو! اللہ کے غصے سے ڈرو۔ اللہ باخبر ہے تمھارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

یہ آیت پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ غریبوں پر جو مال خرچ کیا جاتا ہے، وہ آدمی کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنتا ہے، وہ برباد نہیں ہوتا۔ جس آدمی نے صدقہ کرنے میں پہل کی تھی، آپؐ نے اس کی تعریف فرمائی اور بتایا کہ اسے اپنے صدقے کا بھی ثواب ملے گا اور اس بات پر بھی اسے اجر ملے گا کہ اسے دیکھ کر لوگوں میں صدقہ کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

دو کے کھانے میں تیسرے کی شرکت:

۴۲۳۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہما اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَرَّةً مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ اَوْکَمَا قَالَ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ بِعَشْرَةٍ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اصحابِ صفہ غریب لوگ تھے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے، تو وہ یہاں سے تیسرے کو لے جائے، اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو تو پانچویں اور چھٹے آدمی کو لے جائے۔ چنانچہ میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین آدمیوں کو گھر لائے، اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاں دس آدمیوں کو لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے قائد اور پیشوا تھے۔ وہ اگر دس آدمیوں کو اپنے ہاں نہ لے جاتے تو عام لوگ، دو، چار، چھے، آٹھ کو خوشی خوشی کیسے لے جاتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ذمہ دار لوگ اگر ایثار و قربانی کریں گے تو ان کے پیچھے چلنے والوں میں ان سے زیادہ قربانی و ایثار کا جذبہ اُبھرے گا اور آگے چلنے والے ہی پیچھے رہیں تو پیچھے چلنے والوں میں مزید پیچھے رہ جانے کی ذہنیت اُبھرے گی۔

تالیفِ قلب

۴۲۴۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يَاقَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِيْ عَطَاءً مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَايُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَاعَلَيْهَا. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام سے قریب کرنے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو صدقات اور عطیات دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی مانگا گیا، آپؐ نے مانگنے والوں کو وہ چیز ضرور دی۔ ایک دفعہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا، تو آپؐ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی سب بکریاں دے دیں تو وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچا اور کہا: اے لوگو! اسلام لاؤ، اِس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح دیتے ہیں جو فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔

راوی (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ آدمی صرف دنیا کی غرض سے ایمان لاتا، لیکن زیادہ مدت نہ گزرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے اسلام اس کی روح میں اُتر جاتا اور دنیا اور اسبابِ دنیا سے اس کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہو جاتا۔

۴۔ اقامتِ دین کی راہ میں

مخالفین کے لیے دُعا

۴۲۵۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَاَدْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبیؑ کا حال بیان فرمارہے تھے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے اُس نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو دین کی دعوت دی تو اس کی قوم نے انھیں اتنا مارا کہ لہولہان کردیا اور نبی کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے اور یہ کہتے جاتے:

اے میرے اللہ! میری قوم کے اِس جرم کو معاف کردے (اور ابھی اِن پر عذاب نازل نہ فرما) اِس لیے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں، اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔

نبی کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دِہ موقع

۴۲۶۔ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ھَلْ اَتٰی عَلَیْکَ یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ مِنْ یَّوْمِ اُحُدٍ قَالَ قَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِکِ وَکَانَ اَشَدَّ مَا لَقِیْتُہٗ یَوْمَ الْعَقَبَۃِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلٰی ابْنِ عَبْدِ یَالِیْلَ بْنِ عَبْدِ کُلَالٍ فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَھْمُوْمٌ عَلٰی وَجْھِیْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِیْھَا جِبْرِیْلُ فَنَادَانِیْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَہٗ بِمَا شِئْتَ فِیْھِمْ فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَاَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِیْ رَبِّیْ اِلَیْکَ لِتَاْمُرَنِیْ بِاَمْرِکَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَیْھِمُ الْاَخْشَبَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَّنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ پر کوئی ایسا دن گزرا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سخت و شدید رہا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! تمھاری قوم

قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گزرا عقبہ کا دن تھا۔ جب مَیں نے اپنے آپ کو عبد یا لیل ابن عبد کلال کے سامنے پیش کیا۔ لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا۔ اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو میں پریشان ہو گیا اور متفکر ہو کر وہاں سے چلا۔ جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب ذرا غم ہلکا ہوا تو میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی، دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا کہ آپؐ کی قوم نے جو باتیں آپؐ سے کہیں اور جس شکل میں انھوں نے آپؐ کی دعوت کا جواب دیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور آپؐ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا انتظام کرنے والے فرشتے کو بھیجا ہے۔ آپؐ جو چاہیں، اسے حکم دیں۔ وہ منکرینِ حق کے سلسلے میں آپؐ کے حکم کو بجالائے گا۔

پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، سلام کیا، پھر کہا: اے محمدؐ! آپؐ کی قوم نے آپؐ سے جو باتیں کہیں، اسے اللہ نے سن لیا ہے۔ مَیں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں اور میرے رب نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں۔ جو کچھ آپؐ چاہتے ہیں بتائیے۔ اگر آپؐ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملادوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

عقبہ کے دن سے مراد طائف کا دن ہے۔ طائف میں قریشی تاجر چمڑے کا بڑے پیمانے پر کاروبار کرتے تھے۔ طائف والے اور قریش آپس میں قریبی رشتہ دار تھے۔ جب مکہ والوں سے آپؐ مایوس ہو گئے، تب اس توقع پر وہاں تشریف لے گئے کہ شاید حق کا بیج یہاں جڑ پکڑے، مگر عبد یا لیل ابن عبد کلال نے غنڈوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جنھوں نے آپؐ کو پتھر مارے۔ یہاں تک کہ آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب کوئی قوم نبیؑ کی دعوت کو رد کر دیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ لیکن نبیؑ مایوس نہیں ہوتا، وہ اپنی قوم میں کام کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ابھی عذاب نہ بھیجے، شاید یہ کل ایمان لے آئیں۔ جب عذاب کے فرشتے نے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو مکہ کے دونوں پہاڑوں ابو قبیس اور جبل احمر کو ملادوں اور یہ ان کے نیچے دب جائیں اور پس کر رہ جائیں تو آپؐ نے فرمایا:

دَعْنِیْ اُنْذِرْ قَوْمِیْ یعنی ابھی مجھے قوم میں تبلیغ کرنے کا کام کرنے دو، شاید یہ کل ایمان لے آئیں، یا ممکن ہے ان کی اولاد میں سے اہل توحید پیدا ہوں۔ یہ نمونہ ہے دین کا کام کرنے والوں کے لیے۔ صبر اور شفقت علی الخلق کے بغیر دینی جدوجہد کا کام نہیں ہو سکتا۔

۱۴

اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال

ابن عمرؓ اور تہجد

۴۲۷۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰہِ لَوْکَانَ یُصَلِّیْ مِنَ الَّیْلِ قَالَ سَالِمٌ فَکَانَ عَبْدُاللّٰہِ بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَنَامُ مِنَ اللَّیْلِ اِلَّا قَلِیْلاً۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے، کاش تہجد کے لیے اُٹھا کرے۔ سالمؒ کہتے ہیں کہ آپؐ کے فرمانے کے بعد عبداللہ (میرے والد) کا یہ حال ہوا کہ رات میں تھوڑا ہی سوتے۔

انفاق اور ذکر

۴۲۸۔ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ فَقَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَانُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَایَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَاصَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتُحَمِّدُوْنَ دُبُرَكُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ مَرَّةً فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (مسلم عن ابوہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو غریب اور محتاج لوگ تھے (خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مجبور تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیشہ باقی رہنے والی خوش حالی اور بلند مراتب تو مال داروں کو ملے (اور ہم محروم رہے)۔ آپؐ نے پوچھا: وہ کیسے؟ انھوں نے کہا: ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی پڑھتے ہیں اور ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ بھی روزے رکھتے ہیں۔ (نیکی کے اِن کاموں میں تو وہ ہمارے برابر کے شریک ہیں) لیکن وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم اِس سے محروم، وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور اِس سلسلے میں رقم خرچ کرتے ہیں اور ہم اِس سے بھی محروم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا: کیا تمھیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کی بدولت تم نیکی کی راہ میں آگے بڑھ جانے والوں کو پالو گے اور جس کی بدولت تم اپنے پیچھے آنے والوں کے آگے رہو گے اور تم میں سے صرف وہی لوگ افضل ہوں گے جو تمھارے جیسا کام کریں۔ ان لوگوں نے کہا: ضرور وہ کام بتائیے، اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا: تم ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ، ۳۳ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو۔

چنانچہ یہ لوگ گئے اور پڑھنے لگے۔ جب خوش حال لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے مہاجر بھائیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات بتائے ہیں تو انھوں نے بھی یہ کلمات پڑھنا شروع کر دیے تو وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بتایا کہ ہمارے مال دار بھائیوں نے یہ عمل سنا تو

انھوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں دین کی راہ میں آگے بڑھنے اور آخرت میں بلند مرتبہ پانے کی کتنی شدید طلب اور چاہت تھی۔ یہ بھی اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مال خرچ کرنے کی سکت نہیں رکھتے، وہ اگر ذکر و دعا اور دوسرے نیکی کے کام کریں تو جنت سے محروم نہ رہیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاموں کو غلامی کی لعنت سے نکالنا، انھیں انسانیت کی سطح پر لانا اور سماج میں انھیں برابر کی حیثیت دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

اِس حدیث میں اللہ اکبر کے لیے ۳۳ بار کا ذکر ہے۔ ایک اور حدیث میں اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ بزرگوں کا اِسی پر عمل ہے۔ بعض اور حدیثوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے تینوں کو دس دس بار پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

اِفلاس میں مہمان نوازی

۴۲۹۔ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ مَجْھُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِہٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَاعِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی قُلْنَ کُلُّھُنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ فَقَالَ مَنْ یُّضَیِّفُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَانْطَلَقَ بِہٖ اِلٰی رَحْلِہٖ فَقَالَ لِاِمْرَاَتِہٖ اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لِاِمْرَاَتِہٖ ھَلْ عِنْدَکِ بِشَیْءٍ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتُ صِبْیَانِنَا قَالَ فَعَلِّلِیْھِمْ بِشَیْءٍ وَاِذَا اَرَادُوا الْعِشَاءَ فَنَوِّمِیْھِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِیِٔ السِّرَاجَ وَاَرِیْہِ اَنَّا نَاْکُلُ فَقَعَدُوْا وَاَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَا طَاوِیَیْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا بِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَۃَ۔ (بخاری، مسلم عن ابو ہریرہؓ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں بھوک اور فاقے سے بے چین ہوں، تو آپؐ نے ایک آدمی کو اپنی کسی بیوی کے پاس بھیجا کہ اگر کچھ ہو تو لے آؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ پانی کے سوا اس وقت کچھ نہیں ہے۔ پھر دوسری بیوی کے پاس بھیجا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ یہاں تک کہ تمام بیویوں نے یہی کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہمارے ہاں اس وقت پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تب آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ آج رات کون اس مہمان کو کھانا کھلاتا ہے؟ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں کھلاؤں گا، تو وہ مہمان کو لیے اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، ان کی خاطر کرو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: کیا تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس کی بیوی نے جواب دیا: نہیں! صرف بچوں کے لیے کھانا موجود ہے اور انھوں نے کھایا نہیں ہے۔ انصاری نے کہا کہ انھیں کچھ دے کر بہلا دو اور جب کھانا مانگیں تو انھیں تھپک کر سُلا دو اور جب مہمان کھانا کھانے اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور کچھ ایسا کرنا جس سے مہمان یہ سمجھے کہ ہم لوگ بھی کھانے میں شریک ہیں۔

چنانچہ سب لوگ کھانا کھانے بیٹھے۔ مہمان تو آسودہ ہو کر اُٹھا لیکن ان دونوں نے بھوکے رہ کر رات گزاری۔ جب وہ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: تم دونوں میاں بیوی نے مہمان کے ساتھ رات جو سلوک کیا، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا ہے۔

یہ شخص جو آیا تھا، فاقے سے تھا اور بھوک سے بے چین تھا اس لیے بچوں پر اسے ترجیح دی گئی۔ بچوں کو بہلا کر سُلا دیا گیا تھا، کیونکہ وہ صبح تک بھوک برداشت کر سکتے تھے۔ غرض مہمان کو ترجیح دینا ضروری تھا۔ لیکن یہ وہی کر سکتا تھا، جس کے اندر ایثار و قربانی کی صفت پائی جاتی ہے۔ اِس پہلو سے یہ ایثار کا بہترین نمونہ ہے کہ آدمی کے پاس اپنی ہی ضرورت بھر کھانا ہے، لیکن پھر بھی اپنے سے زیادہ ضرورت مند کا خیال رکھتا ہے اور خود بھوکا رہتا ہے اور غریب بھوکے کو آسودہ کر دیتا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شان

۴۳۰۔ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَأْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَأْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَأْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا.

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۹۴۳)

حضرت خباب بن اَرَت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے خدا کی خوشنودی کی خاطر مکہ سے ہجرت کی (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ آگئے) تو ہم میں سے کچھ لوگ وفات پاگئے، انھیں اپنا دنیاوی انعام کچھ نہ ملا، ایسے ہی لوگوں میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ان کے جسم پر ایک موٹے کمبل کے سوا کچھ نہ تھا، وہی ان کا کفن بنا اور اس کا بھی حال یہ تھا کہ اگر سر کو اس سے ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھا نکتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ: ”سر کو کمبل سے چھپا دو اور پیروں پر اِذْخِر (گھاس) ڈال دو اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے کچھ وہ ہیں جنھیں دین کے لیے قربانیوں کا پھل دنیا میں بھی ملا، وہ اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے نہایت خوش حال خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ان کی زندگی عیش وآرام کی زندگی تھی۔ سواری کے لیے بہترین گھوڑے۔ صبح کی سواری کے لیے علیحدہ۔ شام کی سواری کے لیے علیحدہ۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، دن میں کئی پوشاکیں بدلتے۔ لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی حقانیت ان پر واضح ہوئی تو اسے قبول کرنے میں دیر نہ لگائی۔ یہ

نہ سوچا کہ اِس کے نتیجے میں کیا ہوگا۔ اسلام قبول کرنے والوں پر جو بیت رہی ہے، وہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ ان کے اسلام لانے سے پہلے کی زندگی اور اسلام لانے کے بعد کی زندگی کو سوچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ لیکن خود مصعب رضی اللہ عنہ کو وہ عیش وعشرت کی زندگی یاد نہیں آتی تھی، ان کی زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہیں آیا۔

اصحابِ صفہ کی شان

۴۳۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ اِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْكَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهُ بِیَدِهٖ كَرَاهِیَةَ اَنْ تَبْدُوَ عَوْرَتُهٗ. (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل صفہ میں سے (۷۰) ستر آدمیوں کو میں نے اِس حال میں دیکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس چادر نہ تھی، (جو پورے جسم کو ڈھانکتی ہے) بلکہ یا تو وہ ایک تہہ بند باندھے ہوتے، یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے۔ کسی کا کمبل آدھی پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کا ٹخنوں تک۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں شرم گاہ نہ کھل جائے۔

خبیبؓ کے متعلق دشمن کی شہادت

۴۳۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ.......... فَلَبِثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَّهَا وَهِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰی بِیَدِهٖ فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَیْبٌ فَقَالَ اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ مَا كُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُ اَسِیْرًا خَیْرًا مِّنْ خُبَیْبٍ. (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خبیب رضی اللہ عنہ بنو حارث کے ہاں قیدی کی حیثیت میں رہے، یہاں تک کہ انھوں نے انھیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا، (کیوں کہ خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا۔ ایک دن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اِس کا علم ہوا تو انھوں نے حارث کی ایک لڑکی سے استرا مانگا تا کہ ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کرلیں۔ اس نے استرہ دے دیا۔ اتنے میں اس کا بچہ حضرت خبیبؓ کے پاس آ گیا۔ وہ کسی کام میں مشغول تھی۔ بچے کو جاتے دیکھ نہیں پائی تھی۔ خبیبؓ نے اسے پیار سے اپنی ران پر بٹھالیا۔ جب اس کی نظر پڑی تو ڈر گئی کہ یہ قیدی اس کے بچے کو قتل کردے گا۔ حضرت خبیبؓ نے بھانپ لیا تو کہا: تم ڈرتی ہو کہ میں اِس بچے کو قتل کردوں گا؟ نہیں! میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ (کیوں کہ اسلام نے بچوں کے قتل سے منع کیا ہے) اس عورت نے کہا: میں نے خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی نہیں دیکھا۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں حضرت خبیبؓ کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ خبیبؓ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ لوگ صبح و شام میں انھیں قتل کردینے والے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی دشمن کا بچہ ان کے ہاتھ آتا ہے جسے وہ بآسانی قتل کرسکتے تھے، یا بچے کو یرغمال بنا کر اپنی رہائی کا مطالبہ کردیتے تو دشمن انھیں رہا کرنے پر مجبور ہوجاتے۔ لیکن وہ بچے کی ماں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ مت ڈرو، میں اِسے قتل نہیں کروں گا کیوں کہ جس دین پر میں ایمان لایا ہوں، وہ دین دشمن کے بچوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اِس عورت نے سچ کہا کہ خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی میں نے نہیں دیکھا۔

جب لوگ خبیب رضی اللہ عنہ کو مقتل میں لے گئے تو نہ روئے، نہ حواس باختہ ہوئے۔ فرمایا تو یہ فرمایا کہ جب میں ایمان واسلام کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ کس کروٹ پر جان دے رہا ہوں۔ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے، وہ خدا کی خوشنودی کے لیے اور اس کے دین کی خاطر ہونے والا ہے، پس مجھے کیا پروا کہ میرے جسم کے کتنے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا ابن زبیرؓ سے مقاطعہ

۴۳۳۔ اِنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ فِیْ بَيْعٍ اَوْعَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ اَوْلَاحْجُرَنَّ عَلَيْهَا قَالَتْ اَهُوقَالَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَتْ هُوَلِلّٰهِ عَلَیَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَااُشَفِّعُ فِيْهِ اَبَدًا وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰی نَذْرِیْ فَلَمَّا طَالَ عَلَی ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ ابْنِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِیْ عَلٰی عَائِشَةَ فَاِنَّهَا لَايَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِیْ فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ حَتّٰی اِسْتَاذَنَا عَلٰی عَائِشَةَؓ فَقَالَا السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ اُدْخُلُوْا قَالُوْا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنُ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِیْ وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ وَيَقُوْلَانِ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰی عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِیْ وَتَقُوْلُ اِنِّیْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَابِهَا حَتّٰی كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِؓ وَاعْتَقَتْ فِیْ نَذْرِهَا اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُنَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِیْ حَتّٰی تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا۔ (بخاری، عن عوف بن مالکؓ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے لوگوں نے جا کر یہ بات

کہی کہ آپ نے فلاں چیز جو بیچی یا کسی کو بخش دی ہے، اس پر ابن زبیر (آپ کے بھانجے) کہتے ہیں کہ اگر خالہ نہ مانیں گی تو میں ان پر پابندی لگا دوں گا (یعنی جو کچھ بیت المال سے انھیں ملتا ہے، روک لوں گا اور انھیں صرف خرچہ دوں گا)۔

حضرت عائشہؓ نے کہا: یہ اس نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، انھی نے کہا ہے۔ تب حضرت عائشہؓ نے کہا: میں قسم کھاتی ہوں کہ اب کبھی ابن زبیرؓ سے نہیں بولوں گی اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔ جب اس قطع تعلقی کا سلسلہ دراز ہوا تو ابن زبیرؓ نے لوگوں کی سفارش پہنچائی کہ اپنی قطع تعلقی کو ختم کر دیں لیکن وہ نہ مانیں، بلکہ فرمایا کہ: ابن زبیرؓ کے بارے میں کسی کی سفارش نہ سنوں گی اور نہ اپنی قسم توڑوں گی۔

یہ صورت حال ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے نہایت تکلیف دہ تھی۔ اس لیے اب کی بار انھوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود کو قسم دے کر کہا کہ کسی طرح تم حضرت عائشہؓ کے پاس مجھے پہنچانے کی تدبیر کرو۔ انھوں نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور اس پر قسم کھالی ہے تو مسور اور عبدالرحمٰن انھیں لیے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ دروازے پر دستک دی، سلام کیا اور کہا: کیا ہم آ سکتے ہیں؟

حضرت عائشہؓ نے کہا: آ سکتے ہو۔ ان دونوں نے کہا: کیا ہم سب آ سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، تم سب آ سکتے ہو۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم نہ تھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ جب وہ لوگ اندر مکان میں پہنچے تو ابن زبیرؓ اس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت عائشہؓ پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی ابن زبیر رضی اللہ عنہ ان سے چمٹ گئے، ادھر وہ رو رہے تھے اور منا رہے تھے، قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپؓ میری غلطی معاف کر دیں۔ اُدھر مسور اور عبدالرحمٰن قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپ ابن زبیرؓ کی غلطی معاف کر دیں اور بول چال شروع کر دیں۔

ان دونوں نے انھیں یاد دلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ کسی دوسرے مسلمان سے قطع تعلق کرے اور آپ نے خود وہی کام کیا ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

جب سب لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر زور ڈالا اور یاد دلایا کہ وہ گناہ کا کام کر رہی ہیں، تو وہ رو کر کہنے لگیں کہ میں نے قسم کھالی ہے اور قسم کا معاملہ بہت شدید و سخت ہے۔ غرض یہ کہ دونوں صاحب حضرت عائشہؓ کو برابر سمجھاتے رہے یہاں تک کہ قسم توڑ کر ابن زبیرؓ سے ہم کلام ہوئیں اور چالیس غلام (بطورِ کفارہ) آزاد کیے، اور زندگی بھر ان کا یہ حال رہا کہ جب کبھی انھیں اپنی یہ غلطی یاد آجاتی، رونے لگتیں۔ اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹا آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

غلاموں پر سختی کرنے کا احساس

۴۳۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ مَمْلُوْکِیْنَ یُکَذِّبُوْنَنِیْ وَیَخُوْنُوْنَنِیْ وَیَعْصُوْنَنِیْ وَاَشْتِمُھُمْ وَاَضْرِبُھُمْ فَکَیْفَ اَنَامِنْھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ یُحْسَبُ مَاخَانُوْکَ وَعَصَوْکَ وَکَذَّبُوْکَ فَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِھِمْ کَانَ کَفَافًا لَّکَ لَا عَلَیْکَ وَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ دُوْنَ ذَنْبِھِمْ کَانَ فَضْلًا لَّکَ وَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِھِمْ اُقْتُصَّ لَھُمْ مِنْکَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّی الرَّجُلُ وَجَعَلَ یَھْتِفُ وَیَبْکِیْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَءُ قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا وَکَفٰی بِنَا حَاسِبِیْنَ. فَقَالَ الرَّجُلُ مَا اَجِدُلِیْ وَلِھٰؤُلَاءِ شَیْئًا خَیْرًا

مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُکَ اَنَّهُمْ کُلُّهُمْ اَحْرَارٌ. (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور امانت میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں انھیں بُرا بھلا کہتا ہوں اور انھیں مارتا ہوں تو ان کے سلسلے میں میرا کیا بنے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کی خیانت و نافرمانی اور جھوٹ اور تمھاری سزا جو تم انھیں دیتے ہو، دونوں کا حساب لگایا جائے گا۔ اگر تمھاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوئی تو تجھ پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے کم ہوئی تو یہ تمھارے حق میں رحمت کا باعث ہوگا، لیکن اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے بڑھی ہوئی نکلی تو بقدرِ زائد تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ آدمی ایک گوشے میں ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا: کیا تو نے اللہ کی یہ بات قرآن میں نہیں پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۔ (الانبیاء۲۱:۴۷)

''قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرا برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے، اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اس آدمی نے کہا: اب میرے لیے یہی بہتر ہے کہ اِن غلاموں سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں آزاد کیا۔

دنیا میں بہت سے لوگ اپنے خادموں اور نوکروں کو پیٹتے رہتے ہیں۔ پھر یہ شخص کیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا؟ اور کیوں اس نے پوچھا کہ میرا اس سلسلے میں کیا حال ہوگا؟ اگر اس کے دل میں آخرت کی فکر نہ ہوتی تو یہ سوال اس کے دل میں اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ پھر دیکھیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے۔ یہاں تک اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیتا ہے، تاکہ یہ عمل اس کی پہلی زیادتیوں کے لیے جو ان غلاموں پر ممکن ہے ہوگئی ہوں، کفارہ بنے۔

فکرِ آخرت

عذاب کا مستحق کون؟

۴۳۵۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَۃٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِھَا وَمَعَھَا اِبْنٌ لَّھَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَھَجٌ تَنَحَّتْ بِہٖ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ قَالَ بَلٰی قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِ قَالَ بَلٰی قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَیْھَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر جہاد میں تھے، تو آپؐ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی۔ لکڑی ڈال ڈال کر آگ بھڑکا رہی تھی۔ اس کی گود میں بچہ تھا۔ جب آگ کا شعلہ تیز ہوتا تو بچے کو دور کر لیتی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، کیوں نہیں؟ اس نے کہا: کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے جتنا ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، وہ ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے، تو عورت نے کہا: لیکن ماں تو اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی۔ اس کی یہ بات سن کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور رونے لگے، اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نہیں عذاب دے گا، مگر اس سرکش متکبر کو جس نے کلمہ توحید کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ عورت مسلمان تھی اور وہ خدا کی رحیمیت اور دوسری صفات سے واقف تھی۔ پھر اس نے یہ سوالات کیوں کیے؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں فکرِ آخرت نے گھر کر لیا تھا۔ وہ سب کچھ کرنے کے بعد یہی جانتی تھی کہ خدا کی جنت پانے کے لیے اتنا کافی نہیں ہے اسی لیے اسے دوزخ کا دھڑ کا لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا، وہ یہ کہ اے خدا کی بندی! جہنم میں تو وہ جائے گا جس کے سامنے دین آیا اور اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، تُو تو مسلمان ہے، تجھے خدا کیوں جہنم میں پھینکے گا؟ خدا ایسے لوگوں کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا جو اسلام لائے ہوں اور اس کے تقاضے پورے کر رہے ہوں۔ ایسے فکر مند مسلمان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب حکمت پر مبنی جواب تھا۔

قبولِ اِسلام سے پہلے کے گناہ

۴۳۶۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِیَ الْاِسْلَامَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلْاُبَایِعْکَ فَبَسَطَ یَمِیْنَهٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ فَقَالَ مَالَکَ یَا عَمْرُو فَقُلْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَشْتَرِطَ فَقَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا فَقُلْتُ اَنْ یُّغْفَرَلِیْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ. (بخاری)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کو قبول کرنے کا جذبہ پیدا کیا تو مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے کہا: آپؐ اپنا ہاتھ بڑھائیں، میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ (اِس بات کا عہد کروں گا کہ اب مجھے خدائے واحد کی بندگی کرنا ہے)

جب آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے پوچھا: کیا ہوا؟ (تم نے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟) میں نے کہا: میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا: وہ شرط کیا ہے؟ میں نے کہا: وہ شرط یہ ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمرو!

کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے جو اسلام لانے سے پہلے آدمی نے کیے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں ذیل کے امور قابلِ غور ہیں:

۱۔ قبولیت اسلام کے نتیجے میں پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا آبائی مذہب اس کے کسی کام نہیں آ سکتا۔

۳۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ ایک نئی دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں اسے اپنی دنیاوی زندگی کا حساب کتاب دینا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ بھی غیر مسلم طبقے میں اس ڈھنگ پر ہوتی تھی کہ انسان میں موت کے بعد کی زندگی کا یقین پیدا ہو جائے۔ قرآن کا مقصدِ نزول بھی یہی ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ انھی احساسات کے ساتھ قبولِ اسلام کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

نمازوں کی کثرت

۴۳۷۔ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِیْهِ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ سَلْنِیْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوَغَیْرَ ذٰلِکَ قُلْتُ هُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ. (مسلم)

حضرت ربیعہ بن کعب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم) کہتے ہیں کہ میں رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا۔ آپؐ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا: تم کچھ مانگو۔ میں نے کہا: میں جنت میں آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کچھ؟ میں نے کہا: مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، بس یہی چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو نماز کی کثرت سے میری مدد کرو۔

یعنی جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ذوق وشوق سے خدا کی بندگی کرو۔ کثرت سے نماز پڑھو، اس کے بغیر جنت میں میرا ساتھ نہیں ہو سکتا۔

شہادت کا اجر

۴۳۸۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَامَ فِیْھِمْ فَذَکَرَ لَھُمْ اَنَّ الْجِھَادَ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ قُلْتَ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ. (مسلم)

حضرت ابو قتادہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی تقریر میں یہ مضمون بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان واعتماد رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ کام ہیں، تو ایک آدمی اُٹھا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں! اگر تو خدا کی راہ میں لڑے اور دشمن کے مقابلے میں جما رہے، بھاگے نہیں اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تجھے قتل کردیا جائے، تو تیرے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تم نے کیا سوال پوچھا تھا؟ اس نے کہا: میں نے پوچھا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہوئے میں قتل کردیا جاؤں تو کیا میرے سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہوجائیں گے جب کہ تو دشمن کے مقابلے میں جما رہے اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور میدانِ جنگ سے نہ بھاگے تو تیرے سب گناہ معاف ہوجائیں گے، البتہ جو قرض تیرے ذمے ہے، وہ معاف نہ ہوگا۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ایسے ہی بتایا ہے۔

آخرت کا یقین جب دل میں گھر کرلیتا ہے تو آدمی کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اِس فکر میں لگا رہتا ہے

کہ میرے پچھلے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ اِس حدیث سے حقوق العباد کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی کا قرض ادا کرسکتا ہے لیکن نہ تو اس نے ادا کیا ہے اور نہ معاف کرایا ہے تو چاہے وہ اپنی جان خدا کی نذر کردے، مگر قرض کے محاسبے سے نہیں بچ سکے گا۔

صغیرہ گناہ

۴۳۹۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُهْلِکَاتِ. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے لوگوں سے کہتے ہیں: تم لوگ ایسے بہت سے کام کرتے ہو جو تمھاری نگاہ میں بال سے زیادہ ہلکے ہوتے ہیں (یعنی حقیر ہوتے ہیں) لیکن ہم انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین وایمان کے لیے مہلک خیال کرتے تھے۔

آدمی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو "ہلکا" سمجھنے لگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بڑے سے بڑا گناہ کرلے گا اور اسے ہلکا جانے گا۔

خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

۴۴۰۔ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَتَی السَّاعَةُ قَالَ وَیْلَکَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْئٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا.

(بخاری، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: تمھارا بھلا ہو، تم نے اِس کے لیے کچھ تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے اِس کے لیے کچھ زیادہ تیاری نہیں کی، البتہ اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کو انھی لوگوں کی رفاقت نصیب ہوگی جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد لوگوں کو کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ہوئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی عمل کے میدان میں جتنا آگے تھے، قرآن مجید نے اس کی شہادت دی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بارے میں بہت فکرمند رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر انھیں خوش ہونا ہی چاہیے تھا اور ایسے ہی فکرمند لوگوں سے یہ بات کہی بھی جا سکتی ہے۔